مسئلہ تکفیر

کس کے لیے تحقیقی ہے؟

تالیف

طارق انور مصباحی

ناشر

مجلس علمائے جھارکھنڈ

(ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين)

(سورہ بقرہ: آیت 8)

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

تالیف

طارق انور مصباحی

ناشر

مجلس علمائے جھارکھنڈ

اسم کتاب: مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

(قسط وار مضامین کا مجموعہ)

تحریر وترتیب: طارق انور مصباحی

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

پروف ریڈنگ: مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی

(رام گڑھ)

تعداد صفحات: دوسو اڑتالیس (248)

ناشر: مجلس علمائے جھارکھنڈ

سال اشاعت: جمادی الاخریٰ 1422

مطابق جنوری 2021

فہرست مضامین

مقدمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

جس پر کفر کلامی کا صحیح حکم عائد ہوا، وہ کافر کلامی ہے اور دین اسلام سے بالکل خارج ہے۔اس کو مومن ماننے والا کافر ہے۔اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا یہی مفہوم ہے۔

اس حکم شرعی کومختلف دلائل وحقائق کی روشنی میں قسط وار مضامین بعنوان ''مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟''میں پیش کیا گیا۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین

مذکورہ بالا عنوان کے تحت قسط واربیس مضامین رقم کیے گئے تھے۔اس رسالے میں وہ تمام قسطیں تصحیح اور حذف واضافہ کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے: آمین

علم کلام ایک مشکل فن ہے۔خاص کر تکفیر کلامی کے جزئی مسائل یک جا مدون نہ ہونے کے سبب باب تکفیر دیگرابواب کی بہ نسبت مزید مشکل ہوگیا ہے۔جس طرح کوئی شخص کسی کامل شیخ ومرشد کے بغیر منزل سلوک طے کرنا چاہے تو شیطان اسے غلط راہ پر ڈال دیتا ہے،اسی طرح قلت علم کے سبب باب تکفیر کے مسائل کی تحقیق میں خطا واقع ہوجاتی ہے۔

سوئے اتفاق عہد حاضر میں ہندو پاک کے مذبذبین خود کو امام غزالی وامام رازی کی طرح امام المتکلمین سمجھ بیٹھے ہیں۔ان کے فتنوں سے قوم کو محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

باب تکفیر سے متعلق ہماری تحقیقات ''البرکات النبویہ فی الاحکام الشرعیہ''میں مرقوم ہیں۔ابھی یہ بارہ رسائل میں منقسم ہے۔اس میں مزید رسائل کے اضافہ کا ارادہ ہے۔

وہ کتاب طویل مباحث پر مشتمل ہے،اس لیے بوقت ضرورت کسی خاص موضوع سے متعلق اس کے مباحث کو قسط وار سپرد قوم کر دیتا ہوں ،تاکہ قارئین اور مستفیدین کے لیے آسانی ہو۔حالیہ بیس قسطیں بھی ''البرکات النبویہ''ہی سے ماخوذ ہیں۔

سال 2012ھ میں ’’البرکات النبویہ‘‘ دس رسائل پر مشتمل عربی زبان میں رقم کی گئی تھی ، پھر اسے اردو قالب میں منتقل کر کے افادۂ عامہ کے لیے سوشل میڈیا پر اپلوڈ کرنے کا خیال ہوا، کیوں کہ مسئلہ تکفیر سے متعلق مختلف جہات سے فتنے رونما ہو رہے تھے۔

عربی عبارتوں کے تراجم میں وقت کی ضرورت تھی ،اس لیے ہم نے محض اپنی توضیحات وتشریحات کو اردو میں منتقل کر کے سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دیا ، تا کہ ارباب علم وفضل حسب ضرورت استفادہ کر سکیں ۔ بفضلہ تعالیٰ وبفضل رسولہ الاعلیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فتنے بہت حد تک کمزور ہوئے ۔ مذبذبین جو بلند بانگ دعووں کے ساتھ منظر عام پر ابھرنا چاہ رہے تھے ،ان کے باطل عزائم مثل بلبلہ شکست وریخت کے شکار ہو گئے ۔

چوں کہ علم کلام سے متعلق دیگر مضامین بھی ’’البرکات‘‘ سے ماخوذ ہیں ،اس لیے ان مضامین میں بھی عربی عبارات کے تراجم مرقوم نہیں ۔ان شاءاللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ تراجم کا کام بھی ہوتا جائے گا ۔فتنوں کی مسلسل سرکوبی کے سبب تراجم کی طرف توجہ نہیں ہو پاتی ہے۔ ایک فتنہ تھمتا نہیں کہ دوسرا فتنہ سر اٹھالیتا ہے: ما شاءاللہ تعالیٰ کان ومالم یشالم یکن ۔

علم کلام سے متعلق ہماری مختصر تحریریں ’’فتاویٰ کیرلا‘‘ میں جمع کی گئی ہیں ۔حالیہ دنوں میں بھی متعدد مختصر مضامین رقم ہوئے ہیں ۔ان شاءاللہ تعالیٰ ان سب کو یکجا کر کے ’’فتاویٰ کیرلا‘‘ دوبارہ سپرد قوم کرنے کی کوشش ہوگی ۔سردست علم کلام کے تین رسائل کا ڈیجیٹل ایڈیشن قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے: آمین

حسام الحرمین میں دیابنہ کی تکفیر کلامی کی گئی ۔اس کے بعد دیوبندیوں نے توبہ تو نہ کیا، لیکن تاویلات واعتراضات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ گنگوہی کے شاگرد خلیل انبیٹھوی نے دیوبندی تاویلات کو’’المہند علی المفند‘‘ میں جمع کیا۔

اسی عہد میں دیوبندیوں نے یہ اعتراض اٹھایا کہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس

سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کو کافر کہا اور فرمایا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔امام احمد رضا اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں مانتے ہیں تو وہ مومن ہیں یا کافر؟

اس سوال کے تفصیلی جوابات دیئے جا چکے ہیں،لیکن سو سال سے زائد ہو گئے ،دیابنہ تمام حقائق سے آشنا ہو کر بھی ماننے کو تیار نہیں ۔اب دیوبندیوں کے نقش قدم پر مذبذبین کا قافلہ رواں دواں ہے۔دیابنہ اور مذبذبین کا دعویٰ ہے کہ ''من شک :الخ ''کا استعمال صرف تکفیر کلامی میں ہوتا ہے۔اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی اور من شک :الخ کی توضیح ہم نے ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ'' رسالہ دہم میں تفصیل کے ساتھ رقم کر دی ہے۔

اسی رسالہ سے ''من شک :الخ'' کی توضیح اس رسالہ کے اخیر میں نقل کی گئی ہے۔

تکفیر کلامی شخصی کے انکار کی گنجائش نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کے بعد بھی کسی مفتی کو کلام، تکلم یا متکلم میں شبہہ ہو جائے تو وہ اس کے کفر کا انکار کرے گا اور اس کو کافر نہیں سمجھے گا۔

ان سے عرض ہے کہ کتاب الشفا وغیرہ میں عہد ماضی کے بہت سے مرتدین کا ذکر ہے،جن پر کفر کلامی کا حکم عائد ہوا، پھر ان میں سے بہت سے لوگوں کو بادشاہ اسلام کے حکم پر قتل کیا گیا۔ان مرتدین کے اقوال تواتر کے ساتھ مروی نہیں ہیں،لیکن امت مسلمہ ان کو کافر مانتی ہے۔آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔

حدیث مصطفوی میں بیان کردہ تیس جھوٹے دعویداران نبوت میں سے قریباً دو درجن مدعیان نبوت کا ظہور ہو چکا۔ان میں سے بہت سے لوگ پہلے مومن تھے، پھر دعوی نبوت کے سبب مرتد قرار پائے۔ان تمام کے کفریہ اقوال تواتر کے ساتھ مروی نہیں ،لیکن تمام عوام وخواص ان مدعیان نبوت کو مرتد مانتے ہیں۔کوئی مفتی یا محقق آج تک یہ نہیں کہا کہ ہم ان مرتدین کے کو مرتد نہیں مانتے۔

مسئلہ تکفیر کے اصول وجزئیات کا جیسا مفصل بیان کتاب الشفا میں ہے، ویسا بیان عہد ماضی کی کسی کتاب میں نہیں۔ بعد میں علامہ ابن حجر ہیتمی نے ''الاعلام بقواطع الاسلام'' میں کفریہ امور کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔فقہ کی کتابوں میں کتاب السیر میں بھی کفریہ امور کا تفصیلی بیان موجود ہوتا ہے۔

بعض لوگ قاعدۂ کلیہ:من شک :الخ کی غلط تاویل کرتے ہیں ۔من شک :الخ کی باطل تاویلات کا رد ''البرکات النبویہ فی الاحکام الشرعیہ'' رسالہ دہم :باب سوم :فصل دوم میں ہے۔مندرجہ ذیل عبارتوں پر غور کیا جائے ،اس سے واضح ہو جائے گا کہ کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کے بعد اختلاف کی گنجائش نہیں۔

قال القاضی: {وَقَدْ اَحرَقَ علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ مَنْ اِدَّعٰی لَہُ الْاِلٰھِیَّۃَ–وقد قتل عبد الملک بن مروان الحارث المتنبی وَصَلَبَہ–وَ فَعَلَ ذلکَ غیر واحدٍ من الخلفاء والملوک باشباھھم–وَاَجْمَعَ علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم–وَالمُخَالِفُ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ کُفْرِھِمْ کَافِرٌ}

(کتاب الشفا جلد دوم:ص 297)

قال الخفاجی: {(واجمع علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم)ای تصویبہ اَوْ ھو من اضافۃ الصفۃ للموصوف–وذلک لکذبھم عَلَی اللّٰہ بِاَنَّہ نَبَّأَھُمْ وتکذیب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی–انہ خاتم الرسل–وَاَنَّہ لا نبی بعدہ(و)اَجْمَعُوْا اَیْضًا عَلٰی(اَنَّ الْمُخَالِفَ فِیْ ذٰلِکَ)اَیْ تَکْفِیْرِھِمْ بِمَا اِدَّعُوْہُ(مِنْ کُفْرِھِمْ)ھومفعول المخالفِ اَیْ مَنْ خَالَفَ مَذْھَبَھُمْ فی تکفیرھم فَقَالَ:لَا یُکَفَّرُوْنَ(کَافِرٌ)لانہ رضی بِکُفْرِھِمْ وَتَکْذِیْبِھِمْ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہ}

(نسیم الریاض جلد چہارم:ص 536-دارالکتاب العربی بیروت)

قال الملا علی القاری:{(والمخالف فی ذلک)الفعل(مِنْ کُفْرِهِم) اَیْ مِنْ جهته (کَافِرٌ) لِجَحْدِہٖ کُفْرَهُمْ}

(شرح الشفاللقاری جلد چہارم:ص536-دارالکتاب العربی بیروت)

قال المحشی علی محمد البجاوی المصری:{من خالف مکفرهم فی تکفیرهم، فقال:لا یکفرون،هذا المخالف کافر،لانه رضی بکفرهم وتکذیبهم للّٰہ ورسوله} (حاشیۃ الشفا:ص1091-دارالکتاب العربی بیروت)

توضیح: شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا جو آپ کو معبود مانتے تھے، اور آپ نے ان لوگوں کو جلا دیا۔اسی طرح عہد ماضی میں سلاطین اسلام نے جھوٹے دعویداران نبوت کو قتل کیا، کیوں کہ وہ دعویٰ نبوت ودیگر جرائم کے سبب کافر ہو چکے تھے۔اس زمانے کے علمانے بھی ان کو کافر مانا۔اب اگر کوئی ان کے کفر کا انکار کرے تو وہ خود کافر ہے، کیوں کہ کافر کو کافر نہ ماننا خود کفر ہے۔

اس زمانے کے علمانے بھی اس کفر پر اتفاق کیا تو لامحالہ یہ کفر کلامی ہے، کیوں کہ کفر فقہی میں متکلمین کا لفظی اختلاف ہوتا ہے۔مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ کافر کلامی کے کفر کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

ان لوگوں کے کفریہ کلمات تواتر کے ساتھ منقول ہو کر ہم تک نہیں پہنچے، لیکن ان تمام کو ہم آج بھی مرتد مانتے ہیں، جن کو عہد ماضی میں مرتد تسلیم کر لیا گیا۔

اب اگر کوئی کہے کہ ان کا کفریہ قول تواتر کے ساتھ ہمیں نہیں مل سکا تو ہم کافر نہیں مانیں گے تو ایسا قائل خود ہی کافر ہوگا۔

تمام جھوٹے مدعیان نبوت کے اقوال تواتر کے ساتھ منقول نہیں۔عہد صدیقی میں نبوت مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاج بنت حارث اور طلیحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

ان میں سے اول الذکر تینوں کے بارے میں روایت ہے کہ پہلے بھی مومن نہیں تھے۔

ان چاروں میں سے صرف طلیحہ بن خویلد اسدی پہلے مسلمان تھے، وصال نبوی کے بعد انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلیحہ بن خویلد اسدی سے جنگ فرمائی۔ یہ شکست کھا کر ملک شام چلے گئے۔ بعد میں ایمان لے آئے۔ جس وقت ان کو مرتد قرار دیا گیا تو تمام صحابہ کرام نے مرتد تسلیم کیا۔

ان کی زندگی کا جو حصہ ارتداد میں گزرا، ہم آج بھی ان کی زندگی کے اس حصے کو ارتداد سے متصف مانتے ہیں،لیکن ان کا کفر یہ کلام تواتر کے ساتھ مروی نہیں۔

اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چوں کہ ان کا کفر یہ قول تواتر سے مروی نہیں،اس لیے ہم ارتداد کی مدت میں بھی انہیں مسلمان مانتے ہیں۔

عہد صدیقی کے ان چاروں مدعیان نبوت کے پیروکاروں میں سے بہت سے لوگ پہلے مسلمان تھے، پھر وہ لوگ ان لوگوں کی پیروی اوران کی نبوت کو تسلیم کرنے کے سبب مرتد قرار پائے۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ان سے جنگ فرمائی۔

آج بھی امت مسلمہ ان مرتدین کو کافر ومرتد مانتی ہے،اوران میں جولوگ تائب ہو کر دین اسلام سے وابستہ ہو گئے،ان کو مومن تسلیم کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے واضح ہوگیا کہ جس پر کفر کلامی کا صحیح حکم نافذ کیا گیا،اسے کافر کلامی ماننا ہے۔خواہ عہد مابعد کے لوگوں کواس کا فر کلامی کا کفر یہ قول تواتر کے ساتھ ملے یا نہ ملے۔دراصل ہر ایک کو کافر کلامی کے کفر کی ذاتی تحقیق کے بعد اس کو کافر ماننے کا نظریہ غلط ہے۔خلیل بجنوری نے اسے ایجاد کیا ہے۔بعض علما لاشعوری طور پراس سے متاثر ہو گئے۔

نہارالرجال اور مسیلمہ کذاب کا واقعہ

مسیلمہ کذاب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ گزارش کی تھی کہ آپ اپنا

جانشین اور خلیفہ مجھے مقرر فرما دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منظور نہیں فرمایا اور اس کے جھوٹے دعویٰ نبوت کی خبر دی۔

{عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُولُ إِنْ جَعَلَ لِى مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ وَقَدِمَهَا فِى بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِى يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيدٍ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِى أَصْحَابِهِ فَقَالَ:

لَوْ سَأَلْتَنِى هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللَّهِ فِيكَ وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللَّهُ وَإِنِّى لَأَرَاكَ الَّذِى أُرِيتُ فِيكَ مَا رَأَيْتُ

فَأَخْبَرَنِى أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِى يَدَىَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِى شَأْنُهُمَا فَأُوحِىَ إِلَىَّ فِى الْمَنَامِ أَنْ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِى فَكَانَ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِىَّ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ}

(صحیح البخاری: باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

{عَنْ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِى دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِىَ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِى يُقَالُ لَهُ خَطِيبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِى يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضِيبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ.

فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ إِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْأَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا

بَعْدَکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ سَأَلْتَنِی ہٰذَا الْقَضِیبَ مَا أَعْطَیْتُکَہُ وَإِنِّی لَأَرَاکَ الَّذِی أُرِیتُ فِیہِ مَا أُرِیتُ وَہٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَیْسٍ وَسَیُجِیبُکَ عَنِّی فَانْصَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْیَا رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِی ذَکَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُکِرَ لِی أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِیتُ أَنَّہُ وُضِعَ فِی یَدَیَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَہَبٍ فَفُظِعْتُہُمَا وَکَرِہْتُہُمَا فَأُذِنَ لِی فَنَفَخْتُہُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُہُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ أَحَدُہُمَا الْعَنْسِیُّ الَّذِی قَتَلَہُ فَیْرُوزُ بِالْیَمَنِ وَالْآخَرُ مُسَیْلِمَۃُ الْکَذَّابُ}(صحیح البخاری: باب قصۃ الاسود العنسی)

توضیح: مذکورہ بالا پہلی روایت سے واضح ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ایمان نہیں لایا تھا۔

نہار الرجال بن عنفوہ یمامہ کا رہنے والا صحابی تھا۔اس نے مدینہ شریف آ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن مقدس کی تعلیم حاصل کی۔اسلامی علوم میں اسے اچھا عبور حاصل ہوگیا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیاوی کے آخری مرحلے میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یمامہ اور نجد کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے لگا اور لوگ اس کی ضلالت میں مبتلا ہونے لگے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کی خبر سن کر یمامہ اور نجد کے علاقہ کے مسلمانوں کی تعلیم کے لیے نہار الرجال کو یمامہ بھیجا۔یہ وہاں جا کر مسیلمہ کذاب کی شعبدہ بازیوں سے ایسا مسحور ہوا کہ خود ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

مسیلمہ کی نبوت کا قائل ہوگیا۔قرآن مقدس کی آیتوں کی غلط تفسیر بیان کرنے لگا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ جھوٹا قول منسوب کر دیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے مسیلمہ کو نبوت میں اپنا شریک بنایا ہے۔وہ مسیلمہ کذاب کا دست راست بن گیا۔

لوگ نہار الرجال کو صحابی سمجھتے تھے۔جب اس نے مسیلمہ کذاب کی موافقت کر دی تو بہت سے مسلمان اس کے فریب میں مبتلا ہو کر مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے لگے۔

جب عہد صدیقی میں ربیع الاول ۱۲ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب سے جنگ لڑی گئی تو نہار الرجال حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ عہد صدیقی کے فتنہ ارتداد کے وقت بعض صحابی اور بہت سے تابعین ارتداد کے شکار ہو گئے۔

محدث دارقطنی نے رقم فرمایا:(عن عبيد بن عمير عن أثال الحنفى قال: كان نهار الرجال بن عنفوة قد هاجر إلى النبى صلى الله عليه وسلم وقرأ القرآن وفقه فى الدين فبعثه النبى صلى الله عليه وسلم معلمًا لأهل اليمامة فكان أعظم فتنة على بنى حنيفة من مسيلمة–شهد له أنه سمع محمدًا صلى الله عليه وسلم يقول: قد أشرك معه فى الرسالة–فصدقوه واستجابوا له.

وروى عن أبى هريرة قال: جلست مع النبى صلى الله عليه وسلم فى رهط ومعنا الرجال بن عنفوة فقال: " إن فيكم لرجلا ضرسه مثل أحد"

فهلك القوم وبقيت انا والرجال–فكنت متخوفا لها حتى خرج الرجال مع مسيلمة وشهد له بالنبوة

وقتل الرجال يوم اليمامة بين يدى مسيلمة قتله زيد بن الخطاب)

(المؤتلف والمختلف للدارقطنی جلد سوم:ص 181 - مکتبہ شاملہ)

توضیح: اس شخص کو رجال اور نہار الرجال دونوں کہا جاتا ہے۔جیم مشدد ہے۔جیم ورا دونوں فتحہ کے ساتھ ہیں۔مزید توضیح مندرجہ ذیل ہے۔

ابن ناصر الدین دمشقی نے لکھا: (قال رَجَّال قلت: بالفتح وتشديد الجيم وآخره لام قال ابن عنفوة الحنفى قدم فى وفد بنى حنيفة ثم لحقه الإدبار وتبع مسيلمة فأشركه فى الأمر قتله زيد بن الخطاب يوم اليمامة

قلت: وحدث سيف بن عمر عن طلحة الأعلم عن عبيد بن عمير عن أثال الحنفى قال: كان نهار الرجال بن عنفوة قد هاجر إلى النبى صلى الله عليه وسلم وقرأ القرآن وفقه فى الدين فبعثه النبى صلى الله عليه وسلم معلماً لأهل اليمامة فكان أعظم فتنةً على بنى حنيفة من مسيلمة شهد له أنه سمع محمداً صلى الله عليه وسلم يقول إنه قد أشرك معه فى الرسالة فصدقوه واستجابوا له

قال وضبطه عبد الغنى بحاءٍ فوهم—قلت: نبه على الوهم أبو بكر الخطيب وقال: الصواب رجال بن عنفوة بالجيم لا غير.

وذكر الأمير فى كتابه قول عبد الغنى—وقال: وهو وهم وصوابه بالجيم المشددة—واسمه نهار—وكذلك ذكره أبو الحسن رحمه الله وجماعة أهل العلم على أن أبا محمد لم يبتدع هذا القول—ولعله تبع فيه محمد بن سعد فإنه ذكره فى كتاب الطبقات عن الواقدى والمدائنى بالحاء المهملة—وليس هذا القول بشىء—والصحيح أنه بالجيم انتهى قول الأمير.

وقد حشاه فى الإكمال فقال: وقال عبد الغنى بن سعيد هو الرحال بالحاء المهملة وغلطه فيه الصورى—وقد قال هذا القول قبله الإمامان فى معرفة السير محمد بن عمر الواقدى وعلى بن محمد المدائنى حكاه عنهما ابن سعد فى الطبقات والأكثر بالجيم انتهى—وهذا غريبٌ من الأمير رحمه الله) (توضیح المشتبہ فی ضبط اسماء الرواۃ - جلد چہارم: ص 84 - مکتبہ شاملہ)

قسط اول تا قسط یازدہم

قسط اول سے قسط یازدہم تک یہ بحث ہے کہ اگر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ ایک مفتی نے بھی جاری کیا ہو تو وہ فتویٰ سب کو ماننا لازم ہے۔اگر کفر کلامی کا غلط فتویٰ علما کی ایک جماعت نے بھی جاری کیا ہو تو اس کو نہ ماننا لازم ہے۔ یہاں مفتیوں کی تعداد سے حکم کا تعلق نہیں ہے، بلکہ فتویٰ کے صحیح اور غلط ہونے کے اعتبار سے حکم شرعی نافذ ہوتا ہے۔اہل فتویٰ کی قلت تعداد وکثرت تعداد کا کوئی دخل نہیں۔تکفیر کے شرائط متحقق ہیں تو ملزم کافر ہوگا،خواہ ایک ہی مفتی نے کفر کا فتویٰ دیا ہو۔اگر تکفیر کے شرائط متحقق نہیں تو ملزم کافر نہیں ،گر چہ علما کی ایک جماعت نے کفر کا فتویٰ دیا ہو۔شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی تکفیر میں شرط تکفیر مفقود ہے۔

اگر ایک جگہ پچاس ساٹھ معتبر علمائے متکلمین جلوہ افروز تھے۔وہاں ایک ہندو بیٹھا ہوا تھا۔کسی گاؤں کے چار پانچ سو باشرع مسلمان آئے اور بتائے کہ ہمارے گاؤں کا زید (کلمہ گو) روزانہ مندر جا کر بت پوجتا ہے۔ہم سب لوگ اسے روزانہ مندر میں بت پوجتے دیکھتے ہیں۔ہم لوگ اسے بہت سمجھائے کہ یہ کفر ہے۔اس نے دیڑھ،دوسو عالموں سے بھی پوچھا۔تمام عالموں نے کہا کہ بت پوجنا کفر ہے،لیکن وہ ہندوؤں کوخوش کرنے کے لیے بت پرستی کرتا ہے، کیوں کہ اس کے تجارتی تعلقات ہنود سے ہیں تو ہم اسے مومن سمجھیں یا کافر؟

ابھی علمائے اسلام نے کچھ جواب دیا نہیں تھا کہ وہاں بیٹھا ہوا ہندو بول پڑا کہ ایسا آدمی مسلمان نہیں ہے۔اس کے بعد علمائے متکلمین نے بھی فرمایا کہ ایسا آدمی مسلمان نہیں۔

اب اگر کوئی کہے کہ زید کو سب سے پہلے ایک ہندو نے غیر مسلمان کہا تھا،اس لیے ہم زید کو غیر مسلمان نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ کوئی ہندو فتویٰ دینے کا اہل نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فلاں ہندو کے کہنے کے سبب زید کافر نہیں ہوا ہے، بلکہ اپنے عمل یعنی بت پرستی کے سبب کافر ہوا ہے،اسی لیے ایک ہندو نے اس کو غیر مسلمان کہا تو

علمائے اسلام نے بھی اسے غیر مسلمان کہا۔

اگر وہ ہندو اسلامی تعلیم سے نا آشنا تھا تو اس نے محض اپنی سمجھ سے یہ بات کہہ ڈالی۔ اگر وہ ہندو مستشرقین کی طرح اسلامی تعلیم سے آشنا تھا اور اس نے دیکھا کہ یہاں اتنے مسلمانوں نے زید کی بت پرستی کی خبر دی جو تعداد خبر متواتر کے لیے بہت کافی ہے، اور ان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے زید کو بت برستی کرتے دیکھا اور بت پرستی کفر ہے۔

زید ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے بت پرستی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بلا جبر واکراہ اپنے قصد ورضا سے ہوش وحواس کے ساتھ بت پرستی کرتا ہے۔ اسے یہ بھی یقین سے معلوم ہے کہ بت پرستی کفر ہے تو یہاں تکفیر کی شرطیں موجود ہیں تو وہ کافر ہے۔

محض ہندو ہونے کے سبب کسی کی بات رد نہیں کی جاسکتی ہے، نہ ہی مسلمان ہونے کے سبب کسی کی بات قبول ہوسکتی ہے۔ کوئی مفتی اسی زید بت پرست کو مومن کہے تو یقیناً یہ بھی اسی کی طرح کافر مانا جائے گا۔

قسط دوازدہم تا قسط چہاردہم

قسط دوازدہم سے قسط چہاردہم تک تکفیر کلامی کے فتویٰ پر علمائے کرام کے اجماع کا ذکر ہے۔ قسط سیزدہم میں کتاب الشفا اور شروح شفا کی وہ عبارتیں منقول ہیں، جن میں اس امر کا بیان ہے کہ کفر پر اجماع ہوجائے تو اس کا انکار کفر ہے۔

دراصل اجماع اسی کفر پر ہوگا جو صحیح ہو، اور صرف کفر کلامی پر اجماع ہوگا، کیوں کہ کفر فقہی میں متکلمین کا لفظی اختلاف ہوتا ہے، پھر اس امر کے کفر ہونے پر اتفاق نہیں ہوسکتا۔

قسط پانزدہم تا قسط بستم

قسط پانزدہم سے قسط بستم اعتقادی مسائل کے تصدیقی ہونے کا ذکر ہے، اور اس بات کی وضاحت ہے کہ اعتقادی مسائل میں حصول یقین ضروری ہے، استدلال ضروری

نہیں۔ایمان مقلد صحیح ہے، جب کہ اس کو عقائد اسلامی کا یقین حاصل ہو۔ایمان مقلد کے صحیح ہونے پر تمام علمائے اہل سنت متفق ہیں۔

بعض علمائے اہل سنت نے اس کے لیے استدلال کو لازم قرار دیا جو نظر واستدلال کی اہلیت رکھتا ہو۔عدم استدلال کے سبب وہ گنہ گار ہوگا، نہ کہ کافر۔

دیابنہ کی عبارتیں کفریہ معنی میں مفسر ہیں۔اس کے باوجود دیوبندی لوگ اپنی کفریہ عبارتوں کی تاویل کرتے ہیں۔آخر میں چار مضامین مفسر کی توضیح وتشریح سے متعلق ہیں۔

اصحاب علم وفضل سے عرض ہے کہ مشمولات ومندرجات میں کہیں لغزش وخطا ہوتو اطلاع فرمائیں،تاکہ تصحیح ہوسکے: جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین (آمین)

تکفیر کے اصول وضوابط، تکفیر دیابنہ وقادیانی اور دیابنہ ومذبذبین کے سوالوں کے جوابات ''البرکات النبویہ فی الاحکام الشرعیہ'' میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہیں۔اس کے رسائل ٹیلی گرام پر اپ لوڈ ہیں۔اس سے استفادہ کریں۔اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

''البرکات النبویہ فی الاحکام الشرعیہ'' کے رسائل

(1) دفع الاذیٰ عن حبیب الوریٰ ﷺ
(2) مقال العرفان فی التصدیق والایمان
(3) جمع الاقاویل فی احکام التاویل
(4) اقوال المحققین فی ضروریات الدین
(5) تنقیح الکلام فی قواطع الاسلام
(6) الطامۃ الکبریٰ علی الکفرۃ الفجرہ
(7) ازالۃ الاوہام عن قلوب الانام
(8) ارشاد الحیر ان الی فردوس الایمان
(9) سوط الرحمٰن علیٰ قرن الشیطان
(10) السیف العجیب علیٰ شاتم الحبیب ﷺ
(11-12) الہدایۃ والارشاد الیٰ دین خیر العباد ﷺ

تفاصیل اجزاء الکتاب

المقدمة فی بیان فضائل الحبیب صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم

الخاتمة فی بیان اسباب التالیف وبیان سبب تصدیق جدید لحسام الحرمین

بیان موضوعات الرسائل

(۱)الرسالة الاولٰی فی بیان اٰداب حضرة الحبیب صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم وما لایجوز فی حقه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم

(۲) الرسالة الثانیة فی بیان معنی الایمان والکفر وبیان اصول التکفیر وتفصیل الکفراللزومی والکفرالالتزامی

(۳)الرسالة الثالثة فی بیان معنی المتعین والمتبین وبیان احکام التاویل وبیان معنی القطعی بالمعنی الاخص والقطعی بالمعنی الاعم

(۴)الرسالة الرابعة فی توضیح ضروریات الدین وضروریات اهل السنة

(۵)الرسالة الخامسة فی بیان الکفر الکلامی والکفر الفقهی واحکام الکفر الکلامی والکفر الفقهی

(۶)الرسالة السادسة فی بیان احکام المرتدین الاربعة من الدیابنة

(۷)الرسالة السابعة فی بیان احوال حسام الحرمین ودفا ع الدیابنة

(۸) الرسالة الثامنة فی دفع ایرادات الدیابنة ودفع ایرادات البجنوری

(۹)الرسالة التاسعة فی بیان احکام المبتدعین واحوال الوهابیة والتبلیغیة

(۱۰)الرسالة العاشرة فی توضیح تکفیرالدهلوی ودفع الایرادات التی تورد علٰی تکفیره الفقهی

(۱۱،۱۲)الرسالة الحادیة عشر والثانیة عشرفی رد فیض الرسول الباکستانی

وماتوفیقی الاباللہ العظیم::والصلوٰة والسلام علٰی رسوله الکریم::وآله العظیم

طارق انور مصباحی

22:جمادی الاولی1422مطابق07:جنوری2021= بروز:پنج شنبہ

رابطہ نمبر:9513209853

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر تحقیقی ہے یا تقلیدی؟

خلیل بجنوری نے اپنی کتاب انکشاف حق میں جا بجا لکھا ہے کہ تکفیر کا مسئلہ تقلیدی نہیں، تحقیقی ہے۔اب فرقہ بجنوریہ بھی خوب زور شور سے اس مسئلہ کی تشہیر کر کے لوگوں کو کنفیوزن میں مبتلا کر رہا ہے۔

تقلید صرف اجتہادی مسائل میں ہوتی ہے۔باب اعتقادیات میں تقلید نہیں ہوتی، بلکہ تصدیق ہوتی ہے۔

ایمان کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے: ہوالتصدیق بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان تصدیق کا نام ہے، تحقیق کا نہیں۔

مستشرقین میں سے اکثر کو ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کی تحقیق حاصل ہوتی ہے، لیکن اگر وہ تصدیق نہیں کرتے تو مومن نہیں۔

اب بتائیں کہ اعتقادی مسائل کی تصدیق فرض ہے یا تحقیق فرض ہے؟

ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیلی مضامین آئیں گے۔

''البرکات''میں مختلف مقامات پر اس کی تشریح مرقوم ہے۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:05:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

وضاحت: خلیل بجنوری نے تحقیقی کا جو مفہوم بیان کیا ہے۔بجنوری کی کتاب کے حوالہ سے وہ مفہوم قسط پانزدہم میں نقل کیا گیا ہے۔بعد کے لوگ بجنوری کے پیروکار ہیں۔

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط اول

خلیل بجنوری اور فرقہ بجنوریہ کی سازشیں

خلیل بجنوری کے بعد فرقہ بجنوریہ اس مدعا کو بڑے زور وشور سے اٹھا رہا ہے کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے تو انہیں یہ بھی واضح کرنا چاہئے کہ یہ کس کے لیے تحقیقی ہے اور کس کے واسطے تقلیدی؟

نیز تحقیقی ہونے کا مطلب کیا ہے؟ مسئلہ تکفیر ہر ایک کے واسطے تحقیقی نہیں ہوسکتا۔عوام الناس کو مسئلہ تکفیر میں تحقیق کی اجازت نہیں، بلکہ عوام مسلمین کو کفر کلامی وکفر فقہی دونوں میں فتویٰ کفر کی تصدیق لازم ہے، کیوں کہ شرعی حکم ماننا عام وخاص ہر ایک کو لازم ہے۔

اسی طرح اگر کفر کلامی کا مسئلہ ہے تو غیر متکلم فقہا کو متکلمین کا اتباع کرنا ہے اور اس فتویٰ کی تصدیق کرنی ہے۔فقیہ اگر متکلم نہ ہو تو ان کو کفر کلامی کے باب میں تحقیق کا حکم نہیں، بلکہ صرف تصدیق کا حکم ہے۔ تحقیق کا حکم اسی کو ہوسکتا ہے جو تحقیق کا اہل ہو۔

غیر اہل کو (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون) کا حکم ہوگا۔کسی کو اس کی قوت سے باہر کسی امر کا مکلف نہیں بنایا جاتا: لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا (سورہ بقرہ: آیت 286)

سوال: اگر کسی متکلم نے کفر کلامی کا صحیح فتویٰ دیا ہے تو دیگر متکلمین پر بھی تصدیق فرض ہے، ورنہ کافر کو مومن قرار دینا لازم آئے گا۔اب سوال یہ ہے کہ دیگر متکلمین کو تصدیق کے ساتھ تحقیق بھی فرض ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے مدعیان

نبوت اوران کے متبعین کومرتد قرار دیا اوران کے متبعین کو بھی مرتد قرار دیا اوران لوگوں سے جنگ فرمائی۔

عہد صدیقی کے بعد سے آج تک بہت سے مدعیان نبوت ظاہر ہوئے۔علمائے حق نے ان تمام کومرتد قرار دیا۔کتاب الشفا:قسم رابع میں بہت سے مرتدین کا ذکر ہے۔ان میں سے بہت سے مرتدین کوسلاطین اسلام نے اپنے اپنے عہد میں قتل بھی فرمایا۔

عہد صدیقی سے آج تک تمام فقہا و متکلمین و جملہ مومنین ان تمام مدعیان نبوت اور ان کے متبعین کو (باستثنائے تائبین) مرتد مانتے ہیں،لیکن کتنے متکلمین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سے آج تک کے تمام مرتدین و جملہ مدعیان نبوت سے متعلق فتویٰ کفر کی تحقیق کی ہے؟ عہد حاضر کے ہی متکلمین سے دریافت کرلیں۔

اگر متکلمین بلاتحقیق محض ان مدعیان نبوت اور الوہیت مرتضوی کے قائلین ودیگر مرتدین کی تکفیر کی روایت کے سبب ان تمام کو کافر مانتے ہیں تو بلاتحقیق ان متکلمین نے ان مرتدین کومرتد کیسے مان لیا؟ پس علمائے اسلام کے اعتقاد وعمل سے ظاہر ہوگیا کہ ہر ایک پر تحقیق فرض نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان مدعیان نبوت ودیگر مرتدین کے کفریہ اقوال تواتر کے ساتھ منقول ہوکر ہم تک آئے یا نہیں؟ اگر وہ کفریہ اقوال تواتر کے ساتھ منقول ہوکر آئے ہیں تو وہ کن کتابوں میں منقول ہیں؟

ان کے کلام میں احتمال بالدلیل یا بلا دلیل ہے یا نہیں؟ قائلین یعنی مدعیان نبوت ودیگر مرتدین کی طرف ان اقوال کی نسبت متواتر ہے یا نہیں؟ متکلم نے وہ بات ہوش وحواس میں قصداً کہی تھی یا نہیں؟ یعنی کلام،متکلم وتکلم تینوں جہات سے احتمال بلا دلیل بھی معدوم ہے یا نہیں؟

فرقہ بجنوریہ کے پر جوش مبلغین ان سب سوالوں کے جواب لکھیں، کیوں کہ کفر کلامی کی تحقیق کے لیے مذکورہ بالا امور کی ضرورت ہے۔

اگران تمام کے کفریہ اقوال تواتر کے ساتھ منقول نہ ہوسکے،صرف ان مرتدین سے متعلق حکم کفر تواتر کے ساتھ منقول ہوا ہے تو پھران کے کفر کلامی کی تحقیق کیسے ہوگی؟

تحقیق کے وقت دیکھنا ہوگا کہ کفریہ کلام میں کوئی احتمال ہے یا نہیں؟اسی طرح اس کلام کی نسبت قائل کی طرف یقینی ہے یا نہیں؟ قائل نے ہوش وحواس میں بلا جبر واکراہ اپنے قصد وارادہ ورضامندی سے وہ کلام کہا یا نہیں؟ بعد میں توبہ ورجوع کیا یا نہیں؟ان تمام امور کی تحقیق ہوتی ہے۔جب ان مدعیان نبوت وجملہ مرتدین کا کفریہ کلام ہی منقول نہیں تو تحقیق کیسے ہوگی؟ یا خبر واحد کے طور پر منقول ہے تو آج علما ان کو کافر کیسے کہتے ہیں؟

دراصل یہ لوگ تحقیقی ہونے کا غلط مفہوم بتاتے ہیں،اور یہ بھی غلط ہے کہ مسئلہ تکفیر ہرایک کے لیے تحقیقی ہے۔بجنوری مبلغین مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کسی مفتی نے کسی کو کافر قرار دیا تو اس بارے میں ہر ایک مفتی کو اپنی تحقیق کی روشنی میں اختلاف کا حق حاصل ہے،یعنی تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو اختلاف کا حق حاصل ہے ، حالاں کہ کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں کسی کو بھی اختلاف کا حق نہیں، حتی کہ خود اس مفتی کو بھی رجوع کا حق حاصل نہیں۔ ہاں، جب مرتکب توبہ کرلے تو حکم کفر خود ہی ختم ہو جائے گا۔

دیگر متکلمین کو تحقیق کا حق حاصل ہے،اس کا محض مفہوم یہ ہے کہ وہ تکفیر کے دلائل میں غور وفکر کر سکتے ہیں،لیکن فتویٰ صحیح ہونے کی صورت میں اختلاف کا حق نہیں۔

اگر وہ فتویٰ ہی غلط ہے تو وہاں کفر کلامی موجود ہی نہیں تو کفر کلامی میں اختلاف نہیں ہوا، بلکہ ایک غلط فتویٰ میں اختلاف ہوا۔ضروری تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

مسئلہ تکفیر کلامی کی تحقیق کے تین معانی

(1) مسئلہ تکفیر کلامی کی اصل تحقیق وہ مفتی کرتا ہے جو کسی کے کافر کلامی ہونے کا فتویٰ جاری کرتا ہے۔وہ کفریہ کلام،اور تکفیر کے شرائط وقوانین اوراس کفریہ کلام کے امثال ونظائر پرغور کرتا ہے کہ شرائط تکفیر متحقق ہیں یا نہیں؟ جہات محتملہ میں سے کسی جہت میں کوئی احتمال قریب یا احتمال بعید موجود ہے یا نہیں؟ تمام تحقیقات کے بعد حکم جاری کرتا ہے۔

جب وہ تحقیق کامل کے بعد کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کردے تو ملزم کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہوگیا۔جس کو اس فتویٰ کفر کی متواتر روایت پہنچی ،اس پر لازم ہے کہ ملزم کو کافر کلامی مانے۔عنداللہ ملزم اسی وقت کافر کلامی ہوگیا تھا،جب اس نے کفریہ کلام کہا تھا۔مفتی کے نزدیک اس وقت کافر کلامی ہوگیا تھا،جب اس کی تحقیق مکمل ہوگئی تھی ۔دوسروں کے نزدیک اس وقت کافر کلامی ہوا،جب ان کو کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کا علم ہوا۔

(2) تحقیق کا ایک معنی ہے: تکفیر کی دلیل اوراس کی تفصیل کا علم حاصل کرنا۔ یہ ہر ایک اہل کے لیے درست ہے۔اس تحقیق میں بیان کردہ حکم شرعی سے انحراف کی کوئی صورت نہیں، بلکہ صرف اس کے دلائل اور تفصیلات کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔

عام مقلد کو اپنے امام مجتہد کے اجتہادی مسئلہ سے انحراف کی اجازت نہیں،لیکن مجتہد نے کس دلیل یعنی کس آیت ،حدیث ،یا کس اجماعی مسئلہ پر قیاس کرکے کسی فقہی مسئلہ کا استنباط کیا ہے،ان تفصیلات کا علم حاصل کرنا اس مقلد کے لیے جائز ہے۔اگراس کو تحقیق کہا جائے تو ایسی تحقیق کی اجازت ہے،لیکن مقلد کو مسئلہ کے استنباط کی اجازت نہیں۔

(3) بجنوری نے تحقیق کا یہ مفہوم بیان کیا کہ ہر ایک کو اپنی تحقیق کے مطابق کسی کو کافر اعتقاد کرنا ہے۔بجنوری کا یہ نظریہ غلط ہے۔

بجنوری کے بیان کردہ مفہوم میں مسئلہ تکفیر کے بیان کردہ حکم شرعی سے انحراف کی

صورت، بلکہ انحراف کی ترغیب موجود ہے۔مسئلہ تکفیر کو تحقیقی بتا کر بیان کردہ حکم شرعی سے انحراف کی ترغیب ہی مقصود ہے،تا کہ لوگ کسی طرح فرقہ دیوبندیہ کے عناصر اربعہ کو مومن تسلیم کرلیں۔بجنوری اور فرقہ بجنوریہ ناموس رسالت کے محافظ نہیں، بلکہ طواغیت اربعہ کی عزت وناموس کے محافظ ونگہبان ہیں۔اِن کا انجام بھی وہی ہوگا جواُن کا انجام ہوگا۔

مسئلہ تکفیر میں عوام کو تحقیق کی اجازت نہیں

امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا:''جاہل کو احکام شرع خصوصًا کفرواسلام میں جرأت سخت حرام،اشد حرام ہے۔کوئی ہو،کسے باشد۔واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم:ص209-رضا اکیڈمی ممبئ)

توضیح:منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ عوام کو مسئلہ تکفیر یا دیگر مسائل میں تحقیق کی اجازت نہیں۔تحقیق کے تین معانی کا بیان ماقبل میں مرقوم ہوا۔

مسئلہ تکفیر کلامی میں غیر متکلم فقہا کو تحقیق کی اجازت نہیں

امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے تحریر فرمایا کہ کفر کلامی کا فتویٰ صرف علمائے متکلمین جاری کریں گے،اور فقہا کو ان کی تقلید لازم ہے۔غیر متکلم فقہائے کرام کو کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرنے کی اجازت نہیں۔

فرقہ بجنوریہ مسئلہ تکفیر میں امام غزالی کو اپنا آئیڈیل مانتا ہے،اس لیے امام غزالی قدس سرہ العزیز کی عبارتیں حوالہ میں نقل کی جاتی ہیں۔

(الف)قال الغزالی: {فـاذا فَهِـمْتَ اَنَّ النَّظرَ فی التکفیر موقوفٌ علیٰ جمیع هٰذه المقالات التی لا یَسْتَقِلُّ بِاٰحَادِهَا الا المبرزون-عَلِمْتَ اَنَّ الْـمُبَـادِرَ اِلٰی تَـكْفِيْرِ مَنْ يُخَالِفُ الاشعریَّ اَوْ غَيْرَه جَاهِلٌ مُجَازِفٌ-وَكَيْفَ يَسْتَقِلُّ الْفَقِيْهُ بمجرد الفقه بهٰذا الخطب العظيم-وَاَیُّ رُبْعٍ من ارباع الفقه

يُصَادِفُ هذه العلوم.

فـاذا رَأَيْـتَ الْـفَـقِيْـهَ الـذى بضاعتُه مجردُ الفقه،يخوضُ فى التكفير والتضـلـيـل-فَـاعْـرِضْ عنه وَلَاتَشْتَغِلْ به قَلْبَكَ وَلِسَانَكَ -فَاِنَّ التَّحَدِّىَ بـالـعلوم غَرِيْزَةٌ فى الطبع-لَا يَصْبِرَعَنْهَا الْجُهال-وَلِاَجلِه كَثُرَ الْخلافُ بين الناس وَلَوْسَكَتَ مَنْ لَايَدْرِى-لَقَلَّ الْخِلَافُ بَيْنَ الْخَلْقِ}

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص74)

تکفیر کلامی میں فقہا کو متکلمین کی تقلید لازم

تکفیر کلامی میں جہات محتملہ کا قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری ہے،اس لیے اس کا سمجھنا آسان ہے،کیوں کہ وہاں احتمال بلادلیل بھی نہیں ہوتا۔بالفرض اگر سمجھ میں نہ آئے تو بھی فقہا کو متکلمین کا فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔

مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوگا،کافر بدعتی کا نہیں۔اگر فقہا کو کسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہوسکا اور فقہا نے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کو غیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے کفریہ قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ متکلمین سے دریافت کرتے،اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہا عدم علم کے سبب اجماع کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

(ب)قـال الـغزالی: {فـان قيـل:فَـلَـوْ تَـرَكَ بَـعْـضُ الفقهاء الاجماعَ بِـخِلَافِ الْـمبْتَـدِعِ الْـمُـكَـفَّرِ اِذَا لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ بدعته تُوْجِبُ الْكُفْرَ-وَظَنَّ اَنَّ الاجـمـاع لايـنـعـقـد دونـه-فَهَلْ يُعْذَرُ من حيث اَنَّ الفقهاء لايطلعون عَلٰى مَعْرِفَةِ مَا يُكَفَّرُ بِه من التاويلات؟

قلنا لِلْمَسْئلَةِ صُوْرَتَانِ.

(ا)اِحْدَاهُمَا اَنْ يَقُوْلَ الفقهاء: نحن لَا نَدْرِىْ اَنَّ بدعته توجب الكفرَ اَمْ لَا؟ففى هذه الصورة لَا يُعْذَرُوْنَ فِيْهِ اِذْ يَلْزَمُهُمْ مُرَاجَعَةُ علماء الاصول، ويجب على العلماء تعريفُهم، فاذا اَفْتوهُمْ بكُفْرِه فعليهم التقليد–فَاِنْ لَمْ يَقْنَعْهُمُ التَّقليد–فَعَلَيْهِمُ السُّوَالُ عن الدليل،حتّٰى اذا ذُكِرَ لهم د ليلُه، فَهِمُوْهُ لَامَحَالَةَ–لِاَنَّ دَلِيْلَهٗ قَاطِعٌ،فَاِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ فَلَا يَكُوْنُ مَعْذُوْرًا، كَمَنْ لَا يُدْرِكُ دَلِيْلَ صدق الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم فانه لَا عُذْرَ مَعَ نَصْبِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْاَدِلَّةَ الْقَاطِعَةَ.

(۲)الصورة الثانية اَنْ لَايكون بَلَغَتْهُ بِدْعَتُه وَعَقِيْدَتُه فَتَرَكَ الْاِجْمَاعَ لِمُخَالَفَتِه فَهُوَ مَعْذُوْرٌ فِىْ خَطَأِهٖ وَغَيْرُ مُوَاخَذٍ بِهٖ}

(المستصفٰی من علم الاصول جلداول:ص184)

توضیح: جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کردیں تو فقہا کو ان کی تقلید لازم ہے۔فقہا مسئلہ کو سمجھنے کے واسطے متکلمین سے دلائل دریافت کر سکتے ہیں،لیکن انکار کا حق نہیں،خواہ فقہا کو متکلمین کے دلائل سمجھ میں آئیں، یا نہ آئیں۔

اسی طرح جب کفر کلامی پر اجماع ہو جائے تو حکم کفر مزید مؤکد ہو جاتا ہے،لیکن اگر ایک ہی متکلم نے کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کیا،اورابھی کفر کلامی کے فتویٰ پر اجماع نہیں ہوا تو بھی دیگر متکلمین کو اختلاف کی اجازت نہیں۔اگر کفر کلامی کا وہ فتویٰ صحیح ہے تو آخر اختلاف کس بنیاد پر؟اگر بلا وجہ انکار کرتا ہے تو ’’من شک فی کفرہ فقد کفر‘‘ کا حکم جاری ہوگا۔

اگر کوئی شبہہ واحتمال ہے تو اصل مفتی سے دریافت کرے۔اعتراض ہونے پر امام احمد رضا قادری نے بھی ’’تمہید ایمان‘‘ میں رفع احتمالات کی وضاحت فرمائی۔

الحاصل دیگر متکلمین کوتحقیق کی اجازت ہے ،لیکن فتویٰ صحیح ہونے کی صورت میں اختلاف کا حق حاصل نہیں اور تحقیق کا فائدہ محض حقائق ودلائل کا ادراک ہے، جیسے فقہی امور میں مقلد کواپنے امام مجتہد کے دلائل کے ادراک کا حق حاصل ہے،لیکن مقلد کواپنے امام مجتہد سے اختلاف کا حق نہیں ۔اسی طرح کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہے تو کسی کواختلاف کا حق نہیں ۔

تکفیر کلامی میں دیگر متکلمین کوتحقیق کی اجازت ،لیکن تحقیق فرض نہیں

سوال: اگرکسی متکلم نے کسی پر کفر کلامی کا حکم جاری کیا تو دیگر متکلمین آنکھ بند کر کے اسے تسلیم کرلیں، یا تحقیق کا حق انہیں حاصل ہے؟

جواب: دیگر متکلمین کوتحقیق کا حق حاصل ہے،لیکن فتویٰ صحیح ہونے کی شکل میں انکار کا حق حاصل نہیں ۔کوئی احتمال سمجھ میں آئے تو خوداسی مفتی سے سوال کرنا ہوگا ،جس نے کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے، جیسے مانعین زکات سے حکم جہاد جاری کرنے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا تھا۔ مذکورہ مفتی نہ ہوں تو دیگراہل علم سے دریافت کرے۔

خلیل بجنوری نے تحقیق کوانکار کا مرادف قراردے دیا،اور جابجا لکھا کہ ہرایک کو تحقیق کا حق ہے، یعنی انکار کا حق ہے، حالاں کہ یہ نظریہ غلط ہے۔اگر دیگر متکلمین کو بلاسبب انکار کا حق حاصل ہوجائے تو ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا مفہوم ہی باطل ہوجائے گا۔

شریعت، عقل کے خلاف نہیں ہوسکتی ۔اگر دیگر متکلمین کوحق انکار حاصل ہوجائے تو ایک ہی ملزم کسی کے یہاں قطعی کافر ہوگا اور کسی کے یہاں مومن ہوگا اور ایمان وکفر دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مذکورہ صورت میں ایک ہی جگہ ایمان وکفر کا قطعی طور پر پایا جانا لازم آتا ہے، اور یہ اجتماع ضدین ہے، نیز باب اعتقادیات میں دوقول حق نہیں ہوسکتے، پس یقینی طور پرایک قول باطل ہوگا۔

ہاں ،فقہ کے اجتہادی مسائل میں ایسے متضاد اقوال کو حق تسلیم کیا جاتا ہے، کیوں کہ وہ ظنی امور ہیں اور وہاں دونوں قول کو ظنی طور پر حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ قسط دوم میں مزید وضاحت رقم کی جائے گی۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم ::والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:06:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط دوم

مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا مفہوم

قسط اول میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا کہ مسئلہ تکفیر میں عوام الناس کو تحقیق کی اجازت نہیں اور کفر کلامی کے مسئلہ میں غیر متکلم فقہا کو تحقیق کی اجازت نہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب ایک متکلم نے کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کیا تو دیگر متکلمین کو تحقیق کی اجازت حاصل ہے، لیکن تحقیق فرض نہیں۔ ہاں، فتویٰ صحیح ہونے کی صورت میں ہر متکلم، ہر فقیہ اور ہر عام مومن پر اس فتویٰ کی تصدیق فرض ہے۔

تحقیق اس متکلم ومفتی پر فرض ہے جو کفر کا فتویٰ جاری کرے۔ جب کفر کا صحیح فتویٰ جاری ہو گیا تو اب وہ مسئلہ مثلاً زید کا کافر ہونا باب اعتقادیات کا ایک مسئلہ ہو گیا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ باب اعتقادیات کے تحقیقی اور تقلیدی ہونے کا مفہوم لکھا جائے گا۔

مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا مفہوم درج ذیل ہے۔

مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جو عالم ومفتی فتویٰ کفر جاری کرے، وہ شرعی اصول وقوانین کو موجودہ کفریہ قول وفعل پر منطبق کرے، پھر اگر اس قسم کی جزئیات یا اس کے نظائر وامثال موجود ہیں تو ان پر غور وفکر کرے، جہات محتملہ کی تحقیق کرے کہ وہ یقینی درجہ میں ہیں یا محض ظنی ہیں؟ تمام شرائط کی تحقیق کے بعد فتویٰ کفر جاری کرے۔ غیر اہل کو تحقیق کی اجازت نہیں ہے، بلکہ علمائے محققین کے فیصلے کو تسلیم کرنا اسے لازم ہے۔

خلیل بجنوری نے مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کی غلط تشریح کی، اور یہ بتایا کہ ہر ایک کو

ذاتی تحقیق کی بنا پر کسی کو کافر ماننا ہے۔فرقہ بجنوریہ اس سوال کا جواب دے کہ اگر مسئلہ تکفیر میں ہر ایک پر تحقیق فرض ہے تو عہد صدیقی اور مابعد کے مدعیان نبوت کو ذاتی تحقیق کے بغیر محض تقلیدی طور پر علمائے سلف وخلف مرتد کیسے مانتے ہیں؟

حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کے قائلین کو آج تک مرتد تسلیم کیا جاتا ہے،لیکن کوئی تحقیق نہیں کرتا کہ ان کے کفریہ اقوال کیا تھے؟کسی جہت میں احتمال موجود ہے یا نہیں؟اسی طرح عہد ماضی کے بہت سے مرتدین کا ذکر کتاب الشفا وغیرہ میں ہے۔ان کو آج بھی مرتد تسلیم کیا جاتا ہے،حالاں کہ ان کے کفریہ اقوال تواتر کے ساتھ مروی نہیں،نیز آج جہات ثلاثہ یعنی کلام،متکلم اور تکلم میں احتمال پیدا ہو تو اس احتمال کا دفع بھی مشکل ہے۔

تمام تحقیقات تکفیر کے وقت کی جاتی ہے،لیکن وہ تمام تفصیلات منقول نہیں ہوتیں۔ امام احمد رضا قادری نے''تمہید ایمان''اور فتاویٰ رضویہ(جلد یازدہم:ص 73-جلد ششم: ص 47-رضا اکیڈمی ممبئی)میں بھی اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق رفع احتمال کی صورتیں بیان فرمائی ہیں۔وقعات السنان اور الموت الاحمر وغیرہ میں بھی رفع احتمال کی توضیح وتشریح ہے،لیکن عہد ماضی کی تکفیر کلامی کی اس قدر تفصیلات منقول نہیں،پھر بھی کافر کو کافر ماننا ہے۔

(کتاب الشفا اور اس کی شروحات کے حوالے سے یہ بات قسط پنجم مرقوم ہے)

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی اجازت نہیں

اگر کسی پر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہو جائے تو عالم وغیر عالم کسی کو بھی اختلاف کی اجازت نہیں۔کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے اور ضروریات دین میں اختلاف،انکار یا توقف کی اجازت نہیں۔

مندرجہ ذیل عبارتوں میں عالم وغیر عالم کی تفریق کے بغیر یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ کافر کلامی کے کفر کا جو انکار کرے،وہ کافر ہے۔ہاں،اگر کفر کلامی کا فتویٰ ہی غلط تھا تو وہاں

کفر کلامی میں اختلاف نہ ہوگا، بلکہ غلط فتویٰ میں اختلاف ہوگا۔کوئی فرد کافر کلامی اسی وقت قرار پائے گا، جب کفر کلامی کا صحیح حکم اس پر وارد ہو، ورنہ وہ کافر کلامی نہیں۔

کافر کلامی کے کفر کا انکار اور اس میں شک کرنے والا بھی کافر کلامی ہے، پھر جو اس منکر کو کافر نہ مانے، وہ بھی کافر کلامی ہوگا۔کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین سے ہے۔جس کسی نے کافر کلامی کو مومن بتایا، اس نے ضروری دینی کے انکار کو ایمان بتایا۔ضروری دینی کی تصدیق ایمان ہے، نہ کہ انکار۔اس سے متعلق علمائے کرام کی عبارات درج ذیل ہیں۔

قال القاضی بعد ذکر الاقوال الکفریة: {فَلَا شَکَّ فی کفر هؤلاء الطوائف کلها قطعًا اجماعًا وَسَمْعًا–کذلک وقع الاجماع علٰی تکفیر کل مَنْ دَافَعَ نَصَّ الْکتاب اَوْ خصَّ حدیثًا مجمعًا علٰی نقله مقطوعًا به مجمعًا علٰی حمله علٰی ظاهره کتکفیر الخوارج بابطال الرجم–ولهٰذا نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل اَوْ وَقَفَ فیهم او شَکَّ اَوْ صَحَّحَ مَذْهَبَه وان اظهر مع ذلک الاسلام واعتقده–واعتقد ابطال کل مذهب سواه فهو کافرٌ باظهاره مَا اَظْهَرَ من خلاف ذلک}

(کتاب الشفا جلد دوم:ص286-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال الخفاجی: {(قطعا)ای جزمًا من غیر تردد فیه(اجماعًا)ای بالاجماع(وسمعًا)من اللّٰه ورسوله وکتابه وسنته}

(نسیم الریاض جلد ششم:ص358-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال القاری:{(قطعا)ای بلاشبهة(اجماعا)بلا مخالفة(وسمعا)ای وسماعا من الکتاب والسنة مایدل علی کفرهم بلامریة}

(شرح الشفا للقاری جلد دوم:ص520-دارالکتب العلمیہ بیروت)

توضیح: مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ ضروریات دین کے منکر کا کافر ہونا قرآن وحدیث اور اجماع متصل سے ثابت ہے۔ تکفیر قطعی کے شرائط واحکام قیاس واجتہاد سے ثابت نہیں ہیں۔ قطعی کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ اجتہاد سے ثابت ہونے والا امر ظنی ہوتا ہے۔

قال القاضی عیاض: {وقائل ھٰذا کله کافرٌ بالاجماع علٰی کُفْرِ مَنْ لَمْ یُکَفِّرْ اَحَدًا من النصارٰی والیهود وکل من فارق دین المسلمین اَوْ وَقَفَ فی تکفیرهم او شَکَّ–قال القاضی ابو بکر: لان التوقیفَ والاجماعَ اِتَّفَقَا عَلٰی کُفْرِهم–فمن وَقَفَ فی ذلک فَقَدْ کَذَّبَ النَّصَّ والتوقیفَ،اَوْ شَکَّ فیه وَالتَّکْذِیْبُ اَوِ الشَّکُّ فیه لا یقع الا من کافر}

(کتاب الشفا: جلد دوم:ص 281)

قال القاری: {(قال القاضی ابوبکر)الباقلانی(لان التوقیف)ای بالسماع من اللّٰه ورسوله (والاجماع اتفقا علٰی کفرهم–فمن وقف فی ذلک فقد کذب النص)ای نص الکتاب(والتوقیف)به من السنة علی الصواب(او شک فیه–والتکذیب او الشک فیه)ای فی کفرهم(لایقع) کل منهما(الا من کافر)}

(شرح الشفا للقاری جلد دوم:ص 514-دار الکتب العلمیہ بیروت)

توضیح: توقیف سے قرآن وحدیث میں کسی امر کا وارد ہونا مراد ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں، یعنی قرآن وحدیث میں جو اسمائے طیبہ وارد ہیں، انہیں کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوگا۔

قاضی ابوبکر باقلانی کی عبارت میں توقیف سے یہی مفہوم مراد ہے، یعنی قرآن وحدیث

میں کسی امر کا مذکور ہونا۔ضروریات دین میں اجماع سے اجماع متصل مراد ہوتا ہے۔

اسی طرح انکار ضروریات کے باب میں بھی اجماع سے اجماع متصل مراد ہوتا ہے۔ قاضی باقلانی کی عبارت اور ماقبل کی عبارت میں اجماع سے اجماع متصل مراد ہے،یعنی ایسے لوگوں کا کافر ہونا قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے اوراجماع متصل سے بھی ثابت ہے۔

قال الخفاجی:{(ولهذا)ای للقول بكفر من خالف ظاهر النصوص والمجمع عليه(نكفر من لم يكفر من دان بغير ملة الاسلام)ای اتخذه دينا(من)اهل(الملل)جمع ملة وهی الدين وبينهما فرق بحسب المفهوم(او وقف فيهم)ای توقف وتردد فی تكفيرهم(اوشک)فی كفرهم(اوصحح مذهبهم)ای اعتقد صحته كما تقدم عن بعضهم ان الايمان انما هو عدم جحد وحدانية اللّٰه وقد تقدم بيانه وابطاله—والفرق بين التوقف والشک ان التوقف ان لا يميل الی شئ من الطرفين—و الشک مع الترجيح للمخالف (وان اظهر الاسلام)باعتقاده والتزام احكامه(واعتقده)بقلبه(واعتقد ابطال كل مذهب سواه)ای غير الاسلام بان يقول انه منسوخ باطل فی الواقع غير مقبول عند اللّٰه ولكن يزعم ان من اقر بالالوهية والتوحيد غير كافر، كما تقدم من مذهب الجاحظ}

(نسیم الریاض جلد ششم:ص359-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال الخفاجی:{(وقائل هذا كله كافر بالاجماع علی كفر)متعلق بالاجماع (من لم يكفر احدًا من النصاری واليهود) كما ذكره الجاحظ (و)لم يكفر(كل من فارق دين المسلمين)كارباب الملل من المجوس وغيرهم ومفارقته مخالفته لهم قولا وفعلا(او وقف فی تكفيرهم)ای احجم

عنہ وترکہ نفیا واثباتا(او شک)فیہ فیجوز وجودہ وعدمہ وفی نسخۃ: توقف،وقیل:الوقوف والتوقف کالتردد بحیث لا یرجح احد الجانبین و الشک ان یجوزہ تجویزا مرجوحا وکلاھما کفر لانہ یقتضی التردد فی دین الاسلام وھو کفر بلا شک}

(نسیم الریاض جلد ششم ص342-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال الشیخ مرعی بن یوسف الحنبلی:{من اعتقد قدم العالم او حدوث الصانع اوسخر بوعد اللہ او وعیدہ-اَوْ لَمْ یُکَفِّرْ مَنْ دَانَ بِغَیْرِ الْاِسْلَامِ اَوْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ-او قال قَوْلًا یتوصل بہ الٰی تضلیل الامۃ-او کَفَّرَ الصَّحَابَۃَ فَھُوَ کافر}(غایۃ المنتہی جلد سوم:ص338-المؤسسۃ السعدیہ ریاض)

توضیح:مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہوگیا کہ کافر کلامی کومومن ماننے والا کافر ہے۔ ان عبارتوں میں یہ تفریق نہیں کہ عالم ومفتی اپنی تحقیق کی روشنی میں کسی کافر کلامی کے کفر کا انکار کرے اوراس کومومن مانے تو اس کے لیے یہ جائز ہے اور غیر عالم ومفتی ایسے کافر کو مومن مانے تو کافر ہوجائے گا،بلکہ یہ حکم مطلق ہے کہ جو کافر کلامی کومومن مانے،یااس کے کفر میں شک کرے،وہ کافر ہے۔عالم وغیر عالم کا کچھ فرق نہیں۔

کافر کلامی کے کفر میں شک کرنا بھی کفر کلامی

قال النووی والھیتمی: {وَاَنَّ مَنْ لَمْ یُکَفِّرْ مَنْ دَانَ بِغَیْرِ الْاِسْلَامِ کَالنَّصَارٰی اَوْ شَکَّ فِیْ تَکْفِیْرِھِمْ اَوْ صَحَّحَ مَذْھَبَھُمْ فَھُوْ کَافِرٌ-وَاِنْ اَظْھَرَ مَعَ ذٰلِکَ الْاِسْلَامَ وَاِعْتَقَدَہ}

(روضۃ الطالبین جلد ہفتم ص290-الاعلام بقواطع الاسلام ص378)

توضیح:کافر کلامی کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔کافر کلامی کوکافر ماننا

ضروریات دین میں سے ہے اور جب کسی کو ضروری دینی کا قطعی علم ہو جائے تو اسے ماننا فرض قطعی ہے، پس جب عالم ومفتی کوکسی کے کفر کلامی کا علم قطعی ہو گیا تو اس پر اس کافر کلامی کو کافر ماننا فرض قطعی ہے، نہ کہ ہر متکلم پر تحقیق فرض ہے۔ مفتی اول پر تحقیق فرض ہے، اور جب فتویٰ صحیح ہے تو دوسروں پر تصدیق فرض ہے۔

اگر کسی کو کوئی شبہہ ہو تو مفتی اول سے دریافت کرے، جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکات سے جہاد سے متعلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تھا۔ مفتی اول نہ ہو علمائے معتمدین سے دریافت کرے۔

یہ کہاں لکھا ہے کہ ہر متکلم پر فتویٰ کفر کی تحقیق فرض ہے؟

فرقہ بجنوریہ سے سوال ہے کہ آج اگر کسی متکلم کو الوہیت مرتضوی کے قائلین کے کفر کی تحقیق میں کلام، متکلم یا تکلم میں احتمال پیدا ہو گیا تو وہ ان قائلین الوہیت مرتضوی کو مومن مانے گا یا کافر؟

واضح رہے کہ کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں ۔ کفر فقہی قطعی التزامی میں فقہا و متکلمین کا لفظی اختلاف ہوتا ہے، اور کفر فقہی لزومی ظنی میں فقہا کا بھی باہمی اختلاف ہوتا ہے۔ تفصیل ''البرکات'' میں ہے۔

فرقہ بجنوریہ کو کفر فقہی اور کفر کلامی کی تقسیم پر بھی اعتراض ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اہل حق کی تائید ومعاونت کرتا رہوں گا، جب تک کہ اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جانب سے توفیق وعطا جاری رہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا مفہوم یہ ہے کہ جس کی تحقیق میں اس ملزم کا کافر ہونا ثابت ہو گیا، وہ اس کے کفر کا انکار کرے تو کافر ہو گا اور جس کی تحقیق میں اس ملزم کا کافر ہونا ثابت نہ ہو سکا، وہ اس ملزم کے کفر کا انکار کرے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔

اس تشریح جدید کا مفہوم یہ ہوا کہ ’’من شک :الخ‘‘میں بیان کردہ حکم کا تعلق ملزم کے کفر سے نہیں ، بلکہ مفتی کی تحقیق سے ہے۔دوسری بات یہ بھی ظاہر ہوئی کہ ہر مفتی کو اپنی تحقیق پر عمل کرنا ہے۔اب سوال ہے کہ عوام کس کی تحقیق پر عمل کرے؟

یہ بھی سوال ہے کہ کفر کلامی کو کفر اتفاقی کہا جاتا ہے،اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ کفر کلامی میں کسی اہل حق کا اختلاف نہیں ہوتا۔اگر اختلاف ہو تو اجتماع ضدین لازم آئے گا ، یعنی ملزم ایک ہی وقت میں اسلام سے خارج بھی ہوگا اور اسلام میں داخل بھی ہوگا۔

کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا ضروری دینی کیسے؟

(1) کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔یہ اجماع متصل اور قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

(2)متکلمین صرف ضروری دینی کے انکار پر حکم کفر عائد کرتے ہیں اور متکلمین کافر کلامی کے کفر کے انکار پر حکم کفر عائد کرتے ہیں۔اس کا صریح مفہوم یہ ہوا کہ کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین میں سے ہے،ورنہ متکلمین منکر تکفیر پر حکم کفر عائد نہیں فرماتے۔

کفر کلامی کے فتویٰ میں ’’من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر‘‘ کا یہی مفہوم ہے کہ اس ملزم کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔جو اس کو کافر نہ مانے ،یا اس کے کفر میں شک کرے، وہ ایک ضروری دینی کا منکر یا اس میں شک کرنے والا ہے،لہٰذا وہ کافر ہے۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:06:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط سوم

کافر کلامی کو کافر ماننا ضروری دینی

جب مفتی اول نے تحقیق وتنقیح کے بعد کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری فرمادیا تو مجرم کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین کا ایک مسئلہ ہوگیا۔اب جو حکم ضروریات دین کا ہے،وہی حکم اس مسئلے کا ہوگا،جیسے ضروریات دین کے علم قطعی کے بعد اس کی تصدیق فرض قطعی اور اس کا انکار کفر کلامی ہے۔

اسی طرح علم قطعی کے بعد اس کفر کلامی کی تصدیق فرض قطعی اور اس کا انکار کفر کلامی ہوگا۔ضروریات دین کا قطعی علم عالم کو ہو یا جاہل کو،دونوں کے لیے اس کی تصدیق فرض قطعی ہے۔اسی طرح کفر کلامی کا علم قطعی عالم کو ہو یا جاہل کو۔علم قطعی کے بعد دونوں کو اس کی تصدیق فرض قطعی ہے۔

فرقہ بجنوریہ قادیانی کو مرتد مانتا ہے،اور اشخاص اربعہ کے کفر کے انکار کے لیے حیلے تلاش کرتا ہے۔بعض لوگ یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ اشخاص اربعہ کو کافر ماننا ضروری دینی کیسے ہوگیا۔ان لوگوں سے سوال ہے کہ قادیانی کو کافر ماننا ضروری دینی کب سے ہوگیا؟

قادیانی نہ عہد رسالت میں تھا،نہ ہی قرآن وحدیث یا اجماع متصل میں اس کی تکفیر کا ذکر ہے؟ قادیانی کے کافر ہونے کے لیے جو قانون ہوگا،وہی قانون اشخاص اربعہ کے لیے ہوگا۔اگر قادیانی کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے تو اشخاص اربعہ کو کافر ماننا بھی ضروریات دین میں سے ہوگا۔

جو سوالات اشخاص اربعہ کی تکفیر پر اٹھائے جاتے ہیں، وہی تمام سوالات قادیانی کی تکفیر پر بھی ہوں گے، لیکن فرقہ بجنوریہ قادیانی کی تکفیر کو ضروری دینی مانتا ہے، اور اشخاص اربعہ کی تکفیر کو غلط قرار دیتا ہے۔

علم الٰہی قدیم ہے۔علم خداوندی میں ضروری دینی اور غیر ضروری دینی کا ثبوت ازل سے ہے۔ بندوں کے لیے اس کا ثبوت وقت کے ساتھ مقید ہے۔ جب ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں تو پچاس نمازوں کی فرضیت ضروری دینی ہوگئی، پھر آخر کار پانچ نمازیں باقی رہیں۔

جب پہلی بار دس نماز کی تخفیف ہوئی تو صرف چالیس کی فرضیت ضروری دینی رہی، پھر دوسری بار میں تیس کی، تیسری بار میں بیس کی، چوتھی بار میں دس کی اور پانچویں بار میں پانچ کی فرضیت ضروری دینی رہی، اور چوں کہ چھٹی بار تخفیف کی طلب کے واسطے بارگاہ الٰہی میں واپسی نہ ہوئی تو ان پانچ کی فرضیت مستحکم ہوگئی۔

ایک ہی شب میں کبھی پچاس نمازوں کی فرضیت ضروری دینی قرار پائی، پھر کچھ وقت بعد چالیس کی فرضیت، پھر تیس کی فرضیت، پھر بیس کی فرضیت، پھر دس کی فرضیت، پھر پانچ کی فرضیت ضروری دینی قرار پائی۔

نماز کی فرضیت کا ثبوت بندوں کے لیے کسی وقت میں ہورہا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں کبھی پچاس کی فرضیت تھی، کبھی چالیس کی، کبھی تیس، کبھی بیس اور کبھی دس کی، پھر انجام کار پانچ کی فرضیت باقی رہی۔ جب پچاس کی فرضیت علم نبوی میں تھی تو اس وقت پینتالیس نمازوں کو الگ کر کے محض پانچ کی فرضیت کا علم نہیں، کیوں کہ محض پانچ فرض ہی نہیں تو محض پانچ کی فرضیت کا علم کیسے ہوگا۔ یہ تو خلاف حقیقت بات ہوگی۔

اگر حضور اقدس عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطائے خداوندی سے علم

غیب کے طور پر یہ معلوم بھی ہو کہ انجام کار صرف پانچ کی فرضیت باقی رہے گی تو جب تک کچھ تخفیف نہیں ہوئی ،اس وقت تک پچاس کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا ہے اور پچاس کی فرضیت اس وقت ضروری دینی ہے۔

الحاصل ایک وقت آیا کہ محض پانچ کی فرضیت ثابت رہی اور محض پانچ کی فرضیت کا علم جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوا ،اسی وقت سے باقی کو الگ کر کے محض پانچ کی فرضیت ضروری دینی باقی رہی ، پھر جس صحابی کو جس وقت زبان نبوی سے یا خبر متواتر کے ذریعہ نماز کی فرضیت کا علم ہوا ،اسی وقت نماز کی فرضیت ان صحابی کے حق میں ضروری دینی ہوگئی۔

جس وقت روزہ کی فرضیت کی آیت نازل ہوئی ،اسی وقت سے روزہ کی فرضیت ضروری دینی ہوگئی ، پھر جس صحابی کو جس وقت زبان نبوی سے یا خبر متواتر سے روزہ کی فرضیت کا علم ہوا ،اسی وقت روزہ کی فرضیت ان صحابی کے حق میں ضروری دینی ہوگئی۔

الحاصل بندوں کے حق میں ضروری دینی کے ثبوت مطلق کا تعلق بھی وقت سے ہے اور خاص کر فلاں مومن کے حق میں کسی ضروری دینی کی ضرورت کا ثبوت بھی علم یقینی کے وقت سے مقید ہے ،یعنی جب اس مومن کو اس امر کا یقینی علم ہوگا ،اس وقت وہ اس کے حق میں ضروری دینی ہوگا۔

علم الٰہی میں کوئی امر وقت سے مقید نہیں ، بلکہ علم الٰہی قدیم ہے۔قدیم کا وقت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔علم الٰہی میں کسی ضروری دینی کا ضروری دینی ہونا وقت سے مقید نہیں ہوگا ۔بندوں کے حق میں ضروری دینی کا ثبوت وقت سے مقید ہے ،مثلاً جب روزہ کی فرضیت کی آیت نازل ہوئی تو روزہ کی فرضیت ضروریات دین میں سے ہوگئی۔

اب ہر خاص مومن کے حق میں اس کا ضروری دینی ہونا اس وقت ثابت ہوگا ، جب

اس کو یقینی طور پر اس کا علم ہو جائے۔ اگر اس کا علم ہے، لیکن ظنی علم ہے تو ابھی یہ امر اس کے حق میں ضروری دینی نہیں۔ جب یقینی علم ہوگا، تب وہ اس کے حق میں ضروری دینی ہوگا۔

اشخاص اربعہ کا کافر کلامی ہونا جس وقت مفتی کی نظر میں صحیح طور پر ثابت ہو گیا، اسی وقت مفتی کے لیے اشخاص اربعہ کی تکفیر ضروری دینی ہوگئی۔ اب دوسروں کے حق میں اس وقت ضروری دینی ہوگی، جب ان کو قطعی طور پر اس کا علم ہوگا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ضروری دینی کا ثبوت الگ ہے، اور کسی قاعدہ کلیہ ضروریہ کے موضوع کے افراد کا تعین الگ ہے۔ تکفیر میں کسی جدید ضروری دینی کا اثبات نہیں ہوتا ہے، بلکہ ضروری دینی کے موضوع کے افراد وجزئیات کا تعین ہوتا ہے۔ ہر گستاخ رسول کافر ہے ۔ یہ قاعدہ کلیہ ضروریات دین میں سے ہے۔

جب مفتی کی نظر میں تحقیق کامل کے بعد زید کا گستاخ رسول ہونا قطعی بالمعنی الاخص ہو جائے اور جانب مخالف کا احتمال بعید بھی نہ ہو تو زید اس ضروری دینی قاعدہ کلیہ کے موضوع کا ایک فرد ہو گیا اور جب حکم سے کوئی مانع نہ ہو تو اس قاعدہ کلیہ کے موضوع کے لیے جو حکم ثابت ہے، وہ حکم زید کے لیے ثابت ہو گیا اور زید کا کافر ہونا ضروریات دین میں سے ہو گیا۔

اسی طرح ''ہر منکر ختم نبوت کافر ہے''۔ یہ بھی قاعدہ کلیہ اور ضروریات دین میں سے ہے۔ خالد کا منکر ختم نبوت ہونا قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو گیا اور جب حکم سے کوئی مانع نہ ہو تو اس قاعدہ کلیہ کے موضوع کا جو حکم ہے، وہ حکم خالد کے لیے ثابت ہوگا۔ اشخاص اربعہ کی کفری عبارتیں کفری معنی میں متعین اور مفسر ہیں۔

ان عبارتوں سے متعلق دیوبندیوں کی تاویل، تاویل باطل ہے۔ مفسر سے متعلق چار مضامین میں اس کی وضاحت رقم کر دی گئی ہے۔ (وہ مضامین اسی رسالہ کے اخیر میں ہے)

اعتقادیات میں اجتہاد کا حکم

اعتقادیات اگرضروریات دین میں سے ہیں توان میں اجتہاد کے ذریعہ نئی راہ اختیار کرنے والا کافر ہوگا،اور وہ اعتقادیات اگرضروریات اہل سنت میں سے ہے تو اجتہاد کے ذریعہ نئی راہ اختیار کرنے والا گمراہ قرار پائے گا۔اس امر میں مجتہد وغیر مجتہد اور عالم وجاہل کا کوئی فرق نہیں۔

کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔اب ثابت شدہ کفر کلامی میں اپنی تحقیق کے ذریعہ نئی راہ اختیار کرنے والا یقیناً مرتد ہے۔جولوگ کہتے ہیں کہ ہر ایک مفتی کو تحقیق کرنا ہےاور اپنی تحقیق پر عمل کرنا ہے،وہ کوئی صریح جزئیہ پیش کریں۔

ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

(1)قال التفتازانی:{لان المخطئ فی الاصول والعقائد یعاقب،بل یُضَلَّلُ اَوْ یُکَفَّرُ-لان الحق فیھا واحد اجماعًا-والمطلوب ھو الیقین الحاصل بالادلة القطعیة-اذ لا یعقل حدوث العالم وقدمه وجواز رویة الصانع وعدمه-فالمخطئ فیھا مخطئ ابتداءً وانتھاءً}

(التلویح جلد دوم:ص 121)

(2)قال الملا احمد جیون: {(وھذا الاختلاف فی النقلیات دون العقلیات)ای فی الاحکام الفقھیة دون العقائد الدینیة-فان المخطئ فیھا کافر کالیھود والنصارٰی اومُضَلَّلٌ کالروافض والخوارج والمعتزلة ونحوھم} (نورالانوارص 247)

توضیح:مذکورہ بالاعبارت میں عقلیات سے مراد اعتقادیات ہیں۔اعتقادیات کو عقلیات کہا جاتا ہے۔قطعی عقائد واحکام میں اجتہاد جائز نہیں،خواہ وہ قطعی بالمعنی الاخص

ہوں ،یا قطعی بالمعنی الاعم ۔قطعی بالمعنی الاخص عقائد واحکام ضروریات دین ہیں ۔قطعی بالمعنی الاعم عقائد واحکام ضروریات اہل سنت ہیں ۔

مذکورہ بالا عبارتوں میں بتایا گیا کہ عقائد میں اجتہاد کے ذریعہ نئی راہ اختیار کرنے والا کافر ہوگا یا گمراہ ہوگا۔اگر ضروریات دین میں اجتہاد کے ذریعہ نئی راہ اختیار کیا تو کافر ہے۔ اگر ضروریات اہل سنت میں اجتہاد کے ذریعہ نئی راہ اختیار کیا تو گمراہ ہے۔

کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔اب جو محقق ومفتی ثابت شدہ کفر کلامی میں اپنی تحقیق کے ذریعہ نئی راہ اختیار کرے اور ملزم کو مومن کہے، وہ محقق ومفتی کافر ہے۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:08:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط چہارم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

مسئلہ تکفیر تحقیقی ہوتا ہے،لیکن تحقیق صحیح کے بعد تکفیر کلامی کا مسئلہ ضروریات دین میں شامل ہوجاتا ہے۔اس کے بعداس کے اقرار وانکار کا وہی حکم ہوگا جوضروریات دین کے اقرار وانکار کا حکم ہے۔جب مفتی اول نے مسئلہ تکفیر کلامی کی صحیح تحقیق کرلی اوروہ ہراعتبار سے مطمئن ہوگیا توتحقیق مکمل ہوتے ہی مجرم کوکافر ماننا خود مفتی اول پرفرض اورضروریات دین میں سے ہوگیا۔

جب مفتی اول نے اپنی تحقیق سے دوسروں کومطلع کردیا،مثلاً کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کردیا تواب دیگر مومنین کے لیے بھی مجرم کوکافر کلامی ماننا ضروریات دین میں سے ہو گیا۔اب جوضروریات دین کے احکام ہیں،وہی احکام یہاں نافذ ہوں گے،یعنی اس تکفیر کلامی کے علم یقینی واطلاع قطعی کے بعداس میں شک،توقف ، انکار،تاویل ودیگر منافی تصدیق امور کاارتکاب کفر ہوگا۔

مسئلہ تکفیر دائمی طور پر تحقیقی نہیں رہتا ہے۔کفرکلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد دیگر متکلمین صرف یہ تحقیق کر سکتے ہیں کہ مفتی اول کے لیے تمام جہات محتملہ کس طرح قطعی اوریقینی ہوئی تھیں،اورکافر کلامی کوبہر حال کافر کلامی ماننا فرض ہوگا۔

صرف مفتی اول کوتحقیق وتفتیش کی مدت میں یہ اجمالی عقیدہ رکھنا ہے کہ ملزم عنداللہ

جیسا ہے، ہمارے اعتقاد میں بھی ویسا ہی ہے۔ جب اس کے لیے دلائل وشواہد کی روشنی میں مومن یا کافر ہونا یقینی ہو جائے تو جو ثابت ہوا، اسی کا اعتقاد رکھے۔ اگر تکفیر کا وہ فتویٰ غلط ہے تو علم ہونے پر مفتی اول کو رجوع کرنا اور دیگر علما پر اس کی تردید وتغلیط لازم ہوگی۔

سوال: دیگر متکلمین کو کیسے معلوم ہوگا کہ تکفیر کلامی کا یہ فتویٰ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: تکفیر شخصی یا تکفیر عمومی خواہ تکفیر کلامی ہو یا تکفیر فقہی، ہر قسم کے فتویٰ میں مفتی اول وہ تمام تحقیقات ودلائل درج کرتا ہے، تکفیر کے لیے جن دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔

عام طور پر ایسے فتاویٰ جاری کیے جانے سے قبل اہل علم سے استصواب رائے بھی کیا جاتا ہے۔ دیگر متکلمین وفقہا مفتی اول کے دلائل وتحقیقات کی روشنی میں فتویٰ کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ جب دیگر قابل اعتماد متکلمین ومفتیان کرام نے بھی اس فتویٰ کو صحیح قرار دیا ہو تو اب اس کی صحت کو جانچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کوئی مفتی اپنی تحقیق کے ذریعہ ثابت شدہ کفر کلامی کا انکار نہیں کرسکتا، جیسے آج عہد صدیقی سے آج تک کے مدعیان نبوت، الوہیت مرتضوی کے قائلین وغیرہم کی تکفیر کا منکر کافر قرار پائے گا۔ ایسا نہیں قیامت تک ہر مفتی کو اپنی تحقیق پر عمل کرنا ہے۔

اگر کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کے بعد کسی کو کچھ شک پیدا ہوا، اور اسے مجرم کی تکفیر کلامی کا یقینی علم ہے تو محض اپنا شک دور کرنے کے لیے تحقیق کرے، اور تحقیق کی مدت میں بھی کافر کلامی کو کافر کلامی اعتقاد کرے۔ تحقیق کے نام پر کفر کلامی کے صحیح فتویٰ سے اختلاف یا توقف کی اجازت نہیں، کیوں کہ اس کو کفر کا علم یقینی ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو مجرم مثلاً تھانوی کی تکفیر کی خبر غیر قطعی وغیر ظنی صورت میں ملی، مثلاً تکفیر وعدم تکفیر کی متضاد روایتیں موصول ہوئیں، یہاں تک کہ تھانوی کی تکفیر اس کے لیے مشکوک ہوگئی تو وہ فی الحال یہ عقیدہ رکھے کہ عند اللہ وہ جیسا تھا، ہمارے اعتقاد میں بھی

ویسا ہی ہے اور بلا تاخیر حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرے۔

اگر کوئی اپنا شک دور کرنے کے واسطے تحقیق و تفتیش نہ کرے، بلکہ یہ اجمالی عقیدہ بنا لے کہ وہ عند اللہ جیسا ہے، وہ ہماری نظر میں بھی ویسا ہی ہے تو یہ توقف ہے، اور ضروریات دین میں توقف کفر ہے، اور ضروریات اہل سنت میں توقف ضلالت وگمرہی ہے۔

ظنی وفقہی یعنی اجتہادی امور میں عدم ظہور حقیقت کے وقت توقف کی اجازت ہے۔ حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بعض امور اجتہادیہ میں ''لا ادری'' فرمانا اسی قبیل سے ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفر یزید سے توقف بھی اسی قبیل سے ہے۔

تعارض روایات کے سبب کفر یزید، ایمان ابوطالب، ایمان ابوین کریمین اجتہادیات میں داخل ہیں، اسی لیے ان امور میں علما کا اختلاف ہے۔ کفر ابن تیمیہ، کفر ابن عبد الوہاب نجدی وکفر اسماعیل دہلوی کفر فقہی ہے، کفر کلامی نہیں۔ کفر فقہی میں فقہا و متکلمین کا لفظی اختلاف ہوتا ہے۔ تکفیر کلامی کے علاوہ تکفیر کی متعدد صورتیں ہیں، جن میں اختلاف ہوتا ہے تفصیلی بیان ''البرکات النبویہ'' رسالہ دہم: باب ہفتم میں ہے۔

سوال: دیگر متکلمین کفر کلامی کی صحت وعدم صحت کا فیصلہ کیسے کرتے ہیں؟

جواب: علمائے متکلمین کو کفر کلامی کا حکم جاری کرنے کی اجازت ہے۔ اس سے بالکل واضح ہے کہ کفر کلامی کے صحیح وغیر صحیح ہونے کا علم ممکن ہے، محال نہیں۔ اگر کفر کلامی کی صحت وعدم صحت کا علم محال ہوتا تو متکلمین کو بھی کفر کلامی کے فتویٰ سے منع کر دیا جاتا جیسے غیر متکلم فقہا کو کفر کلامی کے فتویٰ کی اجازت نہیں دی گئی۔

کفر کلامی کا حکم اس وقت جاری ہوتا ہے جب کسی ضروری دینی کا انکار ہو، اور تمام جہات محتملہ مثلاً کلام، متکلم اور تکلم میں احتمال بلا دلیل بھی باقی نہ رہے۔ جس میں احتمال بلا

دلیل بھی نہ ہو،اسی کو قطعی بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے۔کفر کلامی کے فتویٰ کو جانچنے کے لیے دیگر متکلمین بھی انہی امور پر غور کرتے ہیں،جن امور کی تحقیق مفتی اول کو کرنی ہے۔

فرق صرف یہ ہے کہ مفتی اول کی تحقیق میں اگر کوئی شرط مفقود ہوگی تو وہ کفر کا فتویٰ نہیں دے گا اور فتویٰ جاری ہونے کے بعد دیگر علما کو کسی شرط کے وجود میں کوئی شک ہوا تو مفتی اول سے رجوع کرنا ہے۔اگر وہ نہ ہوتو دیگر اہل علم سے رجوع کرے جو حقائق پر مطلع ہوں۔لاعلمی کے سبب کسی کو ثابت شدہ حقیقت کے انکار کی اجازت نہیں ہوگی۔

دیگر علما کو اگر تحقیق سے یہ معلوم ہوگیا کہ مفتی اول نے تحقیق میں خطا کی ہے،تب اسے انکار کا حق حاصل ہوگا ، کیوں کہ تحقیق اول میں خطا کے سبب تکفیر کلامی کا وہ مسئلہ ضروریات دین میں شامل ہی نہ ہوسکا ، پھراس میں اختلاف کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ضروری دینی میں اختلاف ہوا ہے،جیسے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی تکفیر میں احتمال فی التکلم موجود ہے، کیوں کہ کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں تحریف کا امکان ہے۔

ہاں ،اگر مفتی اول کا فتویٰ صحیح تھا تو تکفیر کلامی کا وہ مسئلہ ضروریات دین میں شامل ہو گیا۔اب بعد کے کسی مفتی کو اپنی تحقیق کی بنیاد پر اختلاف کا حق حاصل نہیں ، کیوں کہ ضروری دینی میں اجتہاد کے ذریعہ نئی راہ اختیار کرنے والا مرتد ہے۔

کفر کلامی میں ساری محتمل جہات قطعی بالمعنی الاخص ہوجاتی ہیں۔قطعی بالمعنی الاخص میں عوام وخواص کسی کا اختلاف نہیں ہوتا۔اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ قطعی بالمعنی الاخص کا احتمال بالدلیل اوراحتمال بلا دلیل سے پاک ہونا عوام کے لیے بھی واضح ہوتا ہے۔

جب قطعی بالمعنی الاخص کی قطعیت اس قدر روشن ہوتی ہے تو پھر کفر کلامی کی صحت وعدم صحت بھی سب کے لیے یقیناً قابل فہم ہوگی۔ماننا اور نہ ماننا الگ بات ہے۔

فرقہ سوفسطائیہ اور فرقہ لاادریہ موجود چیزوں کا بھی انکار کرتے ہیں۔ایسے انکار کا

کوئی اعتبار نہیں۔

اہل علم کا قطعی بالمعنی الاعم میں بھی اختلاف نہیں ہوتا اور قطعی بالمعنی الاخص میں تو عوام وخواص میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہوتا۔کفر کلامی کا فتویٰ اس وقت جاری ہوتا ہے، جب تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہوجائیں ،پھر قطعی بالمعنی الاخص جہات میں اختلاف کیوں کر ہوسکتا ہے۔اغوائے شیطانی کے سبب انکار ہوتو اس کا کوئی علاج نہیں۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:12:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط پنجم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

متعدد صورتوں کے ذریعہ اس مسئلہ کی تفہیم کی کوشش ہوگی، تاکہ جس کو جو صورت سمجھ میں آ جائے، وہی اس کے حق میں دلیل ہو جائے۔ ہر ایک انسان کی نہ فطرت یکساں ہے، نہ ہی سب کی عقل وخرد مساوی ہے۔

(الف) کفر کلامی میں غیر متکلم فقہا کو اختلاف کی اجازت نہیں

امام غزالی نے فرمایا کہ کفر کلامی کی دلیل قطعی ہوتی ہے تو فقہا اسے سمجھ سکتے ہیں۔ بالفرض اگر سمجھ میں نہ آئے تو بھی فقہا کو متکلمین کا فتویٰ تکفیر ماننا فرض ہے، جیسے کسی کو صدق نبوت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو بھی نبی کو نبی ماننا فرض ہے۔فقہا کو فتویٰ تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی ماننا فرض ہے، اسی طرح عوام کو بھی ماننا فرض ہے، خواہ سمجھ میں آئے، یا نہ آئے۔

مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوتا ہے، کافر بدعتی کا نہیں۔ اگر فقہائے شوافع کو کسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہو سکا اور فقہا نے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کو غیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے کفریہ قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ اس کفریہ قول کا حکم متکلمین سے دریافت کرتے، اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔

اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہا عدم علم کے سبب اجماع

کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

قال الغزالی: {فان قیل: فَلَوْ تَرَکَ بَعْضُ الفقهاء الاجماعَ بِخِلَافِ الْمبْتَدِعِ الْمُکَفَّرِ اِذَا لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ بدعته تُوْجِبُ الْکُفْرَ – وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاینعقد دونه – فَهَلْ یُعْذَرُ من حیث اَنَّ الفقهاء لایطلعون عَلٰی مَعْرفَةِ مَا یُکَفَّرُ بِه من التاویلات؟ قلنا لِلْمَسْئَلَةِ صُوْرَتَانِ.

(1) اِحْدَاهُمَا اَنْ یَقُوْلَ الفقهاء: نحن لَا نَدْرِیْ اَنَّ بدعته توجب الکفرَ اَمْ لَا؟ ففی هذه الصورة لاَ یُعْذَرُوْنَ فِیْهِ اِذْ یَلْزَمُهُمْ مُرَاجَعَةُ علماء الاصول، ویجب علی العلماء تعریفُهم، فاذا اَفْتوهُمْ بکُفْرِه فعلیهم التقلید – فَاِنْ لَمْ یَقْنَعْهُمُ التَّقلید – فَعَلَیْهِمُ السُّوَالُ عن الدلیل، حَتّٰی اذا ذُکِرَ لهم دلیلُه، فَهِمُوْهُ لامَحَالَةَ – لِاَنَّ دَلِیْلَهٗ قَاطِعٌ، فَاِنْ لَمْ یُدْرِکْهُ فَلَا یَکُوْنُ مَعْذُوْرًا، کَمَنْ لَایُدْرِکُ دَلِیْلَ صدق الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم فانه لَاعُذْرَ مَعَ نَصْبِ اللّٰهِ تَعَالٰی الْاَدِلَّةَ الْقَاطِعَةَ.

(2) الصورة الثانیة اَنْ لَا یکونَ بَلَغَتْهُ بِدْعَتُه وَعَقِیْدَتُه فَتَرَکَ الْاِجْمَاعَ لِمُخَالَفَتِه فَهُوَ مَعْذُوْرٌ فِیْ خَطَاِہٖ وَغَیْرُ مُوَاخَذٍ بِهٖ} (المستصفٰی من علم الاصول جلد اول ص184)

توضیح: جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کر دیں تو فقہا کو تقلید لازم ہے۔ اگر فقہا اس کی دلیل دریافت کریں تو متکلمین دلیل بیان کریں گے، اور فقہا یقینی طور پر اس دلیل کو سمجھ لیں گے، کیوں کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔ اس میں کوئی احتمال نہیں ہوتا۔

اگر فقہا کو دلیل تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی انہیں فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔ امام غزالی

قدس سرالقوی کے قول{فَاِنْ لَمْ یُدْرِکْہُ فَلَا یَکُوْنُ مَعْذُوْرًا } سے بالکل واضح ہوگیا کہ جو کافر کلامی کے کافر کلامی ہونے کے دلائل کو نہ سمجھ سکے ،وہ معذور نہیں ہے، بلکہ اس کو حکم شرعی ماننا ہوگا۔جیسے کسی کو نبی کی صداقت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو وہ معذور نہیں ہوگا ، بلکہ نبی کو نہ ماننے کے سبب کافر ہوگا ، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل قائم فرمادیئے ،یعنی نبی کی نبوت کو ثابت کرنے کے واسطے معجزہ ظاہر فرمادیا۔

امام غزالی کے قول (فعلیہم التقلید) سے خلیل بجنوری کا یہ نظریہ باطل ہوگیا کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں ، بلکہ تحقیقی ہے۔اس میں صراحت ہے کہ غیر اہل کے لیے مسئلہ تکفیر کلامی تقلیدی ہے۔یہ بات عقل کے مطابق ہےاوریہی حکم قرآنی ہے: (فاسئلوا اہل الذکران کنتم لاتعلمون)،یعنی جو مسئلہ جس کی قوت سے باہر ہو، وہ اس مسئلہ میں ہاتھ نہ ڈالے، بلکہ اہل علم سے اس بارے میں دریافت کرے۔فقہی مسائل میں اس قدر احتیاط ہے کہ امام مجتہد کی تقلید لازم قرار پائے ،اوراعتقادی مسائل کو ہر شخص حل کرنے لگے،یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔

(ب) کفر کلامی میں متکلمین کواختلاف کی اجازت نہیں

خلیفہ چہارم شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں عبداللہ بن سبا کے غلط اثرات سے متاثر ہوکر بعض لوگوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔اس دعویٰ کے سبب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مرتد قرار دے کر جلادیا۔اسی طرح بعض دیگر خلفا نے دعویداران نبوت کو مرتد ہونے کے سبب قتل کردیا۔ان زمانوں کے علمائے کرام نے بھی اس عمل پر اتفاق ظاہر کیا اوران مرتدین کو مرتد ہی سمجھا،اورایسے مرتدین کے کفروارتداد کی مخالفت کرنے والوں کوبھی کافر قرار دیا۔

منکرین تکفیر کے کافر ہونے کا حکم مطلق ہے۔ایسا نہیں کہ کسی عالم کو اپنی ذاتی تحقیق میں جہات ثلاثہ یعنی کلام ومتکلم وتکلم میں کوئی احتمال نظر آئے تو اسے انکار کا حق ہےاور غیر

عالم کوانکار کا حق نہیں، بلکہ عالم وغیر عالم کسی کوانکار کا حق نہیں ۔جہات ثلاثہ اور دیگر شرائط مفتی اول کی نظر میں ثابت ہونے چاہئے ،نہ کہ تمام عوام وخواص کی نظر میں۔

قال القاضی: {وَقَدْ اَحْرَقَ علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ مَنْ اِدَّعٰی لَہُ الْاِلٰہِیَّۃَ–وقد قتل عبد الملک بن مروان الحارث المتنبی وَصَلَبَہ–وَ فَعَلَ ذلکَ غیر واحدٍ من الخلفاء والملوک باشباھھم–وَاَجْمَعَ علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم–وَالمُخَالِفُ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ کُفْرِھِمْ کَافِرٌ}

(کتاب الشفا جلد دوم:ص 297)

توضیح: حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الوہیت مرتضوی کے قائلین کومرتد قرار دے کرانہیں آگ میں جلادیا،اسی طرح دیگر سلاطین اسلام نے مرتدین کوقتل وہلاک کیا۔اس عہد کے علمانے اس سزاکواوراس تکفیرکوصحیح قراردیا،اوراس تکفیر کے منکرکوکافرقراردیا ،کیوں کہ وہاں کسی ضروری دینی کاقطعی انکارتھا۔ان لوگوں کی تکفیر کے انکارمطلب یہی تھا کہ تکفیر کا منکراس ضروری دینی کوضروری دینی نہیں مانتا،ورنہ ضرور اس ملزم کوکافر مانتا۔

عہدحاضر میں مسلک دیوبند کے عناصراربعہ کے متبعین کی کثرت دیکھ کربعض مذبذبین طواغیت اربعہ کی تکفیر کا انکار کرنا چاہتے ہیں اوراس انکار کے لیے دلائل وتاویلات کے متلاشی ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے مذبذبین سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے: آمین

قال الخفاجی: {(واجمع علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم)ای تصویبہ اَوْ ھو من اضافۃ الصفۃ للموصوف–وذلک لکذبھم عَلَی اللّٰہ بِاَنَّہ نَبَّأھُمْ وتکذیب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی–انہ خاتم الرسل–وَاَنَّہ لا نبی بعدہ(و)اَجْمَعُوْا اَیْضًا عَلٰی(اَنَّ الْمُخَالِفَ فِیْ ذٰلِکَ)اَیْ تَکْفِیْرِھِمْ بِمَا اِدَّعُوْہُ(مِنْ کُفْرِھِمْ)ھومفعول المخالفِ اَیْ مَنْ خَالَفَ مَذْھَبُھُمْ فی تکفیرھم

فَقَالَ: لَا یُکَفَّرُوْنَ(کَافِرٌ)لانہ رضی بِکُفْرِھِمْ وَتَکْذِیْبِھِمْ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ}

(نسیم الریاض جلد چہارم:ص536-دارالکتاب العربی بیروت)

قال الملا علی القاری:{(والمخالف فی ذلک)الفعل(مِنْ کُفْرِھِم) اَیْ مِنْ جهته(کَافِرٌ)لِجَحْدِہٖ کُفْرَھُمْ}

(شرح الشفا للقاری جلد چہارم:ص536-دارالکتاب العربی بیروت)

قال المحشی علی محمد البجاوی المصری:{من خالف مکفرھم فی تکفیرھم، فقال: لا یکفرون،ھذا المخالف کافر،لانہ رضی بکفرھم وتکذیبھم للّٰہ ورسولہ} (حاشیۃ الشفا:ص1091-دارالکتاب العربی بیروت)

توضیح:منقولہ بالاعبارتوں میں یہ بتایا گیا کہ اگرکسی پرکفرکلامی کاصحیح حکم عائد ہوچکا تو اس کی تکفیر کا منکر کافر ہے۔یہاں عالم وغیر عالم کی تفریق نہیں، بلکہ عدم اختلاف کا حکم سب کے لیے ہے۔ضروری تحقیق کے بعد ہی کفر کلامی کا حکم نافذ کیا جاتا ہے، پھر اس سے انکار کیوں کر کیا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ کفر کلامی کے فتویٰ میں علمائے حق کا اتفاق ہی ہوتا ہے۔کتاب الشفا کی منقولہ عبارت{وَاَجْمَعَ علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم}سے مراد یہ ہے کہ علمائے حق نے اس پر اپنے اتفاق کا اظہار بھی کیا۔اگر اتفاق ظاہر نہ بھی کریں تو بھی ہر ایک کو کافر کلامی کے کافر ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

آج لوگ حسام الحرمین کی تصدیق پر اعتراض کرتے ہیں۔مذکورہ عبارت سے واضح ہوگیا کہ اظہار اتفاق سے تقویت وتائید ہوتی ہے، ورنہ کفر کلامی کا صحیح حکم ایک مفتی نے بھی جاری کیا ہو تو بھی اس کا انکار کفر ہی ہے۔

(ج) صرف مفتی اول کے لیے احتمالات کا خاتمہ لازم ہے

اگر کلام متعین فی الکفر بھی ہوتو علمائے مابعد کو اپنی تحقیق کے وقت احتمال فی المتکلم اور احتمال فی التکلم کی صورت درپیش ہوسکتی ہے، مثلاً آج سے پانچ سو سال قبل کسی نے صریح متعین (مفسر) لفظوں کے ساتھ اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔اس کلام و دعویٰ نبوت میں کسی قسم کے احتمال کی گنجائش نہ تھی۔

مفتی کے پاس اس مدعی نبوت نے اپنے دعوی نبوت کو دہرایا اور اقرار کیا، مفتی نے آزمائش کر کے دیکھ لیا کہ یہ آدمی ہوش وحواس کے ساتھ بلا جبر و اکراہ، اپنے قصد و رضا کے ساتھ تمام معانی و مطالب کو سمجھ کر محض اپنی شقاوت قلبی کے سبب دعوی نبوت کر رہا ہے۔

یا مفتی کے پاس اس ملزم کا قول تواتر کے ساتھ پہنچا اور مفتی نے تمام تحقیق کر لی، جس سے واضح ہوگیا کہ متکلم نے ہوش وحواس میں اپنے قصد و رضا کے ساتھ دعویٰ نبوت کیا ہے۔

اب کلام، متکلم و تکلم میں سے کسی جہت میں بھی کسی قسم کا احتمال باقی نہ رہا، اس لیے اس مفتی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری کیا۔اس عہد کے تمام اہل حق علما نے اس فتویٰ پر اتفاق کرلیا۔بادشاہ اسلام نے دعوی نبوت کے سبب اس مجرم کو قتل بھی کر دیا۔

اب مابعد والوں کو وہ فتویٰ ماننا فرض ہے، کیوں کہ مفتی اول کے لیے تمام جہات محتملہ یقینی تھیں۔اس صورت میں وہ فتویٰ صحیح تھا اور کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کو ماننا فرض اور انکار کفر ہے۔اب اس ملزم کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہوگیا۔جس کو اس کی تکفیر کلامی کی یقینی اطلاع ہو، وہ اس کے کفر کا انکار کرے، یا اس کے کفر میں شک کرے تو وہ کافر کلامی ہے۔

سوال: پانچ سو سال بعد ہمیں مذکورہ بالا مدعی نبوت کا صرف دعویٰ اور قول ملا، اور علمائے کرام کے فتویٰ کفر کی تفصیل معلوم ہوئی، لیکن اس مدعی کے دیگر احوال ہم سے پوشیدہ ہیں، اس لیے جہت متکلم و جہت تکلم میں احتمال ہوگیا، اب کس طرح جہت متکلم اور جہت تکلم

میں پایا جانے وہ احتمال دور کیا جائے؟ یہاں کوئی صورت موجود نہیں کہ اس احتمال کا خاتمہ کیا جاسکے، ایسی صورت میں ہم اسے مومن تسلیم کریں یا کافر؟

جواب: ہمیں اس مدعی نبوت کو کافر ماننا ہوگا، کیوں کہ جب کفر کلامی کا فتویٰ دیا گیا تھا تو سارے احتمالات ختم تھے۔اب دوبارہ احتمالات کیسے پیدا ہو گئے؟

احتمالات کا خاتمہ مفتی اول کے لیے ہونا ضروری ہے،جس کو فتویٰ جاری کرنا ہے۔ اس فتویٰ کو تسلیم کرنے والے سارے لوگوں کے لیے احتمال کا خاتمہ ضروری نہیں ، بلکہ اس فتویٰ پر مطلع ہونا ضروری ہے۔جس کو اس فتویٰ کا علم ہی نہیں ، نہ قطعی علم ہے ، نہ ظنی علم ہے تو اس پر شخص مذکور کو کافر ماننے کا حکم نہیں۔

الوہیت مرتضوی کے قائلین کو حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مرتد قرار دیا۔ان مرتدین کو ہم مرتد مانتے ہیں۔

اسی طرح جملہ مدعیان نبوت کو ہم مرتد مانتے ہیں۔جو ان مدعیان نبوت کو مرتد نہ مانے ، وہ بھی مرتد ہوگا ،حالاں کہ ان مدعیان نبوت میں سے ہر ایک سے متعلق جہت تکلم و جہت متکلم کا تیقن آج کے عہد میں نہیں ہو سکے گا ، بلکہ ان میں سے ہر ایک کے کفریہ کلمات بھی تواتر کے ساتھ منقول نہیں،لیکن ان تمام کو مرتد ماننا ہوگا۔ان کے کفر کا انکار کرنے والا مرتد ہوگا۔

سوال: کیا جس عہد میں کفر کلامی کا فتویٰ دیا گیا،اس عہد میں کسی متکلم و عالم کو اس فتویٰ کے انکار کا حق حاصل ہے؟

جواب: کفر کلامی قطعی ہوتا ہے،یعنی ہر محتمل جہت سے ہر قسم کا احتمال ختم ہو جاتا ہے اور کفر آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے،تب کفر کلامی کا فتویٰ جاری ہوتا ہے۔

ایسی صورت میں عہد فتویٰ میں کسی محقق کا انکار اس کی قطعیت کو ختم نہ کر سکے گا۔ہاں ، اگر وہ ہٹ دھرمی وتعنت کے سبب انکار کرتا ہے تو وہ خود اسلام سے منقطع ہو جائے گا۔

اگراس محقق کوکسی جہت میں کوئی احتمال نظر آتا ہےتوحکم جاری کرنے والے مفتی کے پاس اپنا احتمال پیش کرے،تاکہ مفتی وہ احتمال دورکردے،اور جس طرح ہر جہت اس مفتی کے پاس قطعی ویقینی ہے،اسی طرح اس محقق کی نظرمیں بھی قطعی ویقینی ہوجائے۔

جب حضرت صدیق اکبررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکات سے جہاد کاحکم فرمایا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا شبہہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان فرمایا تھا،پھروہ جواب سے مطمئن ہوکراس حکم جہاد کے قائل ہوگئے۔

اسی طرح شبہہ ہونے پراصل مفتی کی طرف رجوع کرنا ہے،یا جوجواب کے اہل ہوں،ان سے دریافت کرنا ہے:واللہ الہادی الیٰ سبیل الحق

طارق انورمصباحی

جاری کردہ:15:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط ششم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

قسط پنجم کا باقی ماندہ حصہ اور دیگر تشریحات وتوضیحات قسط ششم میں مذکور ہیں۔

لاعلمی کے سبب فتویٰ کا حق نہیں ہوگا:

سوال: کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کے بعد کسی مفتی کو جہات ثلاثہ کی تحقیق میں احتمال ہو گیا تو کیا اسے اس کفر کلامی کے انکار کا حق ہے؟ یا اسے بھی وہ فتویٰ تسلیم کرنا لازم ہے؟

جواب: اصل یہ ہے کہ جس ثابت شدہ حقیقت سے متعلق کسی کو علم نہ ہو تو لاعلمی کے سبب اسے فتویٰ دینے کا حق نہیں ہوگا۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب کفر کلامی کا صحیح فتویٰ دیا جا چکا ہو تو پھر دوبارہ فتویٰ دینے کی ضرورت کیوں درپیش ہوئی؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لاعلمی کے سبب انکار کا حق ہوگا ،مثلاً کسی غیر حافظ مفتی سے کسی عربی کلام کے بارے میں سوال ہوا کہ وہ قرآن مجید کی آیت ہے یا نہیں؟

اسے وہ آیت یاد نہیں اور جہاں وہ تھا،وہاں پر اس کی جانکاری کا کوئی ذریعہ نہیں، جیسے وہ فلائٹ پر تھا،وہاں نہ قرآن مقدس موجود تھا،نہ ہی انٹرنیٹ سے استفادہ کی صورت تھی ،نہ ہی مفتی کو وہ آیت یاد تھی تو مفتی کو یہی کہنا ہوگا کہ اگر وہ قرآن مجید کی آیت طیبہ ہے تو میں اسے آیت قرآنی مانتا ہوں۔اگر وہ آیت قرآنی نہیں ہے تو میں اسے قرآنی آیت نہیں مانتا ہوں۔

جب اس نے قرآن مجید میں اس آیت مبارکہ کو دیکھ لیا تو پھر اسے یقینی طور پر اس کو آیت قرآنی ماننے کا حکم ہے۔ اسے اس تحقیق کا مکلّف نہیں بنایا گیا کہ وہ یہ معلوم کرے کہ یہ آیت طیبہ کیسے متواتر ہوئی؟ کتنے صحابہ کرام نے اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے؟ اور وہ کون حضرات ہیں؟ اس کی تلاوت منسوخ ہے یا غیر منسوخ؟ دراصل عہد تحقیق میں ضروری تحقیق کے بعد ہی اسے قرآن مجید میں شامل کیا گیا ہے۔

عدم علم کے سبب مفتی کو انکار کا حق نہیں ملتا ہے، بلکہ فتویٰ سے رک جانے کا حکم ہوتا ہے۔ فتویٰ کے شرائط میں یہ ہے کہ جب اسے کسی چیز کا علم نہ ہو تو فتویٰ نہ دے، اور اپنے سے زیادہ علم والے سے دریافت کرے، گرچہ وہ دوسرے شہر میں ہو۔

یہ حکم نہیں ہے کہ اسے علم نہیں ہے تو انکار کر بیٹھے۔ ثابت شدہ کفر کلامی میں کسی مفتی کو کسی جہت محتملہ کا یقینی علم نہ ہو سکا تو عدم علم کے سبب اسے انکار کا حق نہیں ہوگا، بلکہ ثابت شدہ حقیقت کو اسے ماننا ہوگا، جیسے عدم فہم کے سبب فقہا کو تکفیر کے انکار کا حق نہیں ملا، بلکہ ان پر کفر کلامی کے فتویٰ کو ماننا لازم قرار پایا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ فتویٰ صحیح ہے تو وہ تمام شرائط کا جامع ہے۔ کسی دوسرے مفتی کو کسی شرط کا علم نہ ہو سکا تو اس کے لیے (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون) کا حکم ہوگا۔ عالم ومفتی کسی حقیقت سے ناآشنا ہو، اور اس کا ادراک اپنی محنت ومشقت سے نہ کر سکے تو وہ بھی سائل کے حکم میں ہوگا۔ اس مسئلہ میں اس کو مفتی کا درجہ نہیں ملے گا۔

عدم علم فتویٰ سے مانع ہے، نہ کہ عدم علم انکار کی اجازت فراہم کرتا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ اسے تحقیق سے یہ معلوم ہو گیا کہ کفر کلامی کے فتویٰ میں مفتی اول کے لیے تمام محتمل جہات یقینی نہیں ہو سکی تھیں، یا کوئی شرط مفقود تھی، اس کے باوجود اس نے فتویٰ دے دیا تھا تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ پہلا فتویٰ ہی غلط ہے تو اس صورت میں کفر کلامی کے فتویٰ میں اختلاف

نہیں پایا گیا، بلکہ ایک غلط فتویٰ کی غلطی کا اظہار ہوا۔ ہماری گفتگو کفر کلامی کے صحیح فتویٰ سے متعلق ہے جو تمام شرائط کا جامع اور صحیح ہو۔غلط فتویٰ کو یقیناً غلط ہی کہنا ہوگا۔

قطعی بالمعنی الاخص وقطعی بالمعنی الاعم میں اختلاف کی گنجائش نہیں

جب کفر کلامی ثابت ہو چکا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجرم ایسا قطعی کافر ہے کہ اس کے مومن ہونے کا احتمال بلا دلیل بھی باقی نہیں۔اب کوئی اس کے کفر پر یقینی اطلاع کے باوجود اسے مومن کہتا ہے تو گویا وہ کسی قطعی کافر کو مومن کہتا ہے۔ایسی صورت میں کفر کا منکر بھی کافر ہوگا۔اسی حقیقت کی تفہیم کے لیے کہا جاتا ہے۔''من شک فی کفرہ فقد کفر''۔

کفر کلامی کا حکم اسی وقت جاری ہوتا ہے، جب تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہو جائیں اور قطعی بالمعنی الاخص میں عوام وخواص کسی کا اختلاف نہیں ہوتا، اور قطعی بالمعنی الاعم میں علما کا اختلاف نہیں ہوتا۔عوام کو سمجھ میں نہ آئے تو ایسے امور میں عوام کی عدم فہم کا کوئی اعتبار نہیں۔اسے حکم شرعی ماننا ہوگا۔

سوال: کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک محقق کے یہاں جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہوں، اور دوسرے محقق کے یہاں وہ قطعی بالمعنی الاخص نہ ہوں، مثلاً قطعی بالمعنی الاعم یا ظنی ہوں؟

ایسی صورت میں جس کی تحقیق میں جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہوگئیں، وہ مجرم کو کافر کلامی مانے گا اور جس کی تحقیق میں قطعی بالمعنی الاعم یا ظنی ہیں، وہ کافر کلامی نہیں مانے گا؟

جواب: قطعی بالمعنی الاخص میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں۔اس میں نہ عوام کا اختلاف ہوتا ہے اور نہ خواص کا۔جب ایک مفتی کی تحقیق میں تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہوگئیں تو جس محقق کی نظر میں کوئی محتمل جہت قطعی بالمعنی الاخص نہ ہو سکی ہے، اس محقق کی تحقیق ناقص ہے۔ناقص تحقیق کی صورت میں اسے فتویٰ دینے کا حق نہیں ہوگا۔

اگر وہ جہت حقیقت میں قطعی بالمعنی الاخص نہ ہوتی تو دوسرے محقق کی نظر میں بھی قطعی

بالمعنی الاخص نہیں ہوتی ، پس جس کی تحقیق ناقص ہے ، وہ فتویٰ نہیں دے گا ، کیوں کہ تحقیق ہی مکمل نہیں تو کس بنیاد پر وہ فتویٰ دے گا ۔ ناقص تحقیق پر فتویٰ جائز نہیں ۔

جس محقق کی نظر میں تحقیق مکمل ہو چکی ہے ، وہ فتویٰ دے گا ۔ جب اس نے تحقیق کامل اور تحقیق صحیح کے بعد کفر کلامی کا فتویٰ دے دیا تو اب مجرم کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین میں سے ہو گیا ۔ اب تکفیر کا یہ خاص مسئلہ تحقیقی نہ رہا ، بلکہ تحقیق وتدقیق کے بعد ضروریات دین میں داخل ہو گیا ۔ جس محقق کی نظر میں کوئی جہت ناقص تھی ، وہ اپنی محتمل جہت کی قطعیت کی معلومات اس مفتی سے حاصل کر لے ، جس نے کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے ۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا: {وانا اقول ، وباللہ التوفیق : بل القطع علٰی ثلثة اوجه – قطع عام يشترك فيه الخواص والعوام – وهو الحاصل فی ضروريات الدين – وخاص يختص بمن مارس العلم – وهو الحاصل فی سائر الفرائض الاعتقادية المجمع عليها – والثالث : قطع اخص يختلف فی حصوله العلماء كما اختلف فی حصول الثانی العوام والعلماء } (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص 249، 250 - جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ : اور میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں ، بلکہ یقین کی تین صورتیں ہیں ۔

(1) عام یقین : جس میں عوام وخواص سب شریک ہوں ۔ یہ ضروریات دین میں ہوتا ہے ۔

(2) خاص یقین : جو علم سے مشغولیت رکھنے والوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے ۔ یہ وہ ہے جو تمام اجماعی فرائض اعتقادیہ میں پایا جاتا ہے ۔

(3) اخص یقین : جس کے حصول میں علما کے درمیان فرق ہوتا ہے ، جیسے قسم دوم کے حصول میں عوام اور علما کے درمیان فرق ہوتا ہے ۔

توضیح: مذکورہ بالا عبارت میں یقین کی تین قسمیں بیان کی گئیں۔قسم اول قطعی بالمعنی الاخص ہے۔اس میں جو یقین پایا جاتا ہے،اس کی تعبیر یقین عام سے کی گئی ہے، کیوں کہ اس یقین میں عوام وخواص مشترک ہوتے ہیں۔

منقولہ بالاعبارت میں قسم دوم قطعی بالمعنی الاعم ہے۔اس میں یقین خاص پایا جاتا ہے ،یعنی ایسا یقین جواہل علم کے ساتھ خاص ہوتا ہے، گرچہ وہاں عوام کو یقین حاصل نہ ہوسکے۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ قطعی بالمعنی الاخص میں عوام وخواص کسی کا اختلاف نہیں ہوتا، پھر کسی محقق کو کیسے اختلاف ہوسکتا ہے۔ہاں، جوشبہہ اسے ہے، وہ اہل علم سے بیان کرے، تاکہ اس کا ازالہ ہوجائے۔

قطعی بالمعنی الاخص وقطعی بالمعنی الاعم کی تفہیم

ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہیں۔قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق قطع ویقین کے ساتھ ثابت ہوتی ہے،اوراس کی جانب مخالف قطع ویقین کے ساتھ باطل ہوتی ہے۔دونوں جانب میں خلاف کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا، اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا، یہی قطعی بالمعنی الاخص ہے۔

بلفظ دیگر قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق واجب الثبوت ہوتی ہے اور جانب مخالف محال ہوتی ہے، یا تو محال بالذات ہوگی، یا محال بالغیر۔جب ایسا یقین پالیا جائے تو کسی اہل حق کو اختلاف کی گنجائش نہیں، اور اہل باطل کے اختلاف کا اعتبار نہیں، جیسا کہ مسلم الثبوت وشرح عقائد نسفی میں ہے کہ سوفسطائیہ، لاادریہ اور سمنیہ وغیرہ کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔

قطعی بالمعنی الاعم وہ ہے جس میں جانبین سے احتمال قریب معدوم ہو،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال قریب نہ ہو، اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم

بطلان کا احتمال قریب نہ ہو، یہی قطعی بالمعنی الاعم ہے۔اہل علم کا اس میں بھی اختلاف نہیں ہوتا ہے تو پھر قطعی بالمعنی الاخص میں کسی محقق کا کیسے اختلاف ہوسکتا ہے؟

تکفیر کلامی اس وقت ہوتی ہے، جب جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہو جائیں۔

تکفیر کلامی سے متعلق غلط نظریات کے رد کے لیے چند توضیحات مرقومہ ذیل ہیں:

(1)اگر کفر کلامی کا فتویٰ ہی غلط تھا، مثلاً جہات محتملہ میں کوئی احتمال بالدلیل یا احتمال بلا دلیل موجود تھا اور مفتی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری کر دیا تو یہ فتویٰ ہی غلط ہوا۔

(الف)اگر احتمال بلا دلیل تھا تو کفر فقہی ثابت ہوگا اور کفر فقہی کا حکم ثابت ہوگا، یعنی توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح وغیرہ کا حکم۔اگر کفر کلامی ثابت ہوجاتا تو کفر کلامی کا حکم ثابت ہوتا، یعنی اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جاتی۔اس کے سارے اعمال برباد ہو جاتے۔ اگر حج فرض ادا کر چکا ہے تو دوبارہ حج ادا کرنا ہوتا۔

(ب)اگر احتمال بالدلیل تھا تو جمہور فقہا کے یہاں بھی کفر نہیں۔اب عدم کفر کی صورت میں غور کرنا ہوگا کہ حرمت، کراہت تحریمی وغیرہ ثابت ہے یا نہیں؟ عدم کفر کا مفہوم یہ نہیں کہ وہ کلام بالکل موافق شرع ہے۔

(2)اگر مفتی نے اصول تکفیر کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا تو وہ فتویٰ ہی قابل رد ہوگا، مثلاً شیخ اکبر پر ابن تیمیہ حرانی کا فتویٰ کفر کہ شیخ اکبر کی جانب کفریہ کلمات کی نسبت صحیح نہیں۔

شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی تحریروں میں تحریف ہوئی اور الحاق ہوا ہے۔اسی طرح صوفیائے کرام کے کلام کی تحقیق اہل تصوف کی اصطلاحات کے مطابق ہوگی۔انہیں کی مصطلحات کے اعتبار سے صوفیا کے کلام کے احکام بتائے جائیں گے۔

(3)عقلی اعتبار سے بھی کفر کلامی میں اختلاف کا ممنوع ہونا ظاہر ہے، مثلاً کسی مجرم پر معتمد مفتی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری فرمایا اور دیگر معاصر مفتیوں نے بھی تصدیق کر دی۔

بادشاہ اسلام نے ارتداد کے سبب اس مجرم کو قتل کر دیا۔

اب پچاس سال بعد کوئی مفتی یہ کہے کہ اس مجرم کے کفریہ قول کی خبر مجھے تواتر کے ساتھ نہ مل سکی، اس لیے وہ مجرم میری نظر میں کافر کلامی نہیں تو یہ بات نا قابل تسلیم ہوگی۔

جیسے ایک مریض مر گیا، ڈاکٹر نے چیک کر کے بتا دیا کہ یہ آدمی مر چکا ہے اور دیگر حاضر ڈاکٹروں نے بھی موت کی تصدیق کر دی۔ دیگر لوگوں نے بھی دیکھا کہ وہ بے حس وحرکت ہو چکا ہے۔ سانس بند ہو چکی ہے۔ اسے مردہ سمجھ کر لوگوں نے دفن کر دیا۔

اب پچاس سال بعد کوئی کہے کہ مجھے اس کی موت کی یقینی خبر اور متواتر خبر نہیں مل سکی، اس لیے میری نظر میں وہ زندہ ہے تو کیا اس بات کو کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

موت کی تحقیق کے بعد ہی مردہ کو دفن کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کفر کی تحقیق کے بعد ہی حکم کفر نافذ کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی غلط فتویٰ دیتا ہے تو اہل حق اسی وقت انکار کرتے ہیں، گرچہ بعض لوگ اس غلط فتویٰ کی تائید بھی کرتے ہوں۔ کسی بھی عہد میں کسی غلط امر پر امت کا اجماع نہیں ہوتا، پھر تکفیر کے غلط فتویٰ پر اہل حق کا اجماع کیسے ہو سکتا ہے۔

واضح رہے کہ اہل باطل کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔ اشخاص اربعہ کی تکفیر میں اہل حق کا اختلاف نہیں۔ ہاں، یہ ضرور صحیح ہے کہ اہل ندوہ کی تلبیس وفریب کاری سے متاثر ہو کر اکادکا سنی کہلانے والے لوگ بھی اشخاص اربعہ کی تکفیر سے منکر ہو کر اہل سنت سے خارج قرار پائے، بلکہ ایمان واسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

باقی دیگر علمائے اہل سنت وجماعت نے تکفیر کا انکار نہیں کیا، گرچہ اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق ان کی تحریر نہیں ملتی۔ نہ ان سے سوال ہوا، نہ انہوں نے اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق کوئی فتویٰ لکھا۔ دراصل کافر کلامی کو کافر اعتقاد کرنا ضروری ہے، نہ کہ ہر ایک کو اس کے کفر کا فتویٰ دینا ضروری ہے۔ اگر کسی کا انکار موجود ہے تو وہ پیش کیا جائے۔

عدم تحریر سے عدم اعتقاد پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔امام احمد رضا قادری کے عہد میں حسام الحرمین کی تحریری تصدیق بھی طلب نہ کی گئی تھی ۔امام احمد رضا (1272-1340) کے وصال کے بعد سال 1344/1345 میں حضور شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حسام الحرمین کی تصدیق کی تحریک چلائی۔ان تصدیقات کا مجموعہ ''الصوارم الہندیہ'' ہے۔

(4) کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد کسی کو توقف،انکار یا شک کا حق حاصل نہیں ۔''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا یہی مفہوم ہے ۔ ہاں، ارباب تحقیق کو اس کلام میں ثبوت کفر کے دلائل کی تحقیق وتفتیش کا حق حاصل ہوگا،لیکن انکار کا حق نہیں۔

کیا جہات محتملہ کی تحقیق میں خطا نہیں ہوسکتی؟

سوال: کفر کلامی کا حکم اس وقت عائد ہوتا ہے، جب کلام، کفری معنی میں مفسر و متعین ہو، یا قائل کے بیان قطعی سے مفسر و متعین ہو جائے ۔نانوتوی کے کلام کو ختم نبوت کے انکار کے سلسلے میں مفسر تسلیم کیا گیا،اسی طرح گنگوہی ،انبیٹھوی وتھانوی کے کلام کو بے ادبی کے معنی میں مفسر تسلیم کیا گیا۔

مفسر تسلیم کرنے والے علما نے اپنی تحقیق کی روشنی میں ان عبارتوں کو انکار ختم نبوت اور بے ادبی کے معنی میں مفسر تسلیم کیا۔ ہر تحقیق کی طرح اس تحقیق میں بھی خطا کا امکان ہے، ممکن ہے کہ وہ عبارتیں انکار ختم نبوت اور بے ادبی کے معنی میں مفسر نہ ہوں؟

جواب: ضروریات دین کا ثبوت عقل صحیح، قطعی الدلالت آیت قرآنیہ، قطعی الدلالت حدیث متواتر اور اجماع متصل سے ہوتا ہے۔ضروریات دین کے باب میں قطعی الدلالت سے مراد مفسر ہے۔ آیات قرآنیہ واحادیث متواترہ کے مفسر ومحکم اور نص وظاہر ہونے کی صراحت قرآن مجید یا حدیث متواتر میں موجود نہیں ۔ مفسر ومحکم اور نص وظاہر ہونے کا تعین مجتہد ومحقق کی تحقیق سے ہوتا ہے۔

یہاں سوال ہوسکتا ہے کہ کسی آیت کو مفسر بتانے میں خطا ہوگئی ہو، پھر جب وہ آیت مفسر نہیں رہی تو اس سے ثابت ہونے والا امر ضروریات دین میں سے نہیں ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ جن آیات واحادیث متواترہ کو مفسر تسلیم کیا گیا ہے۔ان سے ثابت ہونے والے امور کو ضروریات دین ہی میں تسلیم کیا جاتا ہے۔

آج تک کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مفسر وغیر مفسر کے تعین میں خطا ممکن ہے، لیکن یہ تعین محال نہیں ہے۔اس کے تعین کا خاص طریقہ موجود ہے، یعنی جس میں احتمال بلا دلیل بھی نہ ہو، وہ مفسر ہے۔

مثال کے طور پر گلاس میں پانی ہے یا نہیں۔آنکھوں سے دیکھ کر کے ثبوت یا نفی کا تعین کیا جاسکتا ہے اور یہ تعین یقینی ہوگا۔اسی طرح مفسر وہ ہے کہ جس میں جانب مخالف کا احتمال بلا دلیل بھی نہ ہو۔ جب وہاں احتمال بلا دلیل بھی موجود نہیں تو وہ مفسر ہوگا۔اگر کوئی شخص فرقہ سوفسطائیہ اور فرقہ لاادریہ کی طرح انکار کرے تو اس کا کوئی جواب نہیں۔

منکرین سے سوال

سوال اول: دنیا میں قطعی بالمعنی الاخص کا وجود ہے یا نہیں؟

سوال دوم: اگر ہے تو پھر محض اس شبہہ کے سبب ہر قطعی کی قطعیت کا انکار کر دینا کہ ممکن ہے کہ محقق سے خطا ہوگئی ہو، یہ سوفسطائیت ہے یا نہیں؟

ان شاء اللہ تعالیٰ ان دونوں سوالوں کے جواب پر غور کریں گے تو معاملہ سمجھ میں آجائے گا۔ہاں، جس کو توفیق خداوندی نہ مل سکے تو بدیہی باتیں بھی نہ سمجھ سکے گا۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 17: نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط ہفتم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

کفریہ عبارتوں کی تاویل کا حکم

سوال: اگر عہد حاضر میں کوئی اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں کی ایسی صحیح تاویل پیش کرے، جس سے کفر کلامی کا حکم عائد نہ ہوتا ہو، اسی طرح کفر فقہی وضلالت وگمرہی کا حکم بھی عائد نہ ہوتا تو کیا اس تاویل کے سبب اشخاص اربعہ کو مومن تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: مفسر کلام میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ مفسر کلام میں نہ تاویل بالدلیل کی گنجائش ہوتی ہے، نہ تاویل بلا دلیل کی۔ ایسی صورت میں اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں میں کوئی صحیح تاویل کیسے ممکن ہے؟

برسبیل تنزل اگر ایسی صحیح تاویل کوئی پیش بھی کر دے تو اس سے اشخاص اربعہ کا کفر ختم نہیں ہوگا۔ تاویل سے کفر ختم ہونے کی شرط یہ ہے کہ ملزم اس تاویل کو قبول کرے۔ اشخاص اربعہ مر کر مٹی میں مل چکے تو اب وہ لوگ کسی مؤول کی تاویل کو کیسے قبول کر سکتے ہیں؟

امام اہل سنت قدس سرہ القوی نے اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر علمائے حرمین طیبین کے اتفاق واجماع کا ذکر کرتے ہوئے علامہ عبد الباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز کو تحریر فرمایا:

(الف) ”کفر وہابیہ دیوبندیہ پر علمائے کرام حرمین شریفین (جن کی تحقیق آپ کے یہاں کی تحقیق سے عام مسلمین کے نزدیک ارجح واعلیٰ ہے) اجماع فرما چکے، اور میرے

یہاں کے کتب ورسائل مثل تمہید ایمان وحسام الحرمین ووقعات السنان وادخال السنان والموت الاحمر وکشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا نے بحمدہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اظہار حق کا اٹھا نہ رکھا۔مرتدین کو کچھ بناتے نہ بنی،خود اپنے کفروں کی تاویل میں جو حرکت مذبوحی کی، انہیں کے منہ پر پڑی،اورآج تک جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد بھی آفتاب کو چراغ دکھانے کی کچھ حاجت رہی؟ بفرض باطل اگر آپ ان کے کلام میں کوئی تاویل تراش سکیں تو ان مرتدین کو کیا نفع اوران کا کفر کیوں کر دفع ،کہ ان کی یہ مراد ہوتی تو برسوں پہلے اگل نہ دیتے۔ضروران کی مراد معنی کفر ہی تھے،اوروہ کافر۔

درمختار میں ہے:"**ثم لو نیته ذلک فمسلم والا لم ینفعه حمل المفتی علٰی خلافه**"۔(الطاری الداری ص83-حسنی پریس بریلی)

توضیح:منقولہ عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ اگرآج کوئی مفتی کوئی تاویل بھی پیش کرے تو اس سے اشخاص اربعہ کا کفرختم نہیں ہوسکتا۔اگرقائل کی وہی مراد ہو،تب حکم کفرختم ہوگا۔اگر قائل کی مراد کفری معنی ہی ہوتو حکم کفر عائد ہوگا۔

جب اشخاص اربعہ اپنی زندگی میں کوئی صحیح مفہوم بتا نہ سکے تو اب کسی کے صحیح مفہوم بیان کردینے سے ان لوگوں سے کفر کیسے ختم ہوسکتا ہے۔یہ قول بر سبیل تنزل ہے،ورنہ مفسر کلام میں کسی دوسرے مفہوم کا احتمال ہی نہیں ہوتا ہے۔

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:

(ب)"تقویۃ الایمان وصراط مستقیم ویک روزی کا مصنف اسماعیل دہلوی ہے۔ اس پر صدہا وجوہ سے لزوم کفر ہے۔دیکھو سبحان السبوح وکوکبہ شہابیہ ومتن وشرح الاستمداد۔

اورتحذیرالناس،نانوتوی وبراہین قاطعہ،گنگوہی،وحفظ الایمان،تھانوی میں قطعی یقینی اللہ ورسول کو گالیاں ہیں،اوران کے مصنفین مرتدین،ان کی نسبت علمائے کرام حرمین

شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے۔ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''۔ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ دیکھو کتاب مستطاب حسام الحرمین: واللہ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم حصہ دوم :ص 314- رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اشخاص اربعہ کے کفر پر علمائے حرمین طیبین کا اجماع واتفاق ہے۔ علمائے مصدقین علم وفضل میں مشہور ومعروف اور وسیع علمی تجربات سے آراستہ تھے۔

سائل سے پہلا سوال یہ ہے کہ وہ کون سی تاویل تھی کہ ایک صدی سے زائد گزر جانے کے بعد کسی کے ذہن میں آئی اور اس عہد کے اکابر علما کو بھی اس کا ادراک واحساس نہ ہوسکا اور ایک مدت گزر جانے کے بعد آج کسی کا ذہن اس جانب گیا؟

ضلالت وگمرہی پرامت کا اجماع محال شرعی

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب ایک عہد کے تمام علمائے حق نے کسی مسئلہ پر اجماع کرلیا اور بعد کے زمانے میں کسی کو اس اجماعی مسئلہ کے خطا ہونے کی اطلاع ہوئی تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ خطا پر اجماع امت ہو چکا تھا، حالاں کہ احادیث طیبہ میں صریح لفظوں میں یہ ذکر آیا ہے کہ خطا پر امت کا اجماع نہیں ہوگا، پھر یہاں خطا پر اجماع کیسے ہوگیا؟

سوال: اشخاص اربعہ کی تکفیر پر تمام علمائے عرب وعجم کا کہاں اتفاق ہوا؟

حرمین طیبین کے علمائے کرام نے کفری فتویٰ پر تصدیق فرمائی، پھر برصغیر کے کچھ علمائے کرام نے، پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ عرب وعجم کے تمام علمانے اس کو تسلیم کرلیا ہے؟

جواب: ارباب حل وعقد کا اتفاق تمام افراد کی جانب منسوب ہوتا ہے۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت راشدہ پر ساری دنیا کے مسلمان مدینہ مقدسہ آکر اظہار اتفاق اور بیعت نہیں کیے تھے۔

محض ارباب حل وعقد کا اتفاق ہوا تھا، جس کو ساری دنیا کے مسلمانوں نے تسلیم کیا اور کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ارباب حل وعقد کے اجماع کو سارے مومنین کا اجماع تسلیم کیا گیا اور خلفائے راشدین کی خلافت کو اجماعی کہا گیا۔

سلطنت عثمانیہ ترکیہ کی جانب سے حرمین طیبین میں چاروں مذاہب فقہیہ کے قاضی ومفتی مقرر کیے جاتے تھے،اور چاروں مذاہب کے فقہا ومفتیان کرام حرمین طیبین میں موجود رہا کرتے ۔کسی مسئلہ پر ان چاروں مذاہب کے قضات وفقہا کا اتفاق عالم اسلام کا اتحاد واتفاق تسلیم کیا جاتا۔یہ حضرات دینی مسائل میں ارباب حل وعقد کی منزل میں تھے۔

اب جب کہ ارباب حل وعقد یعنی علمائے حرمین طیبین نے اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں میں غور وفکر کے فیصلہ فرمادیا کہ ان عبارتوں کا قائل کافر کلامی ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ان عبارتوں میں تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں ہے۔اگر تاویل بعید ہوتی تو کفر کلامی کا حکم نہیں ہوتا۔

اب ان حضرات کا اتفاق تمام مسلمانان عالم کا اتفاق تسلیم کیا جائے گا،کیوں کہ یہ اتفاق اصول شرع کے موافق ہے۔قائلین کی جانب سے کوئی قابل قبول تاویل پیش نہ کی جا سکی، نہ ہی تاویل کی کوئی گنجائش ہے۔

ایسے مشکل مسائل میں علمائے اسلام میں سے ہر ایک تحقیق نہیں کرتے ، بلکہ جن کے پاس وسائل تحقیق مہیا ہوتے ہیں،ان کی تحقیق اور فیصلے کے منتظر ہوتے ہیں،اور عہد انتظار میں بھی اجمالی طور پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو عنداللہ حق ہے،ہم اسی عقیدہ پر قائم ہیں۔

سوال: ممکن ہے کہ کسی عالم کی وفات عہد انتظار میں ہو جائے ،ایسی صورت میں ان کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: ان کا مسلک وہی تسلیم کیا جائے گا، جو عنداللہ حق ہے، کیوں کہ وہ مذہب

اسلام کے تمام احکام مانتے تھے۔ہاں، جب کفر کلامی کے فتویٰ کے بعد کسی کا انکار سامنے آ جائے تو اس انکار پر بحث ہوگی۔اگر کوئی عالم وفقیہ اس کو تسلیم نہ کرے تو گویا دین خداوندی میں اپنی مرضی کو دخل دینا ہوا،اب اس کا انکار حکم شرعی کو ساقط نہیں کر سکے گا، بلکہ خود اس منکر پر حکم شرعی نافذ ہوگا،خواہ وہ کوئی بھی ہو،کہیں کا بھی ہو:**الاسلام یعلو ولا یعلی** (بخاری)

سوال: ممکن ہے کہ کفر کلامی کا فتویٰ جاری ہونے کے بعد قائل نے اپنے کفریات سے توبہ کر لی ہو؟

جواب: محض توبہ کے امکان کے سبب اسے کافر کہنے سے کف لسان کی اجازت نہیں ہوگی۔ہاں،اس توبہ کا کچھ ثبوت ہوتو اس پر بحث ہوگی،لیکن یہاں اشخاص اربعہ سے توبہ کے صدور کی کوئی روایت ہی نہیں ہے۔اشخاص اربعہ کی موت کے بعد سے آج تک دیابنہ ان عبارتوں کوموافق اسلام اور صحیح ثابت کرنے کے لیے مناظرہ ومباحثہ کرتے رہے ہیں۔اگر توبہ کی کوئی روایت ہوتی تو دیابنہ اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔

سوال: مفتی نے جہات ثلاثہ میں سے جس جہت کو قطعی بالمعنی الاخص سمجھا تھا،وہ جہت قطعی بالمعنی الاخص نہیں، بلکہ قطعی بالمعنی الاعم ہے تو کیا کفر کلامی کے ایسے فتویٰ کا انکار جائز ہے؟

جواب: مفتی نے جسے قطعی بالمعنی الاخص سمجھا تھا،وہ قطعی بالمعنی الاخص نہ ہو،تو وہ کفر کلامی کا فتویٰ ہی نہیں ہوگا۔اب اس فتویٰ کفر میں اختلاف کا مفہوم یہی ہوگا کہ کفر فقہی میں اختلاف ہوا،نہ کہ کفر کلامی میں۔کفر کلامی ناقابل اختلاف ہے۔اس میں اہل حق کا اتفاق ہی ہوگا،اختلاف کی گنجائش ہی نہیں۔کفر کلامی کا نام کفر اتفاقی ہے۔

چوں کہ تکفیر کلامی آخری درجہ کی تکفیر ہے،اس لیے صرف علم کلام کے ماہرین کو کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرنے کی اجازت ہے،تاکہ تحقیق میں خطا سے حفاظت ہو سکے۔

کفر کلامی کے کفر اتفاقی ہونے اور کفر فقہی کے کفر اختلافی ہونے کا ذکر درج ذیل عبارات میں ہے، نیز اس عبارتوں میں دونوں کفر کے احکام بھی بیان کردیئے گئے ہیں۔

(1) قال الحصكفي: {في شرح الوهبانية للشرنبلالي: مَا يَكُوْنُ كُفْرًا اِتِّفَاقاً، يبطل العَمَلَ وَالنِّكَاحَ وَاَوْلَادُهُ اَوْلَادُ زِنَا–وما فيه خلافٌ، يُوْمَرُ بالاستغفار والتوبة وتجديدِ النكاح} (الدر المختار ج4 ص432)

(2) قال الشامي: {قوله (وَاَوْلَادُه اَوْلَادُ زِنَا) كذا في فصول العمادی–لكن ذكر في "نور العين"–وَيُجَدَّدُ بَيْنَهُمَا النِّكَاحُ اِنْ رَضِيَتْ زَوْجَتُه بالعود اليه وَ اِلَّا فَلَا تُجْبَرُ–والمولود بينهما قبل تجديد النكاح بالوطیء بعد الردة، يثبت نسبُه منه–لكن يكون زنا–الخ–قلتُ وَلَعَلَّ ثبوتَ النَّسَبِ لِشُبْهَةِ الْخِلَافِ–فَاِنَّهَا عند الشافعي–لَا تَبِيْنُ مِنْهُ–تأمل

قوله: (والتوبة) اى تجديد الاسلام–قوله: (و تجديد النكاح) اَىْ اِحْتِيَاطًا كَمَا في الفصول العمادية–وَزَادَ فِيْهَا قِسْمًا ثَالِثًا–فَقَالَ: وما كان خطأ من الالفاظ ولايوجب الكفر فقائله يقرّ علٰی حَالِه ولايومر بتجديد النكاح ولكن يومر بالاستغفار والرجوع من ذلک–و قوله: احتياطًا اى يامره المفتي بالتجديد ليكون وطؤه حَلَالًا باتفاق–وظاهره انه لايحكم القاضي بالفرقة بينهما–وتقدم ان المراد بالاختلاف–ولو روايةً ضعيفةً–ولو في غير المذهب} (رد المحتار ج4 ص433)

(3) قال في الفتاوى الهندية: {ما كان في كونه كُفْرًا اِخْتِلَافٌ–فان قائله يومر بتجديد النكاح وبالتوبة و الرجوع عن ذلک بطريق الاحتياط} (فتاویٰ عالمگیری ج2 ص283)

(4)قال الشیخ محمد بن سلیمان اَفندی: {وَمَا کَانَ فی کونه کفرًا اِخْتِلَافٌ،یومر قائله بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک احتیاطًا}

(مجمع الانہر688-مکتبہ شاملہ)

توضیح: کفر خلافی ،کفر فقہی کو کہا جاتا ہے،اور کفر اتفاقی ،کفر کلامی کو کہا جاتا ہے۔اس میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے،اور سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

کفر فقہی میں توبہ،تجدید ایمان وتجدید نکاح کی ضرورت ہے۔کفر محتمل میں حکم کفر عائد نہیں ہوتا،لیکن توبہ واستغفار کا حکم ہوتا ہے۔اس طرح کفر کی تین صورتیں ہوگئیں:

(1) کفر اتفاقی یعنی کفر کلامی (2) کفر اختلافی یعنی کفر فقہی (3) کفر احتمالی یعنی جس میں بعض کفری احتمالات ہوں اور بعض صحیح احتمال بھی ہوں۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:19:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط ہشتم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

قطعی اعتقادیات میں دو متضاد قول حق نہیں ہو سکتے

یہ اس بحث کی سب سے اہم دلیل ہے۔کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ ملزم کافر کلامی ہے اور دین اسلام سے بالکل خارج ہے۔

اگر بعد میں کسی سبب سے کوئی مفتی اس کفر کا انکار کرے تو دو صورت ہوگی۔

(1) پہلا فتویٰ کسی سبب سے غلط ہے (2) مفتی منکر کا فتویٰ کسی سبب سے غلط ہے۔

اگر دونوں فتویٰ کو صحیح مانا جائے تو اجتماع متضادین لازم آئے گا،یعنی ملزم کا ایک ہی وقت میں مومن وکافر دونوں ہونا۔

ایمان وکفر ایک دوسرے کی نقیض ہیں،لہٰذا بیک وقت ایک انسان کا ایمان وکفر دونوں سے متصف ہونا محال ہے۔

اب اگر وہ انسان مومن ہے تو کافر نہیں۔اگر کافر ہے تو مومن نہیں۔

دونوں فتویٰ میں سے ایک فتویٰ ضرور غلط ہے،ورنہ محال لازم آئے گا اور جو امر مستلزم محال ہو،وہ خود محال ہوتا ہے،لہٰذا دونوں فتویٰ کا صحیح ہونا محال ہوگا۔اب یہ دیکھنا ہوگا کہ دونوں میں سے کون سا فتویٰ شرائط کے مطابق ہے اور کون سا مسئلہ شرائط کے خلاف ہے۔

ظنی اور اجتہادی مسائل اگر متضاد بھی ہوں تو چوں کہ مجتہد نے اپنے اصول کی مکمل

رعایت کی ہے،اس لیے عمل کے حق میں ان مختلف فیہ مسائل کو حق تسلیم کیا گیا،لیکن وہاں بھی عنداللہ ایک ہی حق ہے۔قطعیات میں نہ اجتہاد جائز ہے، نہ ہی مختلف صورتیں حق ہوسکتی ہیں۔

قطعی عقائد میں ایک حق :اس کے علاوہ سب باطل

قطعی عقائد میں اجتماع متضادین کی صورت نہیں۔متضادین میں سے ایک حق اور دوسرا باطل ہوگا۔منقولہ ذیل عبارت میں عقلیات سے مراد اعتقادیات ہیں۔

مذہب اسلام میں اعتقادیات کو عقلیات کہنا مشہور اصطلاح ہے۔منقولہ ذیل عبارت میں یہ وضاحت ہے کہ قطعیات میں متضاد امور کا وجود باطل ہے۔

قال بحر العلوم الفرنجی محلی: {(المصیب)من المجتهدین ای الباذلین جهدهم(فی العقلیات واحد–و الا اجتمع النقیضان)لکون کل من القدم والحدوث مثلًا مطابقًا للواقع(وخلاف العنبری)المعتزلی فیه (بظاهره غیر معقول)بل بتاویل کما سیجئ ان شاء اللّٰه تعالٰی(وَالْمُخْطِئُ فِیْهَا)ای فی العقلیات(اِنْ کَانَ نَافِیًا لِمِلَّةِ الاسلام فکافرٌواٰثِمٌ علٰی اختلاف فی شرائطه کَمَا مَرَّ)من بلوغ الدعوة عند الاشعریة ومختارالمصنف

وَمضیء مُدَّةِ التَّأمُّل والتمییز عند اکثر الماتریدیة(وَاِنْ لَمْ یکن)نافیًا لِمِلَّةِ الاسلام(کخَلْقِ القراٰن)ای القول به ونفی الرویة والمیزان وامثال ذلک(فَاٰثِمٌ لاکَافِرٌ) ....

(وَالشَّرعیات القطعیات کذلک)ای مثل العقلیات(فمنکر الضروریات)الدینیة (مِنْهَا کَالْاَرْکَانِ)الاربعة الَّتِیْ بُنِیَ الاسلامُ عَلَیْهَا–الصَّلٰوۃِ والزَّکَاۃِ وَالصَّوْمِ وَ الْحَجِّ(وحجیة القراٰن ونَحْوِهِمَا کافرٌ اٰثِمٌ–وَمُنْکِرُ النَّظریات)منها(کحجیة الاجماع وخبر الواحد)وَعَدُّوْا مِنْهَا حجیة

القیاس اَیْضًا(اِثْمٌ فقط)غَیْرُ کَافِرٍ-والمراد بالقطع المعنی الاخص-وھومَا لَا یَحْتَمِلُ النَّقِیض وَلَوْ اِحْتَمَالًا بعیدًا-وَلَوْغَیْرَ نَاشٍ عن الدلیل}

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد دوم:ص 377)

توضیح: باب فقہ کے ظنی مسائل متخالف ومتضاد بھی ہوں تو ان امور کو اصول اجتہاد کے اعتبار سے صحیح مانا جاتا ہے۔ان ظنی مسائل میں بھی عند اللہ ایک ہی حق ہوتا ہے،گرچہ دیگر اجتہادی مسائل پر بھی عمل کی اجازت ہوتی ہے، کیوں کہ وہاں حصول یقین مطلوب نہیں، بلکہ ظنی صورت پر عمل جائز ہے۔

علامہ بحر العلوم کے مذکورہ کلام سے واضح ہو گیا کہ اعتقادیات میں متضاد اقوال کی گنجائش نہیں۔ جب ایک نے کسی کو کافر کلامی کہا اور دوسرے نے کافر کلامی نہیں کہا تو یہاں کفر کلامی کا وجود وعدم مجتمع ہو رہا ہے۔ یہ تضاد ہے۔ان میں سے کوئی ایک ہی قول صحیح ہو گا۔

ایک ہی شئ کا ایک ہی وقت میں وجود وعدم محال ہے، کیوں کہ ایک ہی وقت میں ایک ہی شئ کے وجود وعدم کے اجتماع سے اجتماع متضادین لازم آتا ہے اور اجتماع متضادین عقلاً باطل ہے، اور جو امر عقلاً باطل ہو، وہ شرعاً بھی باطل ہوتا ہے۔شریعت عقل کے خلاف نہیں جاسکتی، کیوں کہ شریعت کا ثبوت عقل سے ہوتا ہے۔

شریعت کا ثبوت عقل سے

قال العلامۃ البدایونی ناقلًا عن ابن ابی شریف رحمہ اللّٰہ تعالٰی: {اِنَّ الشَّرْعَ اِنَّمَا یَثْبُتُ بالعقل فان ثبوتہ یتوقف علٰی دلالۃ المعجزۃ علٰی صدق المُبَلِّغِ وانما تثبتُ ھذہ الدلالۃُ بالعقل-فَلَوْ اَتَی الشَّرْعُ بما یُکَذِّبُ الْعَقَلَ وھو شَاھِدُہ لَبَطَلَ الشَّرْعُ والعقل معًا} (المعتقد المنتقد ص 73-استنبول:ترکی)

توضیح: شریعت کا ثبوت عقل سے ہوتا ہے۔اگر شریعت کوئی ایسا حکم لائے،جس سے

عقلی حکم باطل ہو جائے تو اس صورت میں عقل وشریعت دونوں کا بطلان ہو جائے گا،اسی لیے جب عقلی حکم وشرعی حکم میں اختلاف ہوتو شرعی حکم کوتاویل کے ذریعہ عقلی حکم کے موافق کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ حکم اعتقادیات سے متعلق ہے۔فقہی وعملی احکام کا ثبوت عقل سے نہیں ہوتا،نہ ہی وہاں عقلی حکم سے مطابقت کی ضرورت ہے۔مزید تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

اعتقادیات میں حکم عقلی کا بطلان دلیل سمعی سے نہیں ہوگا

قال صدرالشریعۃ البخاری: {(لایمکن ابطال العقل بالعقل ولابالشرع وھو مَبْنِیٌّ علیہ)ای الشرع مبنی علی العقل-لانہ مبنی علٰی معرفۃ اللّٰہ تعالٰی-والعلم بوحدانیتہ-والعلم بان المعجزۃ دالۃ علی النبوۃ -وھذہ الامور لا تعرف شرعًا-بل عقلًا،قطعًا للدور}

(التوضیح شرح التنقیح جلددوم:ص160)

قال التفتازانی: {قولہ(قطعًا للدور)یعنی ان ثبوت الشرع موقوف علٰی معرفۃ اللّٰہ تَعَالٰی وکلامہ وبعثۃ الانبیاء بدلالۃ المعجزات-فلو توقفت معرفۃ ھٰذہ الامورعلی الشرع لزم الدور} (التلویح حاشیۃ التوضیح جلددوم:ص161)

توضیح:اعتقادیات میں حکم عقلی کا بطلان دلیل سمعی سے نہیں ہوتا،بلکہ دلیل سمعی کی ایسی توضیح کی جاتی ہے کہ وہ عقلی حکم کے موافق ہو جائے۔

کافر کلامی کومومن یامحض گمراہ ماننے سے اجتماع متضادین لازم آتا ہے،اوراجتماع متضادین عقلاً محال ہے،لہٰذا کافر کلامی کامومن یامحض گمراہ ہونا محال ہوا۔

یہاں پر دلیل عقلی کے بالمقابل دلیل سمعی نہیں ہے،بلکہ مذبذبین کا استدلال فاسد ہے۔جب دلیل عقلی کے بالمقابل شرعی دلیل آئے توشرعی دلیل میں تاویل ہوگی،اور جب

عقلی دلیل کے بالمقابل مذبذبین کا استدلال فاسد آ جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

جب دلیل عقلی و دلیل سمعی میں تضاد ہو تو کس پر عمل ہوگا؟

قال الجصاص:{وَمِمَّا يُرَدُّ بِهِ اَخْبَارُ الْاٰحَادِ مِنَ الْعِلَلِ–ان ينافی موجبات احكام العقول–لِاَنَّ الْعُقُوْلَ حُجَّةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى–وَغَيْرُ جَائِزٍ اِنْقَاضُ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ وَاَوْجَبَتْهُ–وَكُلُّ خَبَرٍ يُضَادُّهُ حُجَّةٌ لِلْعَقْلِ،فهو فاسد غير مقبول–وَحُجَّةُ الْعَقْلِ ثَابِتَةٌ صَحِيْحَةٌ–اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الْخَبَر مُحْتَمِلًا لِوَجْهٍ لَا يُخَالِفُ بِهٖ اَحْكَامُ الْعُقُوْلِ–فَيَكُوْنُ مَحْمُوْلًا عَلٰى ذٰلِكَ الْوَجْهِ}

(الفصول فی الاصول جلد سوم:ص 122 –وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ:کویت)

توضیح:خبر واحد کے عدم قبول کی علتوں میں سے ایک علت خبر واحد کا حجت عقلیہ کے خلاف ہونا ہے۔اس مخالفت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس خبر واحد کا ثبوت صحیح نہیں ہے۔ہاں ،اگر خبر واحد کی کوئی ایسی تاویل ہو جو عقل کے خلاف نہ ہو تو اس تاویل کے سبب اس کو قبول کیا جائے گا،اور وہی مفہوم مراد لیا جائے گا جو عقل کے خلاف نہیں ہے۔

نصوص قطعیہ کا مفہوم بھی بظاہر عقل کے خلاف ہو تو عقل کے موافق تاویل کرنی ہوگی ،کیوں کہ جو عقلاً محال ہو، وہ شرعاً بھی محال ہوگا۔مندرجہ ذیل بحث میں تفصیل مرقوم ہے۔

جو عقلاً محال ہو، وہ شرعاً بھی محال ہوگا

قال العلامة فضل الرسول البدايونی:

{فی الارشاد لامام الحرمين:اعلموا وَفَّقَكُمُ اللّٰهُ:ان اصول العقائد تنقسم الٰی ما يدرك عقلًا وَلَا يَسُوْغُ تقدير ادراكه سَمْعًا–والٰی ما يدرك سمعًا وَلَا يَتَقَدَّرُ ادراكه عقلًا–والٰی ما يجوز ادراكه سمعًا وعقلًا.

(١)فَاَمَّا مَا لَا يُدْرَكُ اِلَّا عَقْلاً–فكل قاعدة فی الدين تَتَقَدَّمُ عَلٰی

الْعِلم بكلام اللّٰه تَعَالٰی–ووجوب اتصافه بكونه صدقًا–اذ السمعيات تستند الٰى كَلامَ اللّٰه تَعَالٰی–وما سبق ثُبُوْتُهٗ فِی المرتبة ثبوتَ الكلام وجوبًا –فيستحيل ان يكون مدركه السمع.

(۲)واما ما لا يدرک الا سمعًا فهو القضاء بوقوع ما يجوز فی العقل وقوعه ولا يجب–فلا يتقرر الحكم بثبوت الجائز ثبوتُه فيما غاب عَنَّا اِلَّا بسمع–ويتصل بهٰذا القسم عندنا جملةُ احكام التكليف.

(۳)واما ما يجوز ادراكه عقلًا وسمعًا فهو الذی تدل عليه شواهد العقول و يتصور ثبوت العلم بكلام اللّٰه تَعَالٰی مُقَدَّمًا عَلَيْهِ–فهذا القسم يتوصل الٰی ادراكه بالسمع والعقل}

(المعتقد المنتقد ص179-المجمع الاسلامی مبارک پور)

قال امام الحرمين بعد كلام وتفصيل: {فاذا ثبت هذه المقدمة يتعين بعدها علٰی كل معتن واثق بعقده– ان ينظر فيما تعلقت به الادلة السمعية:

(۱)فان صادفه غير مستحيل فی العقل–وكانت الادلة السمعية قاطعةً فی طرقها– لامجال لاحتمال فی ثبوت اصولها–وفی تاويلها–فما هذا سبيله فلا وجه الا القطع به.

(۲)وان لم يثبت بطرق قاطعة–ولم يكن مضمونها مستحيلة فی العقل.

(۳)او ثبت اصولها–ولكن طرق التاويل تجول فيها–فَلَا سَبِيْلَ الی القطع–ولكن المتدين يغلب علٰی ظنه ثبوت مَا ظَهَرَ الدَّلِيْلُ السَّمْعِیُّ عَلٰی ثُبُوْتِه–وان لم يكن قاطعًا.

(۴) وان كان مضمون الشرع المتصل بنا مخالفًا لقضية العقل–فهو

ای المضمون المفهوم مردود قَطْعًا -فان الشرع لا يخالف العقل-ولا يتصور فی هذا القسم ثبوت سمع قاطع بلاخفاء به-فهذه مقدمة للسمعيات-لا بد من الاحاطة بها-انتهى}

(المعتقد المنتقد ص180 -المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح: دلیل سمعی کا جو مفہوم عقل کے خلاف ہو، وہ قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ ایسی تاویل کی جائے گی جو عقل کے موافق ہو، اس لیے کہ شریعت عقل صحیح کی مخالفت نہیں کرتی۔

قال العلامة البدايونی ناقلًا عن الامام عبد اللّٰه بن اسعد اليمنی-وقد سئل منه عن كون اللّٰه تَعَالٰى قَادِرًا علٰى جميع الممكنات-فَاَجَابَ مُفَصَّلًا -وهو طويل-وفيه:

{ان المستحيلات ثلٰثة(۱)مستحيل عقلًا (۲)ومستحيل شرعًا(۳) ومستحيل عادةً-وقد رأيتها-يرجع كل واحد منها فی التقسيم العقلی الٰی ثلٰثة-فيكون المجموع تسعة-حاصلة من ضرب ثلٰثة فی ثلٰثة- فالمستحيل العقلی-اما ان يستحيل ايضًا شرعًا و عادةً-او شرعًا دون عادةٍ-اوعادةً دون شرع-وهكذا-وهذه الاقسام التسعة بعضها ساقط لعدم اجتماع بعض المذكورات مع بعض}

(المعتقد المنتقد ص28-المجمع الاسلامی مبارکپور)

قال الامام احمد رضا القادری:{قوله (فيكون المجموع تسعة) اقول:بل سبعة لسقوط البعض بالتكرار وذلک ان المستحيل اما ان يستحيل(۱)عقلاً-او(۲)شرعًا-او(۳) عادةً-او(۴)عقلًا وشرعًا-او(۵) عقلًا وعادةً-او(۶)شرعًا وعادةً-او(۷) عقلًا و شرعًا وعادةً جميعًا-

والباطل منها–الاولان والرابع والخامس– فتبقى ثلثة}
(المعتمد المستند ص28-المجمع الاسلامی مبارک پور)

قال الامام اليمنى فى توضيح تلك المستحيلات:

{وايضاح ذلك–ان كل مستحيل عقلى مستحيل شرعًا وعادةً علٰى وجه الاطراد –غير قابل لاستثناء مراد–ولهٰذا نقول–ان جميع الظواهر التى يحيل العقل اجرائها علٰى ظواهرها يجب تاويلها علٰى ما يليق بها فى مواطنها.

ذلك انه اذا تعارض الدليلان –فاما ان يكونا قطعيين–او ظنيين–او احدهما قطعيًّا والْاٰخرظنيًّا–ولا يجوز ان يكونا قطعيين الا ان يكون احد مدلوليهما مؤولًا–او منسوخًا ان كان فى الاحكام متراخيًا عنه بشىء من الازمان–فان كان احدهما قطعيا دون الْاٰخر–ترجح القطعى عقليًّا كان اوشرعيًّا–وان كان ظنيين يترجح الشرعى على العقلى.

وكل مستحيل شرعًا يستحيل وجوده عادةً–لوجوب متابعة الشرع –وعدم مباينة العادة العامة له–ولا يستحيل ذلك عقلًا–لجواز مخالفة العقل لِمَا وَرَدَ به الشَّرْعُ– ولهذا لا يجب تخليد الكافر فى النار عقلًا–و ان وجبت شرعًا.

والرجوع فى سائر الاحكام الٰى ما يثبت فى الشرع المنقول–لا،الٰى مَا جَوَّزَتْهُ الْعُقُوْلُ–نعم ما اوجبه العقل من الاعتقاد–فالعدول عنه من جملة الالحاد–لان خلافه ان كان قطعيًّا كان مؤولًا–وان لَمْ يَكُنْ قَطْعِيًّا كان باطلًا.

وكل مستحيل عادةً،لا يستحيل عقلًا وشرعًا}(المعتقد المنتقد ص30)

توضیح: جو عقلاً محال ہو، وہ شرعاً بھی محال ہوگا۔کافر کلامی کا مومن اور محض گمراہ ہونا عقلاً محال ہے تو شرعاً بھی محال ہے۔

صحیح برہان عقلی کے خلاف سواد اعظم کا اتفاق محال

امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا کہ کسی صحیح برہان عقلی کے خلاف سواد اعظم اہل سنت وجماعت کا اتفاق محال ہے۔جب صحیح برہان عقل سے ثابت ہے کہ اجتماع متضادین محال ہے ،اور کافر کلامی کو مومن یا محض گمراہ ماننے سے اسلام وکفر کا اجتماع لازم آتا ہے،اور یہ اجتماع متضادین ہے اور اجتماع متضادین محال ہے تو کسی شخص کا ایک ہی وقت میں کافر کلامی اور مومن ہونا،اسی طرح کافر کلامی اور محض گمراہ ہونا محال ہوگا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''للہ الحمد فقہ میں جس طرح اجماع اقوی الادلہ ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کوبھی اختیار نہیں۔اگر چہ وہ اپنی رائے میں کتاب وسنت سے اس کا خلاف پاتا ہو،یقیناً سمجھا جائے گا کہ یافہم کی خطا ہے،یا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔اگر چہ مجتہد کواس کا ناسخ نہ معلوم ہو۔یونہی اجماع امت تو شئ عظیم ہے۔سواد اعظم یعنی اہل سنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق یہاں اقوی الادلہ ہے۔

کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی ہے۔حق سواد اعظم کے ساتھ ہے،اور ایک معنی پر یہاں اقوی الادلہ عقل ہے کہ اور دلائل کی حجیت بھی اسی سے ظاہر ہوئی ہے،مگر محال ہے کہ سواد اعظم کا اتفاق کسی برہان صحیح عقلی کے خلاف ہو''۔

(فتاوی رضویہ ج11 ص 57-56 -رضا اکیڈمی ممبئی)

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:22:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط نہم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

کافر کلامی کو گمراہ کہنے کا حکم

عہد حاضر میں بعض گمرہوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ کافر کلامی کو محض گمراہ کہتے ہیں، حالاں کہ کافر کلامی کو محض گمراہ کہنے سے کفر کلامی معدوم ہو جاتا ہے،اور کفر کلامی کا انکار ہو جاتا ہے۔

گمراہ کا لفظ کافر وگمراہ دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ضلالت کا لفظ ضلالت کفریہ وضلالت غیر کفریہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔اسی طرح بدعت کا لفظ بدعت کفریہ وبدعت ضلالت دونوں کو شامل ہوتا ہے۔

عام طور پر گمراہ سے وہ مراد ہوتا ہے جو اہل سنت وجماعت سے خارج ہو،لیکن کافر نہ ہو۔کافر کو عام طور پر کافر اور مرتد کہا جاتا ہے۔اسی طرح عام طور پر بدعتی سے گمراہ مراد ہوتا ہے،یعنی جو اہل سنت سے خارج ہو،لیکن کافر نہ ہو۔

اس قسط میں گمراہ سے غیر کافر گمراہ مراد ہے۔چوں کہ ایمان وکفر کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے،اس لیے جو گمراہ کافر نہیں ہے،وہ مومن ہوگا،لیکن وہ کامل الایمان نہیں ہوگا۔

کافر کلامی کا غیر کافر (گمراہ یا مومن) ہونا عقلاً باطل

کسی کی تکفیر کلامی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ آدمی مذہب اسلام سے بالکل ہی خارج ہے۔

اس کا کچھ بھی تعلق اسلام سے نہیں ہے۔اب اگر کافر کلامی کو محض بدمذہب اور گمراہ کہا جائے اور گمراہ کا متعارف معنی مراد ہو،یعنی جو اہل سنت و جماعت سے خارج ہے،لیکن کافر نہیں تو بھی یہاں تضاد حقیقی ثابت ہوگا۔تضاد کے ثبوت کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

کافر کلامی ہونے کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ آدمی قطعی طور پر اسلام سے بالکل خارج ہے اور گمراہ ہونے کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ آدمی اسلام میں داخل ہے،گرچہ دخول ناقص کے طور پر داخل ہو۔اس طرح اسلام میں دخول وخروج دونوں ایک ہی وقت میں ثابت ہو گیا،اور دخول وخروج دو متضاد امر ہیں،اس لیے دونوں کا وقت واحد میں ایک ہی محل میں وجود وثبوت نہیں ہوسکتا۔

کفر کلامی اسلام سے خروج کامل کا نام ہے۔خروج کامل کی ضد دخول کامل بھی ہے اور دخول ناقص بھی۔جن دو امر کا محل واحد میں اجتماع محال ہو، وہ دونوں ایک دوسرے کی ضد یا نقیض ہوتے ہیں۔دخول کامل کے ساتھ بھی خروج کامل کا اجتماع محال ہے،اسی طرح دخول ناقص کے ساتھ بھی خروج کامل کا اجتماع محال ہے،پس خروج کامل کی نقیض دخول ہے ،خواہ دخول کامل ہو، یا دخول ناقص ہو۔

دخول ناقص کا اجتماع خروج ناقص کے ساتھ ہوگا ،اس لیے وہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض نہیں ہیں ،مثلاً کسی آدمی کا ایک پاؤں گھر کے دروازہ کے اندر ہے،اور ایک پاؤں دروازہ کے باہر ہے تو یہاں دخول ناقص وخروج ناقص دونوں ساتھ ساتھ پائے جا رہے ہیں ،پس واضح ہو گیا کہ دخول ناقص وخروج ناقص میں تضاد نہیں۔

لیکن کوئی ایسی صورت نہیں کہ خروج کامل بھی ہو،اور اسی کے ساتھ دخول ناقص بھی ہو،لہٰذا جس طرح خروج کامل کی نقیض دخول کامل ہے ،اسی طرح دخول ناقص بھی نقیض ہے، بلکہ قانونی طور پر دخول ناقص ہی نقیض ہونا چاہئے ،جیسے موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ

ہے،گر چہ موجبہ کلیہ کا بطلان سالبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ دونوں سے ہوجا تا ہے۔

قال الجرجانی:{الضدان صفتان وجودیتان یتعاقبان فی موضع واحد یستحیل اجتماعهما کالسواد والبیاض-والفرق بین الضدین والنقیضین، ان النقیضین لا یجتمعان ولا یرتفعان کالعدم والوجود-والضدین لا یجتمعان،ولکن یرتفعان کالسواد والبیاض}

(کتاب التعریفات:ص179-مکتبہ شاملہ)

توضیح: اصطلاحی طور پر ضد اور نقیض میں فرق ہے۔ضدین ایسے دوامر ہیں جوایک ساتھ جمع نہ ہوسکیں،لیکن ایک ساتھ مرتفع ہوجائیں،جیسے سواد و بیاض کہ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے،لیکن مرتفع ہوسکتے ہیں،مثلاً وہاں سرخی،زردی وغیرہ ہو۔

نقیضین ایسے دوامر ہیں جو نہ ایک ساتھ جمع ہوسکتے ہوں،نہ ایک ساتھ مرتفع ہوسکتے ہیں،جیسے عدم و وجود۔کسی امر کا وجود ہوگا،یا عدم۔وجود وعدم دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے،نہ دونوں ایک ساتھ مرتفع ہوسکتے ہیں۔

اجتماع ضدین بھی محال ہے اور اجتماع نقیضین بھی محال ہے۔اصطلاحی طور پر ایمان وکفر دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں،کیوں کہ کسی مکلّف سے بیک وقت نہ ایمان وکفر دونوں مسلوب ہوسکتے ہیں،نہ دونوں کسی مکلّف کے لیے بیک وقت ثابت ہوسکتے ہیں۔

مکلّف یا تو مومن ہوگا،یا کافر ہوگا۔ایمان وکفر کے درمیان کوئی منزل نہیں،پس بیک وقت دونوں کے معدوم ومرتفع ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا:''کافرنہیں،مگروہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں،نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہوسکیں:**فان الکفر والاسلام علٰی طرفی النقیض بالنسبة الی الایمان لا یجتمعان ابدًا ولا یرتفعان-قال**

تعالیٰ:اما شاکرًا واما کفورًا–وقال تعالیٰ:وما جعلنا لرجل من قلبین فی جوفه". (فتاویٰ رضویہ جلد سوم:ص309-رضا اکیڈمی ممبئی)

اگر فلسفیانہ اصطلاح کے اعتبار سے کلام کیا جائے تو ایمان وکفر میں تقابل تضاد بھی ہو سکتا ہے اور تقابل عدم وملکہ بھی۔اگر ضروریات دین کی تصدیق کا نام ایمان ہو،اور ضروریات دین کی تکذیب کا نام کفر ہوتو یہاں متقابلین وجودی ہیں اور ایمان وکفر کے مابین تقابل تضاد ہوگا۔اگر ایمان،ضروریات دین کی تصدیق کا نام ہو،اور کفر عدم تصدیق کا نام ہوتو ایمان وکفر کے مابین تقابل عدم وملکہ ہوگا،کیوں کہ مذکورہ توضیح کے مطابق ایمان وجودی ہے اور کفر عدمی ہے۔جس کے مفہوم کا جز سلب ہو،وہ عدمی کہلاتا ہے،خواہ وہ موجود ہو یا معدوم،جیسے علم وجہل اور بصر وعمی میں تقابل عدم وملکہ ہے اور جہل وعمی موجود صفات میں سے ہیں۔محل واحد اور وقت واحد میں ایک ہی حیثیت سے متقابلین کا وجود نہیں ہوتا۔

قطعی اعتقادیات میں حقیقی متضادین کا وجود نہیں ہوتا۔متضادین میں سے ایک ثابت ہوگا اور ایک باطل ہوگا۔اگر دونوں ثابت ہوں تو اجتماع متضادین لازم آئے گا اور اجتماع متضادین عقلاً باطل ہے اور جو اعتقادی امر عقلاً باطل ہو،وہ شرعاً بھی باطل ہوتا ہے، کیوں کہ شریعت عقل پر موقوف ہے۔

جو عقل کے نزدیک باطل ہے،وہ شریعت میں بھی باطل ہوگا۔یہاں تک کہ اگر نص قطعی میں بھی عقلی اعتقاد کے خلاف کوئی امر وارد ہوتو عقل سے ثابت شدہ اعتقاد کے مطابق اس کی تاویل کرنی ہوگی۔

ظنی امور میں متضادین کا وجود ہے،جیسے کوئی امر احناف کے یہاں جائز ہو،اور شوافع کے یہاں ناجائز ہو۔چوں کہ ظنیات واجتہادیات میں کوئی امر قطعی نہیں ہوتا، بلکہ وہ ظنی ہوتا ہے اور ظنی میں جانب مخالف کا احتمال بالدلیل موجود ہوتا ہے تو یہاں حقیقی طور پر

اجتماع متضادین کا ثبوت نہیں ہوگا۔

ایک امام مجتہد نے کسی امر کو اپنے اجتہاد کی روشنی میں جائز کہا تو اس کا یہ مفہوم ہے کہ اس امام مجتہد کے اصول اور اختیار کردہ دلیل کی روشنی میں وہ امر ظن غالب کے طور پر جائز ہے۔اجتہادی امور میں قطعی طور پر جواز وعدم جواز کی صورت نہیں ہوتی۔

اگر کسی دوسرے مجتہد نے اپنے اصول اور دلیل کی روشنی میں اسی امر کو ناجائز کہا ہے تو مجتہد اول اس کی تغلیط نہیں کرتا، بلکہ اس عدم جواز کو اس مجتہد دوم کے اصول ودلیل کے اعتبار سے حق مانتا ہے، اسی لیے فقہ کے مذاہب اربعہ کو حق تسلیم کیا گیا ہے۔

مذاہب اربعہ کی حقانیت کی تفصیل اور دلیل فقہ واصول فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہوتی ہے۔مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک فقہی مذہب کے حق ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک فقہی مذہب اپنے اصول اجتہاد کے اعتبار سے حق ہے، اور انہی اصول کے اعتبار سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے تو وہ مسائل بھی اصول اجتہاد کی روشنی میں حق ہیں۔

چوں کہ ان مسائل میں ظن غالب کا حصول کافی ہوتا ہے، لہٰذا جانب مخالف کے احتمال کے سبب اعتراض نہیں ہوگا۔اسی طرح کوئی مجتہد دیگر اپنے اصول ودلیل کے اعتبار سے جانب مخالف کو اختیار کرے تو ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔واضح رہے کہ اجتہادی امور میں بھی عنداللہ ایک ہی امر حق ہوگا، گرچہ ہر ایک پر عمل کی اجازت ہے۔

کافر کلامی کو محض گمراہ ماننے سے کفر کلامی معدوم

جب کافر کلامی کو محض گمراہ (غیر کافر) کہا جائے تو کفر کلامی معدوم ہو جائے گا۔گمراہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ابھی ایمان سے کچھ تعلق باقی ہے، جب کہ کفر کلامی کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان سے بالکل تعلق ختم ہوگیا۔جب گمرہی ثابت ہوئی تو ایمان سے خفیف تعلق ثابت ہوگیا اور عدم تعلق کا ثبوت نہ ہوسکا، لہٰذا کفر کلامی معدوم ہوگیا۔ضلالت غیر کفریہ اور کفر کلامی ایک

ساتھ نہیں پائے جا سکتے۔

دراصل کسی امر کی نفی متعدد طریقے سے ہو جاتی ہے۔عقل ونقل ہر اعتبار سے رب تعالیٰ کا وجود ثابت ہے۔جس عقیدہ سے رب تعالیٰ کے وجود کا قطعی بالمعنی الاخص انکار ہو جائے، وہ کفر کلامی ہوگا،اور جس عقیدہ سے وجود باری تعالیٰ کا قطعی انکار نہ ہو،لیکن انکار لازم آئے، وہ کفر فقہی ہوگا۔انکار کی تین صورتیں مندرجہ ذیل عبارت میں مرقوم ہیں۔ان سے واضح ہو جائے گا کہ کسی امر کا انکار متعدد صورتوں میں ہوتا ہے۔ان تینوں صورتوں میں رب تعالیٰ کا قطعی انکار ہو جاتا ہے،اس لیے انکار کی ان تینوں صورتوں میں کفر کلامی کا حکم ہوگا۔

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''ایجاب وسلب متناقض ہیں،جمع نہیں ہو سکتے۔ وجود شئ اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائض ومنافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہوتو لازم نہ ہو،اور لازم نہ ہوتو شئ نہ ہوتو ظاہر ہوا کہ سلب شئ کے تین طریقے ہیں۔

اول:خود اس کی نفی مثلاً کوئی کہے:انسان ہے ہی نہیں۔

دوم:اس کے لوازم سے کسی شئ کی نفی مثلاً کہے:انسان تو ہے،لیکن وہ ایک ایسی شئ کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔

سوم:ان کے منافیات سے کسی شئ کا اثبات مثلاً کہے:انسان حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے۔ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگرچہ زبان سے انسان کو موجود کہا،مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا،وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہیں، جو ہرگز انسان نہیں تو انسان کی نفی اور اس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا،سب برابر ہیں،فقط لفظ کا فرق ہے۔

مولیٰ عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات،اور جمیع عیوب ونقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں۔کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفت

کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اس کے عیوب و نقص کا مثبت نہ ہو تو دہریے اگر قسم اول کے منکر ہیں کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہیں، باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمال لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی کے مثبت ہیں۔

بہر حال اللہ عزوجل کو نہ جاننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے، وہی لفظ و طرز ادا کا فرق ہے۔ دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور ان قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا''۔ (فتاویٰ رضویہ ج15 ص530 - جامعہ نظامیہ لاہور)

توضیح: منقولہ بالا اقتباس میں کسی شیٔ کی نفی کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ جو لوگ کافر کلامی کو گمراہ کہتے ہیں، وہ طریق اول کے مطابق کفر کلامی کی صریح نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اشخاص اربعہ کو کافر نہیں، بلکہ گمراہ مانتے ہیں۔ کیا صریح نفی کے بعد بھی کفر کلامی معدوم نہیں ہوگا؟

چوں کہ یہ مذبذبین انتہائی عقل مند واقع ہوئے ہیں، اس لیے بدیہی امور میں بھی ان کو شک واقع ہوتا ہے۔ جب ضلالت و گمرہی ماننے کے سبب کفر کلامی معدوم ہو گیا اور کفر کلامی کا انکار ہو گیا تو اس منکر کے لیے وہی حکم ہوگا جو کفر کلامی کے منکر کا حکم ہے۔ جب کفر کلامی میں شک کرنے والا کافر ہے تو کفر کلامی کا انکار کرنے والا کافر کیوں نہیں ہوگا؟

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 24: نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط دہم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

دو مفتی دو قول کریں تو کیا حکم؟

سوال: ایک مفتی نے کسی کو کافر کلامی کہا اور دوسرے مفتی نے کافر فقہی کہا تو یہاں چوں کہ قائل الگ الگ ہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے؟ جس نے کافر کلامی کہا، ان کی تحقیق میں کسی محتمل جہت میں کوئی احتمال بلا دلیل نہیں تھا اور جس کی تحقیق میں کوئی احتمال بلا دلیل تھا، اس نے کفر کلامی کا فتویٰ نہیں دیا تو کیا حرج ہے؟ اسی قسم کا جواب تکفیر فقہی میں دیا جاتا ہے کہ کافر فقہی کو متکلمین کافر نہیں کہتے، لیکن فقہا اسے کافر کہتے ہیں۔

کفر کلامی کی صورت میں بھی قائل ایک نہ ہو، بلکہ قائل الگ الگ ہیں تو یہاں بھی ایک آدمی کسی کے یہاں کافر کلامی ہو، اور کسی کے یہاں کافر فقہی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے؟

جواب: ذیل میں دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ان دونوں مثالوں کے تناظر میں کفر کلامی کو سمجھا جائے۔

(1) ایک امر کو ایک آدمی محال بالذات کہے، اور دوسرا آدمی اسی کو ممکن بالذات کہے تو یہ دونوں قول ہرگز صحیح نہیں ہو سکتے، ورنہ ایک ہی چیز کا ممکن بالذات اور محال بالذات ہونا لازم آئے گا۔

(2)اگر ایک امرکوایک آدمی ممتنع بالغیر کہے ،اور دوسرا آدمی ممکن بالذات کہے تو دونوں قول صحیح ہیں ، کیوں کہ محال بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے،لیکن محال بالذات ،ممکن بالذات نہیں ہوسکتا۔

مذکورہ بالا دونوں مثالوں سے واضح ہوگیا کہ جومحال بالذات ہے،وہ ممکن بالذات نہیں ہوسکتا،اسی طرح کافر کلامی ہرگز مومن نہیں ہوسکتا۔جومحال بالغیر ہے،وہ ممکن بالذات ہوگا۔اسی طرح جومحض کافرفقہی ہے،وہ مومن ہوگا،گرچہ وہ گمراہ ہو۔

امر تکفیر میں فقہاو متکلمین کے اختلاف پر جوجواب دیا جاتا ہے،وہاں اس امر کی صحت کا مدار قائل کے الگ ہونے پرنہیں ہے، بلکہ صحت کا مدار حیثیت کے الگ ہونے پر ہے،یعنی فقہاالگ حیثیت سے کافر کہتے ہیں،اور متکلمین کسی دوسری حیثیت سے کافرنہیں کہتے۔

قائل کے مختلف ہونے سے درحقیقت یہاں حیثیت واعتبار کا مختلف ہونا مراد ہے، اورمشہورقانون ہے:{لو لا الاعتبارات لبطلت الحكمة}

اگرحیثیات واعتبارات کالحاظ نہ ہوتوعلم وحکمت باطل ہوجائیں۔

اس کی تفہیم کی آسان صورت یہ ہے کہ زید نے کہا کہ جس کے پاس کم ازکم ایک لاکھ ہو،وہ ہماری نظرمیں مالدار ہے۔بکر نے کہا کہ جس کے پاس کم ازکم دولاکھ ہوتو وہ ہماری نظر میں مالدار ہے۔اب یہاں صرف یہی دواصطلاح ہیں۔اس کے علاوہ کوئی تیسری اصطلاح موجودہی نہیں ہے۔آدھے لوگ زید کے متبع ہیں اورآدھے لوگ بکر کے پیروکار ہیں۔

اب خالد کے پاس ڈیڑھ لاکھ روپے ہیں تو زید نے کہا کہ خالد مالدار ہے،اور بکر نے کہا کہ خالد مالدارنہیں ہے تو دونوں کی بات اپنی اصطلاح کے اعتبارسے صحیح ہے۔ہاں ، جب خالد کے پاس دولاکھ ہوجائے تو دونوں طبقہ کوتسلیم کرنا ہوگا کہ خالد مالدار ہے۔

یہاں دولاکھ والی صورت کومدنظر رکھ کرکفر کلامی سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ جب کفر

کلامی ثابت ہو جائے گا تو سب کو کافر ماننا ہوگا۔اگر کفر کلامی ثابت ہو جانے پر بھی کوئی انکار کرے تو وہ ثابت شدہ حقیقت کا انکار کرتا ہے۔

جو یہ کہا جاتا ہے کہ تکفیر کلامی کے باب میں ہر ایک کو اپنی تحقیق پر عمل کرنا ہے، یہ غلط ہے۔ یہ جزئیہ کہاں ہے کہ کفر کلامی میں ہر ایک کو ذاتی تحقیق کی بنیاد پر کسی کو کافر کلامی کہنے کا حکم ہے، جب کہ یہاں یہ صریح جزئیہ موجود ہے کہ جو کافر قطعی کو کافر نہ کہے تو وہ کافر ہے۔

اسی کی تعبیر کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں، مثلاً (من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر)۔اس جزئیہ کے برخلاف کوئی جزئیہ موجود نہیں ہے۔

کافر فقہی کو گمراہ کہنا کیسے صحیح؟

کافر فقہی کو متکلمین گمراہ کہتے ہیں۔ یہ محض لفظی واصطلاحی فرق ہے۔حکم شرعی میں کچھ فرق نہیں۔کافر فقہی کے لیے فقہا جو احکام ثابت کرتے ہیں، متکلمین ان احکام کو ثابت رکھتے ہیں۔اسی طرح فقہا کی طرف نسبت کرتے ہوئے متکلمین صریح لفظوں میں کہتے ہیں کہ یہ فقہا کے یہاں کافر ہے، یا یہ کافر فقہی ہے۔متکلمین محض اپنی اصطلاح کے اعتبار سے کافر فقہی کو کافر نہیں کہتے۔

اگر جہات محتملہ میں سے کسی جہت میں احتمال بلا دلیل ہو تو فقہا حکم کفر جاری کر دیتے ہیں، کیوں کہ فقہا احتمال بلا دلیل کو قبول نہیں کرتے ہیں، اور متکلمین احتمال بلا دلیل کو قبول کرتے ہیں، اس لیے وہ ملزم کو گمراہ کہتے ہیں، کافر نہیں کہتے۔متکلمین اس کے کافر فقہی ہونے کا انکار نہیں کرتے، بلکہ اپنی اصطلاح کے اعتبار سے اسے گمراہ کہتے ہیں۔ یہاں محض اصطلاح اور تعبیر کا فرق ہے، ورنہ جو حکم کافر فقہی کا ہے، ان تمام کو متکلمین ثابت رکھتے ہیں، اور فقہا بھی کافر فقہی کے لیے وہ احکام ثابت نہیں کرتے جو کافر کلامی کے احکام ہیں۔

فقہا کے یہاں یہ امر مسلم ہے کہ کافر فقہی گرچہ فقہی قوانین کی روشنی میں کافر ہے،

لیکن چوں کہ یہاں احتمال بلا دلیل ہے، اس لیے وہ متکلمین کے یہاں کافر نہیں، اسی لیے فقہا کافر متفق علیہ یعنی کافر کلامی کے احکام کافر فقہی کے لیے ثابت نہیں کرتے۔ فقہا بھی فرق کا لحاظ کرتے ہیں۔ کافر فقہی اور کافر کلامی کے بعض احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) فقہا و متکلمین کافر کلامی کے تمام اعمال کو باطل قرار دیتے ہیں، جب کہ کافر فقہی کے اعمال کو نہ متکلمین باطل قرار دیتے ہیں، نہ فقہا، کیوں کہ فقہا کو بھی معلوم ہے کہ اس کا خفیف تعلق اسلام سے باقی ہے۔

(2) فقہا و متکلمین کافر کلامی کے نکاح کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اس کی بیوی بائنہ قرار پاتی ہے، جب کہ کافر فقہی کے نکاح کو نہ متکلمین باطل قرار دیتے ہیں، نہ فقہا، کیوں کہ فقہا کو بھی معلوم ہے کہ اس کا خفیف تعلق اسلام سے باقی ہے۔

کافر فقہی کے لیے فقہا و متکلمین دونوں کے یہاں صرف تجدید نکاح کا حکم ہے، کیوں کہ کفر فقہی کے سبب نکاح میں نقص آ جاتا ہے، لیکن نکاح بالکل باطل نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ ابھی اسلام سے ایک خفیف تعلق باقی ہے۔

کافر فقہی و کافر کلامی کے احکام کے فرق سے یہ واضح ہو گیا کہ فقہا کافر فقہی کو کافر کلامی کے برابر و مساوی قرار نہیں دیتے، بلکہ کافر کلامی سے ایک درجہ کم سمجھتے ہیں۔ اسی درجہ والے کو متکلمین گمراہ کہتے ہیں۔ کافر کلامی اس کے بعد والے درجہ میں ہے۔ کفر کلامی، خروج عن الاسلام کا آخری درجہ ہے، جس میں اسلام سے کسی طرح کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔

مذکورہ تفصیل سے واضح ہو گیا کہ کافر فقہی سے متعلق متکلمین و فقہا کا اختلاف محض لفظی و اصلاحی ہے، یعنی تعبیری اختلاف ہے، ورنہ کافر فقہی کے احکام فقہا و متکلمین دونوں کو تسلیم ہیں۔ متکلمین کافر فقہی کے وہ تمام احکام تسلیم کرتے ہیں جو فقہا بیان کرتے ہیں۔

ایمان وکفر کے مسائل وجزئیات کا ماخذ شرع اسلامی

ایمان وکفر کے مسائل کا ماخذ شریعت اسلامیہ ہے۔عہد حاضر میں بعض لوگ اپنی عقل سے کوئی صورت متعین کر لیتے ہیں، پھر عبارتوں کی غلط تشریح کر کے اپنے مدعا کو ثابت کرتے ہیں۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسلاف کرام کے بیان کردہ اصول وضوابط کی معرفت حاصل کی جائے ،پھر اس کے موافق تائیدی عبارات تلاش کی جائے۔منقولہ ذیل دونوں اقتباس میں صراحت ہے کہ ایمان وکفر کے احکام کا مدار ومبنی شریعت ہے،نہ کہ عقل۔

امام قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{فصل فی بیان ما هو من المقالات کفر وما یتوقف او یختلف فیه و ما لیس بکفر–اعلم ان تحقیق هذا الفصل وکشف اللبس فیه مورده الشرع –ولا مجال للعقل فیه} (کتاب الشفا جلد دوم:ص1065)

امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{الکفرهوتکذیب الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم فی شَیْءٍ مما جاء به –والایمان تصدیقه فی جمیع ما جاء به–فالیهودی والنصرانی کَافِرَانِ لِتَکْذِیْبِهِمَا لِلرَّسُوْلِ صلی اللّٰه علیه وسلم–وَالْبَرْهَمِیُّ کَافِرٌ بالطریق الاولٰی ،لانه انکر مع رسولنا سائر المرسلین–والدهری کافر بالطریق الاولٰی، لانه انکر مع رسولنا الْمُرْسَلَ سَائِرَ الرُّسُلِ.

وَهٰذَا لِاَنَّ الْکُفْرَحُکْمٌ شَرْعِیٌّ کالرق والحریة مثلًا–او معناه اباحة الدم والحکم بالخلود فی النار–ومدرکه شرعی–فیدرک اما بنص–واما بقیاس علٰی منصوص–وَقَدْ وَرَدَتِ النُّصُوْصُ فی الیهود والنصارٰی–و التحق بهم بالطریق الاولٰی،البراهمة والثنویة والزنادقة والدهریة–وکلهم

مشتر کون فی انهم مکذِّبُوْنَ لِلرَّسُوْلِ صلی اللّٰه علیه وسلم.

فَکُلُّ مُکَذِّبٍ لِلرَّسُوْلِ فَهُوَ کَافِرٌ–وَکُلٌّ کَافِرٍفَهُوَ مُکَذِّبٌ لِلرَّسُوْلِ صلی اللّٰه علیه وسلم–فهذه هی العلاقة الْمُطَّرِدَةُ الْمُنْعَکِسَةُ}

(التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص26)

تکفیر کلامی کے لیے جہات محتملہ پانچ ہیں۔ان کی تفصیل ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ'' رسالہ یازدہم: باب دوم، فصل سوم میں ہے۔

امر اول: منکر کوامر ضروری دینی کا قطعی علم ہو، یا منکر کسی امر کو قطعی طور پر دینی امر سمجھ کر انکار کرے۔

امر دوم: مفتی کو یہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ منکر امر ضروری دینی کو قطعی طور پر جانتا ہے، یا قطعی طور پر دینی امر مان کر اس کا انکار کرتا ہے۔

امر سوم: منکر کا انکار قطعی طور پر ثابت ہو۔

امر چہارم: قول کی نسبت قائل کی جانب قطعی ہو۔

امر پنجم: قائل نے اپنے قصد ورضا کے ساتھ بلا جبر واکراہ اپنے ہوش وحواس میں وہ قول کہا ہو۔توبہ ورجوع نہ کرنے کا بھی قطعی علم ہو۔

توضیح: تکفیر کلامی کے باب میں قطعی سے قطعی بالمعنی الاخص مراد ہوتا ہے، جس میں احتمال بلا دلیل بھی نہ ہو۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:26: نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط یازدہم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

تحقیق وانکار میں فرق

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ فتویٰ تکفیر میں ہر ایک کو تحقیق کا حق ہے، یعنی انکار کا حق ہے، اور انکار کی چند صورتیں بھی بیان کی جاتی ہیں؟

جواب: آج کل بعض لوگوں نے تحقیق کو انکار کا مرادف قرار دے دیا ہے۔ اگر دیگر متکلمین کو بلا سبب کفر کلامی کے انکار کا حق حاصل ہو جائے تو ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا مفہوم ہی باطل ہو جائے گا۔

یہ بات صحیح ہے کہ جس کو کافر کلامی کے کفر کا علم نہ ہو، وہ عدم علم کے وقت اس کے کفر کا انکار کر دے تو وہ معذور ہے، جیسے عدم علم کے وقت کسی نے ضروری دینی کا انکار کر دیا تو وہ معذور ہے، لیکن علم ویقین کے بعد بھی انکار ہی پر قائم رہا تو حکم کفر اس پر عائد ہوگا۔

شریعت، عقل کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ اگر دیگر متکلمین کو حق انکار حاصل ہو جائے تو ایک ہی ملزم کسی کے یہاں قطعی بالمعنی الاخص طور پر کافر ہوگا کہ ایمان کا ذرہ برابر احتمال بھی نہ ہوگا، اور کسی کے یہاں مومن ہوگا اور ایمان وکفر دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مذکورہ صورت میں ایک ہی جگہ ایمان وکفر کا قطعی طور پر پایا جانا لازم آتا ہے، اور یہ اجتماع ضدین ہے۔

نیز قطعی اعتقادیات میں دو قول حق نہیں ہوسکتے، پس یقینی طور پر ایک باطل ہوگا۔ ہاں

،فقہ کے اجتہادی مسائل میں ایسے متضاد اقوال کوحق تسلیم کیا جاتا ہے، کیوں کہ وہ ظنی امور ہیں اور وہاں دونوں قول کوکسی ایک میں احتمال خطا کے ساتھ ظنی طور پرحق تسلیم کیا جاتا ہے۔ مجتہد صواب وخطا دونوں صورت میں اجر کا حقدار ہوتا ہے۔

قطعی عقائد میں اختلاف کرنے والا کافر یا گمراہ ہوتا ہے،یعنی ضروری دینی میں اختلاف کیا تو کافر ہے اورضروریات اہل سنت میں اختلاف کیا تو گمراہ ہے۔قطعیات میں ایک حق ہوتا ہے اوراس کے علاوہ سب باطل۔

قال التفتازانی:{لان المخطئ فی الاصول و العقائد یعاقب،بل یُضَلَّلُ اَوْ یُکَفَّرُ–لان الحق فیها واحد اجماعًا–و المطلوب هو الیقین الحاصل بالادلة القطعیة–اذ لایعقل حدوث العالم وقدمه وجواز رویة الصانع وعدمه–فالمخطئ فیها مخطئ ابتداءً وانتهاءً}

(التلویح حاشیۃ التوضیح جلددوم:ص121)

تکفیر کلامی کے انکار کی تین باطل صورتیں

سوال: بعض اہل علم کا قول ہے کہ کفر کلامی کے صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد بھی کسی عالم ومفتی کوکلام،تکلم یا متکلم میں کوئی احتمال نظر آیا تو وہ کفر کلامی کا انکار کرسکتا ہے،اور’’من شک فی کفرہ فقد کفر‘‘ کا حکم اس پر وارد نہیں ہوگا؟

جواب: اگر کلام،متکلم یا تکلم میں احتمال ہوگا تو کفر کلامی کا فتویٰ ہی جاری نہیں ہوگا۔

اگرسائل کی مراد یہ ہے کہ مفتی اول کے لیے ساری جہات محتملہ یقینی ہوگئی تھیں تواس نے قائل پرکفر کلامی کا فتویٰ دیا،لیکن بعد کے مفتی کے لیے جہات ثلاثہ یعنی کلام یاتکلم یا متکلم میں سے کسی جہت میں کوئی احتمال پیدا ہوگیا تواس مفتی مابعد کوکفر کے انکار کاحق حاصل ہوگا تو یہ بھی غلط ہے۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جب تحقیق کامل کے بعد ملزم پر فتویٰ عائد کیا جا چکا ہے تو اب دوبارہ فتویٰ دینے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر کسی مفتی کو تکفیر کلامی کے صحیح فتویٰ کے بعد جہات ثلاثہ میں سے کسی جہت میں کوئی احتمال نظر آتا ہے تو یہ اس کی لاعلمی کے سبب ہے، ورنہ وہ احتمالی جہت بھی یقینی ہے، کیوں کہ تکفیر کلامی کا وہ فتویٰ صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔

اب اس لاعلمی کے سبب مفتی مابعد کو انکار کا حق نہیں ہوگا، بلکہ اس احتمال کو دور کرنے کے واسطے مفتی اول سے دریافت کرے، یا اہل علم سے رجوع کرے۔ لاعلمی کی صورت میں عالم وجاہل سب کے لیے (**فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون**) کا حکم ہے۔

تفصیلی جواب درج ذیل ہے:

کلام میں احتمال:

کلام میں احتمال کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کلام کفری معنی میں مفسر نہیں، کیوں کہ مفسر میں احتمال بالدلیل یا احتمال بلا دلیل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں مفتی اول کا فتویٰ، کفر کلامی کا فتویٰ نہیں ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کلام میں کوئی احتمال پہلے تھا، لیکن وہ احتمال بیان متکلم سے دور ہو گیا۔ اس سبب سے مفتی اول نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری کر دیا۔

اب بعد کے مفتی کو ملزم کا قول مل گیا، لیکن اس کا بیان نہیں مل سکا جس سے وہ کلام کفری معنی میں مفسر ہو گیا تھا تو چوں کہ اس مفتی مابعد کو یہ معلوم ہے کہ ملزم کے بیان کے سبب اس کا کلام کفری معنی میں متعین ہو چکا ہے، لیکن اسے یہ بیان تواتر کے ساتھ نہیں مل سکا، یا بالکل معلوم ہی نہ ہو سکا تو اسے عدم علم کے سبب فتویٰ دینے کا حق نہیں ہوگا۔

اور چوں کہ اسے معلوم ہے کہ اس ملزم پر کفر کلامی کا فتویٰ تحقیق صحیح کے بعد نافذ کیا گیا تھا تو اس پر اس فتویٰ کو ماننا لازم ہوگا، کیوں کہ کفر کلامی کے فتویٰ کے سبب اس ملزم کو کافر ماننا

ضروریات دین میں سے ہوگیا۔ضروری دینی کے علم یقینی کے بعد اس کا انکار کفر کلامی ہے۔

احتمالی جہت کی قطعیت سے لاعلمی کے سبب مفتی ما بعد سائل کی منزل میں ہوگا، نہ کہ مفتی کی منزل میں۔(فاسئلوا اہل الذکران کنتم لاتعلمون) میں عدم علم کے سبب سوال کا حکم عائد ہوا ہے، نہ کہ لاعلمی کے سبب کسی کو فتویٰ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

تکلم میں احتمال:

اگر بعد کے مفتی کو تکلم میں احتمال پیدا ہو گیا، کیوں کہ اسے تواتر کے ساتھ وہ قول نہیں مل سکا، بلکہ خبر واحد سے موصول ہوا تو بھی اسے انکار کا حق نہیں۔الوہیت مرتضوی کے قائلین کو کافر ہی ماننا ہے، گرچہ ان لوگوں کا کفریہ قول کسی مفتی کو نہ مل سکے، یا تواتر سے نہ ملے۔

عہد صدیقی میں چار لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاح اور طلیحہ بن خویلد اسدی نے۔ان چار میں سے طلحہ اور سجاح نے توبہ کر کے قبول اسلام کر لیا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے توبہ نہ کیا۔

یزیدی عہد میں مختار ثقفی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔عبد الملک بن مروان کے زمانے میں حارث دمشقی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔آج تک بہت سے لوگ نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں۔

حدیث نبوی میں تیس دعویداران نبوت کا ذکر آیا ہے۔ان میں سے بہت سے لوگ ظاہر ہو چکے ہیں۔نبوت کے دعویداروں میں سے ہر ایک کو ہم نام بنام مرتد مانتے ہیں، لیکن آج ان کے اقوال ہمیں تواتر کے ساتھ نہیں ملتے۔

کسی مفتی نے یہ کہہ کر کفر کا انکار نہیں کیا کہ مدعیان نبوت کا دعویٰ نبوت والا قول مجھے تواتر کے ساتھ نہیں مل سکا، اس لیے میں فلاں مدعی نبوت کو کافر نہیں مانتا ہوں۔

دراصل یہ ضرور مروی ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس لیے ان کو کافر قرار دیا گیا، لیکن ان مدعیان نبوت کا وہ قول تواتر کے ساتھ مروی نہیں جس قول کی بنیاد پر ان

لوگوں کو کافر قرار دیا گیا۔

یہ تحقیق اس مفتی کو کرنی ہے جس نے اس کو مرتد قرار دیا۔ جب تحقیق صحیح کے بعد معتمد مفتی نے کسی پر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ دے دیا۔اس عہد کے علمائے کرام نے اس کو جانچ پرکھ کر دیکھ لیا اور اسے تسلیم کر لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تکفیر کے لیے جو شرطیں ضروری ہیں، وہ شرائط موجود و متحقق تھے۔اسی طرح الوہیت مرتضوی کے قائلین کی تکفیر کا کوئی انکار نہیں کرتا، حالاں کہ ان قائلین کا کفریہ قول تواتر کے ساتھ منقول نہیں، بلکہ خبر واحد کے ذریعہ بھی خاص اس کفریہ قول کا ملنا مشکل نظر آتا ہے۔ہاں، یہ ضرور منقول ہے کہ انہوں نے ایسا دعویٰ کیا۔

آج کسی مفتی کے لیے تمام شرائط متحقق نہ ہو سکے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ شرائط متحقق ہیں،لیکن اس مفتی مابعد کے پاس وہ وسائل نہیں کہ تمام شرائط کی کامل تحقیق کر سکے تو لاعلمی کے سبب اس مفتی کو فتویٰ کا حق نہیں ہوگا،اور اس کو ثابت شدہ فتویٰ کے انکار کا حق نہیں ہوگا۔

یہ مفتی لاعلمی کے سبب سائل کی منزل میں ہوگا،جس طرح عام مومنین عدم علم کے سبب سائل کی منزل میں ہوتے ہیں۔

فتویٰ کے شرائط میں یہ ہے کہ مفتی کو اس کا علم ہو جس بارے میں وہ فتوی دے رہا ہے ،جس ثابت شدہ امر کا اسے علم نہیں ہے،اس بارے میں وہ فتویٰ نہیں دے سکتا۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب کفر کلامی کا صحیح فتویٰ صادر ہو جائے تو ملزم کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہو جاتا ہے۔اب تحقیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ہاں ،اس تکفیر کے دلائل وغیرہ کی معلومات کے لیے کوئی تحقیق کرنا چاہے تو ممانعت بھی نہیں۔اگر تکفیر کلامی کا فتویٰ ہی غلط ہے تو ملزم کو کافر ماننے کا حکم نہیں۔

کافر ماننے کے لیے کفر کلامی کے فتویٰ کے صحیح ہونے کی شرط کا ذکر ہم نے کر دیا ہے۔

سوال:

جب قائل کا قول تواتر کے ساتھ بعد کے مفتی کو نہیں مل سکا تو وہ اس کو کافر کیسے مانے گا؟

جواب: عہد صدیقی اور عہد ما بعد کے مدعیان نبوت کے اقوال ،الوہیت مرتضوی کے قائلین کا کفر یہ قول،اسی طرح کتاب الشفا میں جن مرتدین کا ذکر ہوا،ان کے کفر یہ اقوال آج کے مفتیان کرام کو تواتر کے ساتھ نہیں مل سکے، اس کے باوجود ان مدعیان نبوت، الوہیت مرتضوی کے قائلین، کتاب الشفا وغیرہ میں مذکور مرتدین کے کفر کا منکر خود کافر ہے، کیوں کہ عہد تحقیق میں ان کا کفر ثابت ہو چکا ہے اوران پر کفر کلامی کا حکم صادر ہو چکا ہے۔

اگر کوئی مفتی کفر کلامی کے اس فتوی کا انکار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عہد ماضی میں خطا پر امت کا اجماع ہو گیا تھا، حالاں کہ خطا پر امت مسلمہ کا اجماع شرعا محال ہے۔

سوال:

ضروری دینی کا علم تواتر کے ساتھ نہ ہو سکے تو اس کے انکار پر حکم کفر عائد نہیں ہوتا ہے تو اس مفتی ما بعد پر ’’من شک فی کفرہ فقد کفر‘‘ کا حکم عائد نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ اس کو ملزم کا قول تواتر کے ساتھ نہیں مل سکا؟

جواب:

جب اس ملزم پر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ عائد ہوا ہے تو اس کا کافر ہونا ضروریات دین میں سے ہو گیا۔مفتی ما بعد تک اس ملزم کے کافر ہونے کا قول تواتر کے ساتھ موصول ہوا تو مفتی ما بعد کو ضروری دینی کا علم تواتر کے ساتھ ہو گیا۔اب اس پر لازم ہے کہ اس ملزم کو کافر مانے۔انکار کی صورت میں ((من شک فی کفرہ فقد کفر)) کا حکم عائد ہوگا۔

اگر ملزم کا کفری قول اسے تواتر کے ساتھ معلوم نہیں ہو سکا تو وہ فتویٰ نہیں دے گا، کیوں کہ کفر کلامی کا فتویٰ نافذ کرنے کے لیے قائل کا قول مفتی تک تواتر کے ساتھ پہنچنا ضروری ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ ملزم خود مفتی کے سامنے اپنا کفری کلام بولے، یا اقرار

کرے کہ وہ کفری کلام ہمارا ہے۔

مفتی ما بعد عدم علم کے سبب فتویٰ نہیں دے سکتا ہے،لیکن اس پر اس ملزم کو کافر ماننا لازم ہے، جیسے غیر عالم فتویٰ نہیں دے سکتا ہے،لیکن اس پر کافر کلامی کو کافر ماننا لازم ہے۔

متکلم میں احتمال:

اگر بعد کے مفتی کومتکلم میں احتمال پیدا ہو گیا، کہ متکلم نے ہوش وحواس میں اپنے قصد ورضا سے وہ کلمات کہے تھے، یا حالت نشہ یا نیند میں، یا کسی کے جبر واکراہ کے سبب کہا، یا شک ہوا کہ کہنے کے بعد توبہ کر لی تھی یا نہیں؟

جواب:

مشہور قاعدہ کلیہ ہے: **الیقین لایزول بالشک** ۔جب اس کا کفر ثابت ہے،اور اس کی توبہ کی کوئی خبر ہی نہیں تو محض توبہ کے امکان کے سبب ثابت شدہ کفر زائل نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر وہ ہوش وحواس میں نہ کہا ہوتا تو اپنے قول کی تاویل نہیں کرتا، بلکہ ہوش آنے پر اس کو غلط کہتا۔اگر جبر کے سبب کہتا تو جبر ختم ہونے کے بعد اس کا اظہار کرتا۔محض تخمین واندازہ کے سبب ثابت شدہ کفر زائل نہیں ہوتا ہے۔

جہات محتملہ کی قطعیت میں اختلاف کی گنجائش نہیں:

جب کفر کلامی ثابت ہو چکا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجرم ایسا قطعی کافر ہے کہ اس کے مومن ہونے کا احتمال بلا دلیل بھی باقی نہیں۔اب کوئی اسے مومن کہتا ہے تو گویا کسی قطعی کافر کو مومن کہتا ہے۔ایسے کافر کو مومن کہنے والا یا اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔

اسی حقیقت کی تفہیم کے لیے کہا جاتا ہے۔''من شک فی کفرہ فقد کفر''۔

کفر کلامی کا حکم اسی وقت جاری ہوتا ہے، جب تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہو جائیں اور قطعی بالمعنی الاخص میں عوام وخواص کسی کا اختلاف نہیں ہوتا،اور قطعی بالمعنی الاعم

میں علما کا اختلاف نہیں ہوتا، گرچہ عوام کو اس کا یقینی ہونا سمجھ میں نہ آ سکے۔

کسی محقق کو کسی جہت محتملہ میں کوئی شبہہ ہے تو مفتی اول یا دیگر اصحاب علم سے دریافت کرے، جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکات کے خلاف حکم جہاد جاری فرمایا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا شبہہ پیش فرمایا اور شبہہ ختم ہونے کے بعد حکم صدیقی کو تسلیم فرمایا۔ذیل کی عبارت میں قطعی کی حیثیت پر غور کیا جائے۔اس عبارت میں وضاحت ہے کہ فرض اعتقادی میں ائمہ کرام کا اختلاف نہیں ہوتا۔

امام احمد رضا قادری نے فرض اعتقادی کے بارے میں تحریر فرمایا:

{اَلْاَمْرُ الَّذِیْ اَذْعَنَ الْمُجْتَهِدُ طَلَبَه جزمِیًّا وَحَتْمِیًّا–فان کان ذلک الاذعان فی درجة الیقین المعتبر فی اصول الدین–وعلٰی ذلک التقدیر لا تکون المسئلة الامجمعًا عَلَیْهَا بین ائمة الدین–لان ما فیه خلافٌ وَلَوْ مَرْجُوْحًا لا یَصِلُ الٰی دَرجة هذا الیقین–فهو فرض اِعْتِقَادِیٌّ–وَمُنْکِرُه کَافِرٌ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَکَافِرٌ عند المتکلمین اذا کَانَتِ الْمَسْئَلَةُ من ضروریات الدین–وَاِنَّمَا هٰذَا اَحْوَطُ وَاَسَدُّ عند المحققین وَمُعَوَّلٌ وَمُعْتَمَدٌ عِنْدَ اَسَاتِذَتِنَا الْکِرَام} (فتاویٰ رضویہ جلد اول:ص6-رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح:جب فرض اعتقادی میں ائمہ کرام کا اختلاف نہیں ہوتا ہے تو تکفیر کلامی میں بدرجہ اولیٰ اختلاف نہیں ہوگا، کیوں کہ فرض اعتقادی قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے،اور تکفیر کلامی میں تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہیں۔جب قطعی بالمعنی الاعم میں اہل علم کا اختلاف نہیں ہوتا ہے تو قطعی بالمعنی الاخص میں کیسے اختلاف ہوسکتا ہے؟

ضروری دینی کا علم ظنی ہو تو اسے ماننے کا حکم

سوال: عہد ماضی کے کسی کافر کلامی کے کافر ہونے کی خبر واحد سے موصول ہو تو ملزم کو

مومن سمجھے یا کافر؟

جواب:

شریعت اسلامیہ میں صرف خبر متواتر ہی معتبر نہیں ، بلکہ خبر واحد پر بھی عمل ہوتا ہے ، گرچہ وہ ظنی ہوتی ہے اور خبر متواتر قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔بے شمار فقہی اور ظنی احکام کے مآ خذ اخبار آحاد ہیں۔خبر واحد پر عمل ہوتا ہے اور اس سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

اسی طرح کسی کافر کلامی کے کافر ہونے کا علم خبر واحد کے ذریعہ ہوا تو اسے کافر ماننا ہو گا۔ہاں،اس کے انکار پر حکم کفر نہیں ہوگا ، کیوں کہ اس کی متواتر روایت موصول نہیں ہوسکی۔ جب منکر کو اس کی تکفیر کلامی کی متواتر روایت مل جائے تو اس کا انکار کفر ہے۔

کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے اور ضروری دینی کا ظنی علم ہو تو بھی اسے ماننا ہے،گرچہ ظنی علم کی صورت میں انکار پر حکم کفر عائد نہیں ہوگا۔

ضروری دینی کا علم قطعی ہوتو اسے ماننا فرض قطعی

جس وقت کسی مومن کو آیات متشابہات کے بارے میں قطعی علم ہو گیا کہ یہ قرآن مجید کی آیات مقدسہ ہیں،اسی وقت سے ان کو آیت قرآنی ماننا ضروری دینی ہو گیا۔

آیات متشابہات کا معنی حقیقی تو ہرگز سمجھ میں نہیں آئے گا ، کیوں کہ بندوں کو آیات متشابہات کا علم نہیں دیا گیا،لیکن قرآن مجید ہی میں ان آیتوں پر ایمان کا حکم دیا گیا۔

اس سے قطعی طور پر واضح ہو گیا کہ ایمان کے لیے اس ضروری دینی کے مفہوم کا علم ضروری نہیں ، بلکہ اس کے ضروری دینی ہونے کا قطعی علم ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح کسی کو یہ علم یقینی حاصل ہو گیا کہ اشخاص اربعہ کافر کلامی ہیں ،یعنی ایسے کافر ہیں کہ ان کو کافر ماننا ضروری دینی ہے ،مثلاً بہت سے علمائے معتمدین نے بتا دیا کہ اشخاص اربعہ کافر کلامی ہیں اور کافر کلامی کو کافر ماننا ضروری دینی ہے تو اب اس امر کا ضروری دینی

ہونا اس کے لیے متواتر ہو گیا، اور اسے اس بات کا یقینی علم ہو گیا تو اس پر اشخاص اربعہ کو کافر ماننا فرض قطعی ہو گیا۔

اب اسے اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے اور تحقیق وتفتیش کی اجازت ہے، لیکن اس امر کے انکار کا حق حاصل نہیں، خواہ اسے حکم تکفیر سمجھ میں آئے، یا نہ آئے، جیسے آیات متشابہات کو ماننا ضروری ہے، حالاں کہ اس کے معانی بندوں کو معلوم ہی نہیں۔ نہ ہی وہ معانی بندوں کو بتائے گئے۔

ضروری دینی کو ماننے کے لیے اس کے حقائق ودقائق کو سمجھنا ضروری نہیں۔ کوئی ضروری دینی سمجھ میں نہ بھی آئے تو بھی ماننا فرض ہے، جیسے صدق نبوت کی دلیل یعنی معجزہ کا دلیل نبوت ہونا سمجھ میں نہ آئے تو بھی نبی کو نبی ماننا فرض ہے۔

سب کی عقل وفہم یکساں نہیں۔ ممکن ہے کہ بعض عقلوں کو بعض امور سمجھ میں نہ آسکیں تو عدم فہم کے سبب حکم شرعی موقوف نہیں ہو گا۔

اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی اور جہات محتملہ کی قطعیت

اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق جہات محتملہ آج بھی یقینی ہیں۔ جہات محتملہ کے یقینی ہونے کے باوجود اشخاص اربعہ کے کفر کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے۔ دراصل بعض دنیاوی اغراض ومقاصد اور خاص کر دیابنہ سے روابط وتعلقات کے سبب یہ سب امراض جنم لیتے ہیں۔

جہت کلام اس طرح یقینی ہے کہ وہ کلمات کفری معنی میں یا خدا اور رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تنقیص میں مفسر اور قطعی بالمعنی الاخص ہیں۔ جتنی تاویلات کی گئیں، ان تمام تاویلات باطلہ کا رد علمائے اہل سنت نے اپنی تصانیف اور مناظروں میں دے دیا۔

جہت تکلم اس طرح یقینی ہے کہ اشخاص اربعہ نے خود ہی اپنی عبارتوں کی تاویل لکھی۔ تھانوی نے اپنے دو رسالوں، بسط البنان اور تغییر العنوان میں، نانوتوی نے مناظرۂ عجیبہ

میں، انبیٹھوی نے ''المہند'' میں اپنی کفریہ عبارتوں کی تاویل لکھی۔

نانوتوی نے اپنی کفری عبارتوں پر دہلی میں علامہ محمد شاہ پنجابی علیہ الرحمۃ والرضوان سے مناظرہ کیا۔ گنگوہی کے حکم پر انبیٹھوی نے اپنی کفری عبارتوں پر بہاول پور میں علامہ غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ والرضوان سے مناظرہ کیا۔

یہ مناظرے اور تاویلیں واضح دلیل ہیں کہ ساری کفری عبارتیں ان ہی لوگوں نے لکھی ہیں، ورنہ صاف انکار کردیتے کہ یہ ہماری تحریریں نہیں ہیں۔

آج تک ان عبارتوں پر دیوبندیوں کے مناظرے اور کفری عبارتوں کی تاویل وتوضیح کرنے والی تحریریں یقینی دلیل ہیں کہ یہ تحریریں ان کے ان اکابرین ہی کی ہیں، جن کی طرف وہ منسوب ہیں۔

الحاصل ان کتابوں اور تحریروں کی نسبت اشخاص اربعہ کی طرف تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ آج تک کسی دیوبندی نے بھی انکار نہیں کیا۔

حرمین طیبین سے حکم کفر آنے کے بعد بھی دیوبندیوں نے انکار نہیں کیا کہ یہ عبارتیں ہماری نہیں ہیں، بلکہ المہند لکھ کر یہ ثابت کردیا کہ یہ تحریریں ہماری ہی ہیں۔

حسام الحرمین سے قبل ''المعتمد المستند'' میں حکم کفر عائد ہوا، اس سے قبل علمائے اہل سنت نے نانوتوی، گنگوہی وانبیٹھوی پر حکم شرعی جاری فرمایا۔ ان لوگوں کی طرف سے کبھی انکار نہیں ہوا کہ یہ ہماری عبارتیں نہیں ہیں، یا یہ ہماری کتابیں نہیں ہیں، بلکہ تاویل یا جواب کی کوشش ہوئی۔ اس سے بالکل یقینی ہوگیا کہ یہ عبارتیں انہیں کی ہیں، جن کی طرف منسوب ہیں۔

جہت متکلم اس طرح یقینی ہے کہ جب ان مصنفین نے توجہ دلانے کے باوجود ان عبارتوں میں تبدیلی نہیں کی، توبہ ورجوع نہیں کیا، بلکہ توضیح وتشریح کرتے رہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ یہ عبارتیں ہوش وحواس میں، بلا جبر واکراہ، اپنے قصد وعزم سے

لکھی گئی ہیں اور ان عبارتوں سے توبہ ورجوع ثابت نہیں ۔اگر اشخاص اربعہ توبہ کر لیتے تو پھر توبہ ورجوع کے بعد آج تک دیوبندیوں کو تاویل اور مناظرہ کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

کفریہ عبارتوں میں تاویل کا حکم

اشخاص اربعہ کے کلام میں تاویل قریب یا تاویل بعید کا احتمال نہیں اور تاویل باطل عندالشرع قابل قبول نہیں۔قائلین کی جانب ان کلمات کی نسبت تواتر کے ساتھ ثابت ہے ۔قائلین نے خود بھی ان کتابوں کو اپنی تصنیف قرار دیا۔صرف ان عبارتوں میں تاویل کی ہے اور وہ تاویل، باطل ہونے کے سبب نا قابل قبول قرار پائی ۔

تاویل کے بھی حدود وشرائط ہیں، ورنہ تاویل باطل ہر کلام میں پیش کی جاسکتی ہے ۔ قائلین نے ان کلمات خبیثہ کوکسی کے جبر واکراہ کے سبب یا حالت غشی وجنون میں نہیں کہا ہے ، بلکہ ہوش وحواس کے ساتھ قصداً کہا،اور شرعی حکم ہے کہ اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی توہین وبے ادبی کفر ہے۔

اب اگرکسی کو یقینی علم ہوگیا کہ فلاں نے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بے ادبی کی ہے،اس کے باوجود وہ اس مجرم کو مومن سمجھتا ہےتو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ توہین خدا ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کفر ہی نہیں مانتا ہے۔اگر وہ توہین خدا ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کفر مانتا تو ضرور مجرم کو کافر مانتا اور خدا ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بے ادبی کو کفر نہ سمجھنا خود کفر ہے۔

تاویل بعید کا بھی احتمال ہوتو متکلمین کفر کا حکم عائد نہیں کرتے ،لیکن جب متکلمین نے تفتیش وتحقیق کے بعد حکم کفر عائد کر دیا اور کسی امر کو کفر کلامی اور قائل کو کافر کلامی قرار دے دیا تو اس کا مفہوم یہی ہے کہ یہاں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔نہ تاویل قریب کی گنجائش ہے، نہ تاویل بعید کی گنجائش۔

اب اگر کسی کا استاد یا پیر کافر کلامی ہے اور شاگرد یا مرید بھی ساتھ میں جہنم جانا چاہتا ہے تو کفر کلامی کے انکار سے کون روک سکتا ہے۔استاد و پیر کی محبت میں کفر کلامی کا انکار کرے،اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنالے:**لا اکراہ فی الدین**۔حق اور باطل بالکل واضح ہے۔ ماننا اور نہ ماننا الگ بات ہے۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:09:دسمبر 2020

☆☆☆☆☆

اطلاع

قسط اول سے قسط یازدہم تک اس مسئلہ کی تحقیق ہے کہ کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد کسی کو اختلاف کا حق نہیں۔

قسط دوازدہم سے قسط چہاردہم تک کفر کلامی پر علمائے کرام کے اجماع واتفاق کی بحث ہے۔قسط پانزدہم سے قسط بستم تک اعتقادی مسائل کے تصدیقی ہونے کی بحث ہے۔

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط دوازدہم

کفر کلامی پر اجماع کا مفہوم

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ پر اہل حق کا اجماع واتفاق ہی ہوتا ہے۔خواہ زبان وقلم سے ہرایک مفتی اتفاق کا اظہار کرے، یا نہ کرے۔ ہرایک کے لیے کافر کلامی کو کافر اعتقاد کرنا اور کافر ماننا ضروری ہے۔

عہد حاضر میں مذبذبین یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی نے جو اشخاص اربعہ پر کفر کلامی کا فتویٰ دیا، وہ ہمیں تسلیم ہے، لیکن ہم ان اشخاص اربعہ کو کافر نہیں، بلکہ صرف گمراہ کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے تحقیق فرمائی تھی، ان کے لیے تمام جہات محتملہ یقینی ہوگئی تھیں۔ ہمارے لیے یہ سب یقینی نہیں ہوسکی ہیں، اس لیے ہم صرف گمراہ کہتے ہیں۔

مذبذبین سے سوال ہے کہ کفر کلامی کے انکار کی وجہ کیا ہے؟

کیا وہ یقینی جہات مذبذبین کو سمجھ میں نہ آسکی ہیں، اسی لیے اپنے لیے ان جہات کو غیر یقینی سمجھتے ہیں؟

حالاں کہ محتمل جہات آج بھی یقینی ہیں۔ جب تمام جہات یقینی ہیں تو حکم میں تبدیلی کیسے ہوگی؟

نیز کفر کلامی کا صحیح حکم کبھی بدلتا نہیں۔اس میں تبدیلی کی ایک ہی صورت ہے کہ قائل

توبہ ورجوع کر لے تو حکم کفر اس سے ختم ہو جائے گا۔

الوہیت مرتضوی کے قائلین دعوی الوہیت کے سبب کافر کلامی ہیں۔اب آج اگر کسی کو ان کے دعوی الوہیت میں کچھ شک ہو تو حکم میں تخفیف نہیں ہوگی، بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ وہ قائلین الوہیت کو کافر کلامی اعتقاد کرے،اور اسی اعتقاد کے ساتھ تحقیق وتفتیش کے ذریعہ اپنا شک دور کرنے کی کوشش کرے۔

قائلین الوہیت مرتضوی کے کفر سے انکار یا اس میں توقف کی اجازت نہیں۔اگر خود تحقیق کا اہل ہے تو خود تحقیق کرے،ورنہ اہل علم سے سوال کرے۔

حکم الٰہی ہے:{فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون}

کفر کلامی کا صحیح فتویٰ صادر ہو جائے تو کسی کو اختلاف کا حق حاصل نہیں۔کافر کلامی کو کافر کلامی اعتقاد کرنا ضروری ہے،اور کافر کلامی کو مومن ماننا کفر کلامی ہے۔

اس عہد کے علمائے کرام کو اور مابعد کے علما کو تحقیق کی اجازت ہوگی،لیکن اگر یہ فتویٰ صحیح تھا تو اختلاف کی اجازت نہیں ہوگی۔

علمائے کرام کے اتفاق واجماع کے سبب اس فتویٰ کی تقویت وتائید ہوتی ہے۔اگر اجماع صوری نہ بھی ہو تو بھی کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کا انکار کر کے کافر کلامی کو مومن کہنا کفر کلامی ہے۔اب یہ سوال کہ علمائے ماقبل سے خطا ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی خطا پر امت کا اجماع نہیں ہوتا، نیز جب کفر کلامی میں ہر جہت یقینی وقطعی بالمعنی الاخص ہونے کے بعد فتویٰ دیا جاتا ہے تو اب خطا کی گنجائش کہاں باقی رہتی ہے؟

قطعی بالمعنی الاخص کی تشریح پر غور کیا جائے۔قطعی بالمعنی الاخص میں جانب مخالف کا احتمال بلا دلیل بھی نہیں ہوتا ہے۔جب کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرتے وقت جانب مخالف کا احتمال بلا دلیل بھی نہیں ہوتا ہے تو چند سالوں بعد یا چند صدیوں بعد احتمال کیسے پیدا ہو جائے گا؟

ہاں، یہ ممکن ہے کہ بعد کے زمانوں میں جہات ثلاثہ میں کوئی احتمال پیدا ہوتو اسے دور کرنا مشکل ہو، مثلاً مفتی اول کے پاس تواتر کے ساتھ وہ قول پہنچا تھا، اس نے حکم کفر صادر کر دیا، بعد میں اس قول کی متواتر روایت جاری نہیں رہ سکی، یا مفتی اول کے پاس قائل نے اپنے کفریہ قول کا اقرار کیا اور دوسرے مفتی کے سامنے اقرار کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

جس مفتی کے سامنے کفر کا اقرار کیا، پھر مفتی نے اقرار کفر کے سبب حکم کفر دیا تو دوسرا مفتی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے سامنے اقرار نہیں ہوا تو میں کیسے کافر مان لوں، بلکہ اسے کافر کو کافر ماننا ہوگا، جب کہ اسے فتویٰ کفر کی خبر موصول ہو جائے۔

جب کفر کلامی کا پہلا فتویٰ صحیح تھا تو دوسرے مفتی کو فتویٰ دینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی بعد کے زمانہ والوں کو ہر عہد میں اس مرتد سے متعلق نئے فتویٰ کی ضرورت ہے، بلکہ جو صحیح فتویٰ نافذ ہو چکا ہے، اس کو ماننا ہے۔

جب پہلا فتویٰ صحیح تسلیم کیا گیا ہے تو مفتی نے ساری تحقیقات مکمل کی ہے، تب ہی اس کو صحیح تسلیم کیا گیا، ورنہ علمائے حق ضرور اس کی مخالفت کرتے۔

دفع شبہات کے لیے کیا کرے؟

کفر کلامی میں کسی عالم کو شبہہ ہوتو وہ ان علما سے دریافت کر سکتے ہیں، جن کی تحقیق میں جہات ثلاثہ قطعی بالمعنی الاخص ہو چکی ہیں، جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکات کے خلاف حکم جہاد جاری فرمایا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا شبہہ پیش فرمایا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب سے وہ مطمئن ہو گئے، اور شبہہ دور ہونے کے بعد فرمائے:

{فَوَ اللّٰہِ مَا ھُوَ اِلَّا اَنْ رَأَیْتُ اللّٰہَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ لِلْقِتَالِ – فَعَرَفْتُ اَنَّہُ الْحَقُّ} (صحیح مسلم جلد اول ص 37 – صحیح البخاری، سنن النسائی، سنن الترمذی)

(سنن ابی داؤد، مسند احمد بن حنبل، شعب الایمان للبیہقی)

کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد اختلاف کی جائز صورت نہیں۔کسی مفتی کو کلام، متکلم، تکلم یا کسی جہت میں کوئی احتمال نظر آئے تو مفتی اول سے دریافت کرے، جس نے کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے، یا جو علما اس قابل ہوں، ان سے دریافت کریں۔

ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی عالم تحقیق ہی نہ کرے، تاکہ اس کے یہاں کوئی ایک، یا دو یا تینوں جہت قطعی کے درجہ تک نہ پہنچ سکے، اور وہ دیگر علمائے متکلمین سے اختلاف کرتا پھرے ۔کلام میں احتمال اسی وقت ہوگا، جب وہ مفسر یعنی متعین فی الکفر نہ ہو۔اگر کلام متعین فی الکفر ہے تو اختلاف کرنا ہٹ دھرمی ہے۔

کفر کلامی پر ارباب حل وعقد کے اجماع کے بعد اختلاف کی گنجائش نہیں۔ابتدائی عہد میں اشخاص اربعہ پر نام زد کر کے صریح فتویٰ کفر جاری کرنے میں علما نے احتیاط فرمائی، اور قول کا کفریہ ہونا ظاہر فرمادیا، اور ایسے قائل کو کافر بتایا، تاکہ قائل توبہ کرلے۔

اگر جہات محتملہ کے تیقن کے بعد قول کو کفریہ کہا جائے تو یہ بطرز بلیغ قائل کو کافر قرار دینا ہے۔کنایہ صریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔

{الکنایۃ ابلغ من التصریح} علم بلاغت کا مشہور قاعدہ ہے۔جب قائلین توبہ کی جانب بالکل مائل نہ ہوئے تو کفر کلامی کا صریح فتویٰ جاری کیا گیا۔

ابتدائی عہد میں بعض علما کو اشخاص اربعہ کی عبارتوں کا علم نہ تھا، جب علم ہوا تو تکفیر کی، جیسے علامہ معین الدین اجمیری۔ان کا واقعہ ''الصوارم الہندیہ'' (ص 17-مطبوعہ:اجمیر معلیٰ) میں مرقوم ہے کہ پہلے ان کو اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں کا علم نہ تھا۔جب علم ہوا تو تکفیر کی۔

تکفیر کلامی پر علمائے اسلام کا اجماع

جب کسی عہد میں کسی کے کفر پر علمائے اسلام کا اجماع واتفاق ہوجائے، تو مابعد

والوں کواس کی مخالفت کرنا کفر ہے۔کسی کے کفر پر علما کا اجماع اسی وقت ہوگا، جب وہ کفر کلامی ہو، کیوں کہ کفرفقہی میں متکلمین کا اختلاف ہوتا ہے۔کفرفقہی کو متکلمین ضلالت وگمرہی کہتے ہیں۔یہ فقہاو متکلمین کے مابین لفظی اختلاف ہے۔

سوال: اگرکسی کے کفرکلامی پرعلمائے اسلام کا اجماع نہ ہو، بلکہ صرف ایک مفتی نے اس کے کفرکلامی کا فتویٰ دیا ہوتو اس کفرکلامی کا انکار کرنا اوراس کافرکلامی کومومن اعتقاد کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگرکفرکلامی کا وہ فتویٰ صحیح ہے تو انکار کرنے والا کافر ہے۔جو کافرکلامی کو مومن کہے، وہ کافر ہے۔اس کفرکلامی پرعلمائے اسلام کے ظاہری اجماع کے سبب اس فتویٰ کی تقویت وتائید ہوجاتی ہے، ورنہ کفرکلامی پراجماع ہی ہوتا ہے،یعنی سب لوگ اسے مانتے ہیں،خواہ زبان وقلم سے اتفاق ظاہر کریں یا نہ کریں۔

ہاں، دریافت کرنے پراظہارحق لازم ہے۔اگرسوال ہونے پربھی کافرکلامی کوکافر نہ کہا، بلکہ مومن کہااورفتوی کفر سے قطعی طور پرواقف وآشنا ہےتو کافر ہے،اورکفریات وفتویٰ کفر سے لاعلمی کی حالت میں مومن کہا تو کافرنہیں، بلکہ معذور ہے۔

سوال: علمائے اسلام کے اجماع کا انکارکفرکلامی ہے، یانہیں؟

جواب: کسی بھی اجماع کا انکارکفرکلامی نہیں۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع سب سے قوی اجماع ہے۔اجماع صحابہ کرام کواجماع قطعی کہا جاتا ہے۔

اجماع صحابہ کا انکاربھی کفرفقہی ہے،کفرکلامی نہیں۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعدائمہ مجتہدین کا اجماع کسی ایسے امر پرہو،جس میں ماقبل میں اختلاف نہ تھا تو ایسے اجماع کا انکارحدیث مشہور کے انکار کی طرح حرام ہے،کفرنہیں۔بہت سے فقہا اس انکارکوضلالت وگمرہی قرار دیتے ہیں۔

اشخاص اربعہ کی تکفیر پر اتفاق واجماع کیسے؟

سوال: اشخاص اربعہ کی تکفیر پر تمام علمائے عرب وعجم کا کہاں اتفاق ہوا؟ حرمین طیبین کے علمائے کرام نے کفری فتویٰ پر تصدیق فرمائی، پھر برصغیر کے کچھ علمائے کرام نے، پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ عرب وعجم کے تمام علمائے کرام نے اس کو تسلیم کر لیا ہے؟

جواب: ارباب حل وعقد کا اتفاق قوم کے تمام افراد کی جانب منسوب ہوتا ہے۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت راشدہ پر ہر ایک مومن نے ساری دنیا سے آ کر اتفاق نہ کیا تھا اور نہ ہی جہاں بھر کے ہر ایک مومن نے بیعت کی تھی۔

محض ارباب حل وعقد کا اتفاق ہوا تھا، جس کو ساری دنیا کے مسلمانوں نے تسلیم کیا اور کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ ارباب حل وعقد کے اجماع کو سارے مومنین کا اجماع تسلیم کیا گیا اور خلفائے راشدین کی خلافت کو اجماعی کہا گیا۔

سلطنت عثمانیہ ترکیہ کی جانب سے حرمین طیبین میں چاروں مذاہب فقہیہ کے مفتی مقرر کیے جاتے، اور چاروں مذاہب کے فقہا ومفتیان کرام حرمین طیبین میں موجود ہوتے۔ کسی مسئلہ پر ان چاروں مذاہب کے مفتیان وفقہا کا اتفاق عالم اسلام کا اتحاد واتفاق تسلیم کیا جاتا۔

اب جبکہ ارباب حل وعقد یعنی علمائے حرمین طیبین نے اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں میں غور وفکر کے فیصلہ فرما دیا کہ ان عبارتوں میں تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا یہ کفر کلامی ہے تو ان حضرات کا اتفاق تمام مسلمانان اہل سنت وجماعت کا اتفاق تسلیم کیا جائے گا، کیوں کہ یہ اتفاق اصول شرع کے موافق ہے۔ قائلین کی جانب سے کوئی قابل قبول تاویل پیش نہ کی جا سکی، نہ تاویل کی کوئی گنجائش ہے۔

اگر خطا کے احتمال باطل کا لحاظ کیا جائے تو کبھی بھی کفر کلامی کا فتویٰ جاری نہیں ہو سکے گا، کیوں کہ کوئی امتی معصوم نہیں۔ ہر ایک سے خطا ممکن ہے، گرچہ وہ صحابی ہوں۔

نیز ایسے مشکل مسائل میں علمائے اسلام میں سے ہر ایک تحقیق نہیں کرتے، بلکہ جن کے پاس تحقیق کے وسائل مہیا ہوتے ہیں، ان کی تحقیق اور فیصلے کے منتظر ہوتے ہیں، اور عہد انتظار میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو عنداللہ حق ہے، وہی ہمارا عقیدہ ہے۔

سوال: کسی کی وفات عہد انتظار میں ہو جائے تو اس صورت میں ان پر کوئی حکم کیسے جاری ہو سکتا ہے؟

جواب: ان کا مسلک وہی تسلیم کیا جائے گا، جو تمام عالم اسلام کا ہوگا، کیوں کہ وہ مذہب اسلام کے تمام احکام مانتے تھے۔ ہاں، صحیح فتویٰ آنے کے بعد جب کسی کا انکار سامنے آ جائے تو اس انکار پر بحث ہوگی۔

اگر کوئی عالم وفقیہ صحیح حکم شرعی کو تسلیم نہ کرے تو گویا دین خداوندی میں اپنی مرضی کو دخل دینا ہوا، اب اس کا انکار حکم شرعی کو ساقط نہیں کر سکے گا، بلکہ خود اس منکر پر حکم شرعی نافذ ہو گا، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کہیں کا بھی ہو: {**الاسلام یعلو ولا یعلی**} (صحیح البخاری)

کفر کلامی کا حکم ظنی امور میں سے نہیں کہ اس میں مختلف علما کی مختلف رائے ممکن ہو۔

اب بات رہی شبہہ اور تاویل کی تو اشخاص اربعہ کے کلام میں تاویل قریب یا تاویل بعید کی گنجائش نہیں اور تاویل باطل عندالشرع قابل قبول نہیں۔ قائلین کی جانب ان کلمات کی نسبت تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

قائلین نے خود بھی ان کتابوں کو اپنی تصنیف قرار دیا۔ صرف ان عبارتوں میں تاویل کی ہے اور وہ تاویل باطل ہونے کے سبب نا قابل قبول قرار پائی۔

تاویل کے بھی حدود وشرائط ہیں، ورنہ تاویل باطل ہر کلام میں پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر ہر قسم کی تاویل قبول کر لی جائے تو ایمان وکفر کا فرق ختم ہو جائے گا۔ جو آدمی جیسا کفر کر لے، وہ مومن ہی رہے گا۔ ہندو دھرم میں یہی قانون ہے کہ کوئی کچھ بھی کر لے، ہندو دھرم سے

خارج نہیں ہوگا، یہاں تک کہ آر ایس ایس والے مسلمانوں کو بھی ہندو مانتے ہیں۔

اشخاص اربعہ نے اپنے کلمات خبیثہ کو کسی کے جبر واکراہ کے سبب یا حالت غشی وجنون میں نہیں کہا ہے، بلکہ ہوش وحواس کے ساتھ بالقصد لکھا ہے۔

حکم شرع ہے کہ اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی توہین وبے ادبی کفر ہے۔اب ان قائلین کے کفر سے انکار کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس تکفیر کا منکر، مذکورہ حکم شرعی کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔اگر تسلیم کرتا تو ضرور بے ادبوں کو کافر قرار دیتا۔

یہ حکم شرعی ہے کہ ضروریات دین کا منکر اور خدا اور سول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تنقیص وبے ادبی کرنے والا کافر ہے۔جو آدمی اس شرعی حکم کو تسلیم نہیں کرتا ہے، وہ مومن نہیں۔

اگر تاویل بعید کی بھی گنجائش ہوتو متکلمین کفر کا حکم عائد نہیں کرتے۔جب متکلمین حکم کفر عائد کردیں اور کسی امر کو کفر کلامی اور قائل کو کافر کلامی قرار دے دیں تو اس کا مفہوم یہی ہے کہ یہاں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔

تکفیر کلامی پر اتفاق واجماع سے حکم کی تائید وتقویت

سوال: کیا کفر کلامی کے فتویٰ پر عہد تحقیق کے علما کا اتفاق حکم تکفیر کو قوت پہنچاتا ہے؟

جواب: کفر کلامی کے فتویٰ پر عہد تحقیق کے علما کا اتفاق حکم کو مؤکد کردیتا ہے۔

کفر کلامی پر عہد تحقیق کے علما کا اتفاق کسی کے کفر کلامی پر ہوگیا تو اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ مفتی نے حکم کفر جاری کرنے میں کسی قسم کی خطا نہیں کی ہے۔کفر کلامی آغاز امر سے یقینی ہی ہوتا ہے،علما کے اتفاق سے مزید تاکید ہوجاتی ہے۔

تحقیق کے نام پر اختلاف کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کافر کو مومن ثابت کرنا چاہتا ہے۔

تکفیر کے لیے تحقیق کا حکم ہے،لیکن یہ حکم کہیں نہیں کہ ہر ایک کو تحقیق کرنی ہے۔

کیا مفتیان کرام جن ضروریات دین کو تسلیم کرتے ہیں، ان تمام کی ازخود تحقیق کر چکے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کافر کلامی کو کافر ماننا بھی ضروریات دین سے ہے، پھر اس ضروری دینی کی تحقیق سب پر کیسے لازم ہوگئی؟ اگر کافر کلامی کے کفر کی تحقیق لازم ہے تو صرف اشخاص اربعہ ہی کے کفر کی تحقیق کیوں لازم ہے؟ عہد ماضی کے مرتدین اور مدعیان نبوت کو اپنی تحقیق کے بغیر علمائے ماضی کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے کیوں کافر کہا جاتا ہے؟

اگر دیگر ضروریات دین میں اور اشخاص اربعہ کے علاوہ دیگر مرتدین کی تکفیر میں دیگر ارباب تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں تو اشخاص اربعہ کی تکفیر میں دیگر علما کی تحقیق پر اعتماد کیوں نہیں ، یہاں ہر ایک عالم کو ذاتی تحقیق کی ضرورت کیوں درپیش ہوئی؟

حقیقت یہ ہے کہ کسی امر کا محقق اور ثابت شدہ ہونا ضروری ہے، خواہ کسی کی تحقیق سے بھی وہ ثابت ومحقق ہو۔ہاں، یہ ضروری ہے کہ وہ تحقیق صحیح ہو۔

علما کے اتفاق سے محض حکم کی تاکید ہوتی ہے۔اگر ایک ہی مفتی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری کیا اور وہ فتویٰ صحیح ہے۔اب کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو یقیناً وہ ’’من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر‘‘ کے دائرہ میں آتا ہے۔

اگر فتویٰ تکفیر جاری ہونے کے بعد قائل وفاعل توبہ کر چکا ہو تو پھر اس قائل وفاعل سے حکم کفر یقیناً ساقط ہو جائے گا۔اگر فتویٰ تکفیر جاری کرنے والے مفتی کو توبہ کا علم ہوا تو وہ بھی اسے مومن اعتقاد کرے گا، یا جس کسی کو توبہ کا علم ہو، اس پر لازم ہے کہ اسے مومن اعتقاد کرے۔

علامہ عبدالباری فرنگی محلی (1296ھ-1344ھ-1877ء-1926ء) نے حجۃ الاسلام علامہ رضا خاں بریلوی کے سامنے لکھنو میں غیر مشروط طور پر اپنے تمام قابل اعتراض امور سے توبہ کر لی تھی۔اب علم ویقین کے بعد جو ان پر الزام عائد کرے، وہ یقیناً

غلط ہے اور حکم شرع اس پر عائد ہوگا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر علمائے حرمین طیبین کے اتفاق واجماع کا ذکر کرتے ہوئے علامہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کو تحریر فرمایا:

(الف) ''کفر وہابیہ دیوبندیہ پر علمائے کرام حرمین شریفین (جن کی تحقیق آپ کے یہاں کی تحقیق سے عام مسلمین کے نزدیک ارجح واعلیٰ ہے) اجماع فرما چکے، اور میرے یہاں کے کتب ورسائل مثل تمہید ایمان وحسام الحرمین ووقعات السنان وادخال السنان والموت الاحمر وکشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا نے بحمدہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اظہار حق کا اٹھا نہ رکھا۔ مرتدین کو کچھ بناتے نہ بنی، خود اپنے کفروں کی تاویل میں جو حرکت مذبوحی کی، انہیں کے منہ پر پڑی، اور آج تک جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد بھی آفتاب کو چراغ دکھانے کی کچھ حاجت رہی؟ بفرض باطل اگر آپ ان کے کلام میں کوئی تاویل تراش سکیں تو ان مرتدین کو کیا نفع اور ان کا کفر کیوں کر دفع، کہ ان کی یہ مراد ہوتی تو برسوں پہلے اگل نہ دیتے۔ ضرور ان کی مراد معنی کفر ہی تھے، اور وہ کافر۔

درمختار میں ہے: (**ثم لو نیته ذلک فمسلم والا لم ینفعه حمل المفتی علی خلافه**) (الطاری الداری ص 83- حسنی پریس بریلی)

(ب) ''تقویۃ الایمان وصراط مستقیم ویک روزی کا مصنف اسماعیل دہلوی ہے۔ اس پر صدہا وجوہ سے لزوم کفر ہے۔ دیکھو سبحان السبوح وکوکبہ شہابیہ ومتن وشرح الاستمداد، اور تحذیر الناس، نانوتوی وبراہین قاطعہ، گنگوہی، وحفظ الایمان، تھانوی میں قطعی یقینی اللہ ورسول کو گالیاں ہیں، اور ان کے مصنفین مرتدین، ان کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے۔ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''۔ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ دیکھو کتاب مستطاب حسام الحرمین: واللہ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم: حصہ دوم: ص 314- رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: منقولہ بالا دونوں عبارتوں میں فرقہ دیوبندیہ کے عناصر اربعہ کے کفر پر علمائے حرمین طیبین کے اتفاق کا ذکر ہے۔اب رہا یہ سوال کہ علمائے حرمین طیبین کا کفر پر اتفاق تمام علمائے اسلام کا اتفاق تسلیم کیا جائے گا، یا نہیں؟ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی تفصیلی بحث مابعد کی قسطوں میں آئے گی۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 10: دسمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط سیزدهم

کفر کلامی پر اجماع کا مفہوم

کسی کی تکفیر کلامی پر اجماع کے بعد اس کو مومن ماننا کفر کلامی ہے۔اس کو تسلیم کرنا لازم ہے۔تکفیر پر اجماع اسی وقت ہوگا ،جب کفر کلامی ہو،کیوں کہ کفر فقہی میں متکلمین کا لفظی اختلاف ہے۔متکلمین کفر فقہی کو ضلالت وگمرہی کہتے ہیں۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ کسی پر کفر کلامی کا صحیح حکم عائد ہو تو اس کو مومن ماننا کفر ہے۔

جب اس تکفیر کلامی پر علمائے کرام کا ظاہری اتفاق بھی ہوجائے تو یہ حکم مزید مؤکد ہو جاتا ہے، جیسے پہلے اس کافر کلامی کو مومن ماننا کفر تھا،اسی طرح علما کے ظاہری اتفاق کے بعد بھی اس کافر کلامی کو مومن ماننا کفر ہے۔

اگر علمائے اسلام کا اپنی زبان وقلم سے ظاہری اتفاق نہ بھی ہو تو بھی ہر عالم وعامی کو کفر کلامی کا صحیح فتویٰ ماننا اور ملزم کو کافر کلامی ماننا فرض ہے۔اس کی تکفیر کلامی کے علم قطعی کے بعد جو بھی ملزم کو مومن کہے، وہ کافر ہے،خواہ وہ عالم ہو یا کوئی عام مسلمان ہو۔علمائے کرام کے اتفاق سے حکم کے مؤکد ہوجانے کا ذکر درج ذیل عبارت میں ہے۔

قال القاضی: {وَقَدْ اَحْرَقَ علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ مَنْ اِدَّعٰی لَہُ الْاِلٰہِیَّۃَ–وقد قتل عبد الملک بن مروان الحارث المتنبی وَصَلَبَہ–وَ فَعَلَ ذلک غیر واحدٍ من الخلفاء والملوک باشباھھم–وَاَجْمَعَ علماء

وقتهم علٰی صواب فعلهم–وَالمُخَالِفُ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ کُفرِهِمْ کَافِرٌ}

(کتاب الشفا جلد دوم:ص297)

توضیح: حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الوہیت مرتضوی کے قائلین کو مرتد قرار دے کر انہیں آگ میں جلا دیا، اسی طرح دیگر سلاطین اسلام نے مرتدین کو قتل وہلاک کیا۔اس عہد کے علمانے اس سزا کو اور اس تکفیر کو صحیح قرار دیا، اور اس تکفیر کے منکر کو کافر قرار دیا ، کیوں کہ وہاں کسی ضروری دینی کا قطعی انکار تھا۔ان لوگوں کی تکفیر کے انکار مطلب یہی تھا کہ تکفیر کا منکر اس ضروری دینی کو ضروری دینی نہیں مانتا، ورنہ ضرور اس ملزم کو کافر مانتا۔

عہد حاضر میں مسلک دیو بند کے عناصر اربعہ کے متبعین کی کثرت دیکھ کر بعض مذبذبین طواغیت اربعہ کی تکفیر کا انکار کرنا چاہتے ہیں اور اس انکار کے لیے دلائل وتاویلات کے متلاشی ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے مذبذبین سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے: آمین

قال الخفاجی:{(واجمع علماء وقتهم علٰی صواب فعلهم)ای تصویبه اَوْ هو من اضافة الصفة للموصوف–وذلک لکذبهم عَلَی اللّٰه بِاَنَّه نَبَّأَهُمْ وتکذیب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی–انه خاتم الرسل–وَاَنَّه لا نبی بعده(و)اَجْمَعُوْا اَیْضًا عَلٰی(اَنَّ الْمُخَالِفَ فِیْ ذٰلِکَ)اَیْ تَکْفِیْرِهِمْ بِمَا إِدَّعُوْهُ(مِنْ کُفْرِهِمْ)هومفعول المخالفِ اَیْ مَنْ خَالَفَ مَذْهَبُهُمْ فی تکفیرهم فَقَالَ:لَا یُکَفِّرُوْنَ(کَافِرٌ)لانه رضی بِکُفْرِهِمْ وَتَکْذِیْبِهِمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِه}

(نسیم الریاض جلد چہارم:ص536-دارالکتاب العربی بیروت)

قال الملا علی القاری:{(والمخالف فی ذلک)الفعل(مِنْ کُفْرِهِم) اَیْ مِنْ جهته (کَافِرٌ) لِجَحْدِه کُفْرَهُمْ}

(شرح الشفا للقاری جلد چہارم:ص536-دارالکتاب العربی بیروت)

قال المحشی علی محمد البجاوی المصری:{من خالف مکفرهم فی تکفیرهم،فقال:لا یکفرون،هذا المخالف کافر،لانه رضی بکفرهم وتکذیبهم لله ورسوله} (حاشیۃ الشفا:ص1091-دارالکتاب العربی بیروت)

سوال: قاضی عیاض مالکی اورعلامہ خفاجی حنفی نے فرمایا کہ کسی کی تکفیر کلامی پراجماع ہوجانے کے بعداس ملزم کومومن ماننے والا کافر ہے۔

یہاں کون سی بات پراجماع مراد ہے؟اس کی تکفیر پراجماع مراد ہے،یااس ملزم سے صادرہونے والے قول وفعل کے کفریہ ہونے پراجماع مراد ہے؟

جواب: منقولہ بالاعبارتوں میں کسی ملزم کی تکفیر پراجماع کا ذکر ہے۔سیاق وسباق سے بالکل واضح ہے کہ یہاں کسی کافر کی تکفیراوراس کی تصویب یعنی اس تکفیر کے صحیح ہونے پر علمائے وقت کے اجماع کا ذکر ہے۔یہاں کسی قول وفعل کے کفریہ ہونے پراجماع کا ذکرنہیں۔

دراصل یہاں دوامر ہیں:

(1) کسی قول وفعل کا بالاجماع کفر ہونا(2) کسی قائل یافاعل کے کفر پراجماع ہونا۔

مذکورہ بالاعبارت میں امرثانی کا بیان ہے۔کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرنے کا حق علمائے متکلمین کو ہے۔خالص فقہا جوعلم کلام کے اصول وضوابط اوردقائق وحقائق سے کما حقہ واقف نہ ہوں،انہیں یہ حق نہیں۔علمائے متکلمین کے علاوہ دیگر مومنین کا منصب سائل کا ہوگا۔

ارشادالٰہی ہے:**{فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون}**(سورہ انبیا:آیت 7)

یہ بھی ممکن ہے کہ بعض مومنین کوفتویٰ کی باریکیاں نہ سمجھ میں آئیں توعدم فہم کی صورت میں بھی کفر کلامی کا صحیح فتویٰ ماننالازم ہوگا،جیسے کسی کواللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل نہ بھی سمجھ میں آئے توبھی اللہ تعالیٰ کوایک ماننالازم ہے۔یہ ممکن ہے کہ بدیہی بات بھی کسی سبب سے کسی کوسمجھ میں نہ آئے۔دقیق مسائل ہرایک کی سمجھ میں نہیں آسکتے،اسی لیے

شریعت اسلامیہ نے تقدیر کے مسائل میں زیادہ غور وفکر سے منع فرمایا ہے۔

کفر اجماعی کا مفہوم

قاضی عیاض مالکی (476ھ-544ھ) کی مذکورہ بالا تحریر اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی (977ھ-1069ھ) وملا علی قاری حنفی (930ھ-1014ھ) کی تشریح سے واضح ہو گیا کہ اگر کسی عہد میں کسی کے کفر پر اجماع ہو جائے تو بعد والوں کو اختلاف کا حق حاصل نہیں۔

کفر فقہی کو کفر اختلافی کہا جاتا ہے، کیوں کہ علمائے متکلمین اس کو کفر کا نام دینے پر متفق نہیں ہوتے، بلکہ اسے ضلالت وگمرہی کا نام دیتے ہیں۔

کفر کلامی کو کفر اجماعی کہا جاتا ہے۔اس امر (قول یا فعل) کے کفر ہونے پر اجماع امت ہوتا ہے،لہٰذا اتفاق کفر کلامی ہی پر ہوسکتا ہے۔

کفر کلامی میں جہات محتملہ (کلام،متکلم وتکلم)قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہیں،اس لیےاس میں اختلاف نہیں ہوتا، کیوں کہ قطعی بالمعنی الاخص میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔

تکفیر کلامی کی شرط ہے کہ(1) کلام کا کفریہ ہونا قطعی بالمعنی الاخص ہو(2) قائل کی جانب کلام کی نسبت قطعی بالمعنی الاخص ہو(3) متکلم سے کلام کے معانی کی فہم کے ساتھ قصداً بلا جبر واکراہ بحالت ہوش وحواس اس کلام کا صادر ہونا قطعی بالمعنی الاخص ہو۔

اجماع شرعی کا مفہوم

اجماع شرعی (اجماع فقہی) کا انعقاد اسی وقت ہوگا، جب کسی امر پر اس عہد کے تمام مجتہدین صالحین کا اتفاق ہو جائے، کیوں کہ مجتہدین کی تعداد ہمیشہ انتہائی قلیل رہی،حتی کہ قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت عظمیٰ میں صرف بیس صحابہ کرام مجتہد شمار ہوتے ہیں۔

مذہب اسلام میں امام احمد بن حنبل (164ھ-241ھ) کے بعد کسی کے مجتہد ہونے پر علمائے اسلام کا اتفاق نہیں ہوسکا۔ قلت تعداد کے سبب ایک عہد کے فقہائے مجتہدین کا ایک جگہ جمع ہونا، یا ان تمام کی رائے معلوم کرنا مشکل نہیں۔ اس کے باوجود دو صدی بعد اس اجماع کا ادراک بھی مشکل ہو گیا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''اجماع شرعی جس میں اتفاق ائمہ مجتہد ین پر نظر تھی، علما نے تصریح فرمائی کہ بوجہ شیوع وانتشار علما فی البلاد دو صدی بعد اس کے ادراک کی کوئی راہ نہ رہی''۔ (فتاویٰ رضویہ ج 19 ص 594: جامعہ نظامیہ لاہور)

اجماع اہل حل وعقد کا مفہوم

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت کو اجماعی تسلیم کیا گیا ہے، اور ارباب حل وعقد کا اجماع کافی سمجھا گیا، یعنی مدینہ منورہ میں موجود حضرات صحابہ انصار ومہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اتفاق تمام امت مسلمہ کا اتفاق تسلیم کیا گیا، کیوں کہ تمام مسلمانان عالم کا مدینہ طیبہ حاضر ہونا مشکل امر تھا، اسی طرح ہر ایک کی رائے معلوم کرنا بھی مشکل امر تھا۔ کتب عقائد میں حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت کے اجماعی ہونے کے دلائل مرقوم ہیں۔

اگر کسی مانع کے سبب بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ابتدائی مرحلہ میں بیعت نہ کی تو بعد میں بیعت کی، اور اگر بعد میں بھی بیعت نہ کی تو بھی اس خلافت کو تسلیم کیا، جیسے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی عذر کے سبب ایک مدت بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کی، لیکن خلافت مرتضوی کو تسلیم فرمایا۔

ارباب حل وعقد کا اتفاق تمام مومنین کا اتفاق تسلیم کیا گیا۔ اسی اتفاق کے سبب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت مرتضوی کو تسلیم کیا،ان کا اختلاف قصاص عثمانی سے متعلق تھا۔خلافت مرتضوی سے متعلق کوئی اختلاف نہ تھا۔

اگر خلافت مرتضوی سے متعلق اختلاف ہوتا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص کا مطالبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں فرماتے۔

جب کسی کو آپ خلیفہ مان لیں گے،تب آپ کو ان سے کسی مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، لہٰذا قصاص کا مطالہ ہی ثابت کرتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت مرتضوی کو تسلیم فرمالیا تھا۔

کافر کلامی کی تکفیر پر اجماع

خلافت پر اجماع کی طرح کفر کلامی میں بھی ارباب حل وعقد علمائے متکلمین کا اتفاق کافی ہوگا، کیوں کہ علمائے متکلمین کی تعداد فقہائے مجتہدین کی طرح بہت کم نہیں۔ان تمام کا یکجا ہونا بھی مشکل،اوران تمام کی رائے معلوم کرنا بھی ایک مشکل امر ہے۔

نیز کفر کلامی کا ایک ہی قانون ہے کہ جہات محتملہ یعنی کلام ،متکلم اور تکلم قطعی بالمعنی الاخص ہو جائیں،یعنی کسی جہت میں نہ احتمال بالدلیل باقی ہو، نہ ہی احتمال بلا دلیل۔اب ہر جہت قطعی بالمعنی الاخص ہوگئی تو اس تکفیر میں کسی کے اختلاف کی گنجائش بھی باقی نہیں رہی۔

کفر کلامی میں اپنی زبان وقلم سے ظاہری اتفاق کا مفہوم صرف یہ ہوگا کہ اختلاف کا وہم باطل بھی دور ہو جائے ،یا مفتی کی خطا کا وہم باطل بھی دور ہو جائے۔

فقہائے مجتہدین کے مسائل اجتہادیہ میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہر مجتہد کے اصول اجتہاد اور قواعد استنباط جداگانہ ہوتے ہیں، اور ہر مجتہد کے قواعد وضوابط دلائل شرعیہ سے ماخوذ ومستنبط ہوتے ہیں۔

اصول اجتہاد کے اختلاف کے سبب مسائل اجتہادیہ میں اختلاف واقع ہوتا ہے۔

تکفیر کلامی میں قانون ایک ہی ہے،اس لیے قانونی طور پر اختلاف کی گنجائش نہیں۔

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں، پھر جب اس عہد کے اکابر علمائے متکلمین نے اس کی تفتیش وتحقیق کے بعد تائید وتصدیق بھی کر دی ہوتو اب مفتی کی خطا کا وہم باطل بھی زائل ہو گیا،اب یہ فتویٰ کفر مزید مؤکد ہو جائے گا۔

تکفیر کلامی کا مسئلہ اجتہادی نہیں کہ کوئی مجتہد اپنے اصول اجتہاد کے سبب اختلاف کر سکے۔تکفیر کلامی کا ایک متعین قانون اور متعین شرائط ہیں۔جب شرائط متحقق ہو گئے تو ملزم پر حکم کفر عائد ہو گا۔

علمائے حرمین طیبین کی خاص حیثیت

حرمین طیبین میں سلطنت عثمانیہ کی جانب سے مذاہب اربعہ کے مفتیان کرام مقرر ہوتے۔ان کے علاوہ بھی مذاہب اربعہ کے علما وفقہا وہاں قیام پذیر رہتے۔

وہ فقہ وافتا میں ارباب حل وعقد کی منزل میں شمار کیے جاتے۔سلطنت عثمانیہ کا دار السلطنت استنبول تھا،لیکن حرمین طیبین میں مفتیان مذاہب اربعہ کو مقرر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حج وزیارت وعمرہ وغیرہ کے لیے مسلمانان عالم کی آمد ورفت حرمین طیبین میں جاری رہتی۔

ملک ہند کے متعدد اہم فتاویٰ علمائے حرمین طیبین کی خدمت میں تصدیق وتحقیق کے لیے پیش کیے گئے۔چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(1) اسماعیل دہلوی سے متعلق علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز کا فتویٰ کفر

(2) علامہ غلام دستگیر قصوری کا رسالہ ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل''

(3) رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ متعلقہ خلف وعید (اس کا ذکر تقدیس الوکیل میں ہے)

(4) فتاویٰ متعلقہ ندوۃ العلما (فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین)

(5) استفتا متعلقہ اشخاص خمسہ (حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین)

(6) المہند علی المفند (خلیل انبیٹھوی کا رسالہ)

ان حقائق سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سنی و دیو بندی ہر دو طبقہ کے یہاں علمائے حرمین طیبین باب فقہ وافتا میں ارباب حل وعقد کی منزل میں تھے۔علمائے حرمین طیبین نے امام اہل سنت قدس سرہ القوی کے استفتا کا جواب تحقیق وتدقیق کے بعد دیا ہے۔

ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین محدث بہاری (1880-1962) نے تصدیقات علمائے حرمین طیبین کا مفصل ذکر امام اہل سنت کی زبانی تحریر فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:''مکہ معظمہ کی طرح زیادہ اہم حسام الحرمین کی تصدیقات تھیں، جو بحمد اللہ تعالیٰ بہت خیر وخوبی کے ساتھ ہوئیں۔زیادہ زمانہ قیام انہیں میں گزر گیا کہ ہر صاحب پوری کتاب مع تقریظات مکہ معظّمہ دیکھتے،اور کئی کئی روز میں تقریظ لکھ کر دیتے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت جلد اول:ص 451)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے حج کے بعد ماہ ذی الحجہ 1323 مطابق ماہ فروری 1906 میں علمائے مکہ معظّمہ سے تصدیقات حاصل کرنی شروع کیں، پھر وہاں سے 24: صفر المظفر 1324 مطابق ماہ اپریل 1906 کو مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔وہاں 21: دن قیام پذیر رہے۔اخیر ربیع الاول 1324 مطابق مئی 1906 میں اپنے وطن کے لیے روانہ ہوئے۔

مکہ معظّمہ کے 20: اکابر علمائے کرام اور مدینہ منورہ کے 13: اعاظم علمائے کرام نے تصدیق کی۔ان میں حرمین طیبین میں مذاہب اربعہ کے مفتیان کرام اور دیگر علما وفقہا بھی شامل ہیں۔

امام اہل سنت نے فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتب ورسائل میں جابجا تحریر فرمایا ہے کہ علمائے حرمین طیبین نے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ دیا، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس

فتویٰ پر ارباب حل وعقد کے اتفاق کی جانب اشارہ فرمارہے ہیں۔

بعض لوگ قادیانی کو کافر مانتے ہیں، لیکن اشخاص اربعہ کو کافرنہیں مانتے، جبکہ پانچوں کافر کلامی ہیں۔ پانچوں افراد سے متعلق فتویٰ کفر ایک ہی جگہ حسام الحرمین میں جاری ہوا۔

قادیانی کے بارے میں دیابنہ بھی کہتے ہیں کہ جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔ حالاں کہ دفع کفر کے لیے جس طرح دیابنہ تاویلات کرتے ہیں، اسی طرح قادیانی فرقہ بھی تاویل کرتا ہے۔ اگر قادیانی کی تاویل دیوبندیوں کے یہاں ناقابل قبول ہے تو اسی طرح خود دیوبندیوں کی تاویل کیوں ناقابل قبول نہیں ہوگی؟

اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر پر اجماع

تکفیر اشخاص اربعہ کے مسئلہ میں اگر عالمی سطح پر ارباب حل وعقد کا اجماع درکار ہے تو ''حسام الحرمین'' میں حرمین طیبین کے علما وفقہا کی تصدیقات موجود ہیں۔

علمائے حرمین طیبین کا اتفاق، ارباب حل وعقد کے اجماع کی منزل میں ہے، اور تمام علما کے اجماع کے قائم مقام ہے، جیسے مدینہ منورہ میں موجود حضرات صحابہ انصار ومہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا خلفائے راشدین کی خلافت پر اجماع، تمام امت مسلمہ کے اجماع کے قائم مقام ہے۔ یہی صورت حال خلافت عثمانیہ ترکیہ کے عہد میں حرمین طیبین کے مفتیان مذاہب اربعہ وفقہائے حرمین طیبین کی تھی، یعنی علمائے حرمین شریفین کا اجماع، تمام علما کا اجماع تسلیم کیا جائے گا۔

اگر اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر ملکی پیمانے پر ارباب حل وعقد کے اجماع کی ضرورت ہے تو ''الصوارم الہندیہ'' موجود ہے۔ اس میں برصغیر کے علمائے کرام کی تصدیقات منقول ومرقوم ہیں۔ یہ علمائے کرام برصغیر کے ارباب حل وعقد اور اکابر علمائے اسلام تھے۔

مرقومہ بالا تشریح کے تناظر میں اشخاص اربعہ کے مسئلہ تکفیر پر بحث ومباحثہ کا دروازہ

بند ہو جاتا ہے، کیوں کہ اجماع کے بعد قیل وقال کی اجازت نہیں ہوتی۔اجماع فقہی کا بھی یہی حکم ہے۔

دیابنہ اگر حق کی طرف آنا چاہیں تو اپنے اکابرین سے قطع تعلق کر کے تمام احکام اسلامی کو قبول کرلیں۔اب یقیناً اشخاص اربعہ کے رجوع کا معاملہ لاینحل ہو چکا ہے، کیوں کہ موت کے بعد توبہ کی گنجائش نہیں۔

اسماعیل دہلوی کا کفر فقہی

اسماعیل دہلوی پر علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے کفر فقہی کا فتویٰ دیا تھا۔ امام احمد رضا قادری اس کے کفر فقہی کو تسلیم کرتے ہیں،اور بحکم فقہا اسے کافر مانتے ہیں۔

مذہب متکلمین کے اعتبار سے وہ کافر نہیں ،اسی لیے امام احمد رضا،اسماعیل دہلوی کو کافر کلامی نہیں کہتے۔علامہ خیر آبادی نے بھی کفر کلامی کا فتویٰ نہیں دیا تھا۔اس کی تفصیلی بحث ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ'' رسالہ دہم میں ہے۔

اب ایسی صورت میں علامہ فضل حق خیر آبادی اور امام احمد رضا قادری کے مابین کسی قسم کا اختلاف ہی نہیں۔یہاں دونوں عالموں کے مابین اختلاف بتانا صحیح نہیں۔

متکلمین ایسے کافر فقہی کو گمراہ کہتے ہیں، پس یہاں فقہا و متکلمین کا محض لفظی اختلاف ہوتا ہے، حقیقی اختلاف نہیں۔متکلمین صرف کافر کلامی کو کافر کہتے ہیں اور فقہا کافر فقہی اور کافر کلامی دونوں کو کافر کہتے ہیں،لیکن دونوں کا حکم الگ بیان کرتے ہیں اور اس جداگانہ حکم پر فقہا و متکلمین کا اتفاق ہے۔

کافر فقہی کے ایمان اور نکاح میں نقص آ جائے گا اور اسے تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا ہوگا۔اس حکم فقہا و متکلمین دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

کافر کلامی اسلام سے بالکل خارج ہو جائے گا۔اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔عورت

چاہےتو دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔اس حکم کوفقہاو متکلمین دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

صرف کافرفقہی کوکافر کہنے میں اختلاف ہے۔فقہا اسے کافرفقہی کہتے ہیں اور متکلمین اسے گمراہ کہتے ہیں، نیز متکلمین کافرفقہی کوکافرفقہی قرار دیتے ہیں اوراسے بحکم فقہا کافر کہتے دیتے ہیں۔متکلمین محض اپنی اصطلاح کے اعتبار سے اسے کافرنہیں کہتے ،نہ ہی وہ متکلمین کی اصطلاح کے مطابق کافر ہے۔نہ ہی فقہا اس کوکافر کلامی قرار دیتے ہیں، بلکہ کافر کلامی سے ایک درجہ نیچے کا کافرسمجھتے ہیں۔

اس فرق کوفقہا بھی تسلیم کرتے ہیں،اسی لیے خودفقہا کافرفقہی کے لیے الگ حکم بیان کرتے ہیں اورکافر کلامی کے لیے الگ حکم بیان کرتے ہیں۔

متکلمین کافرفقہی کوکافرفقہی کہتے ہیں۔امام احمد رضا قادری نے الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں اسماعیل دہلوی کوکافرفقہی قرار دیا،اور بحکم فقہا کافرقرار دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،اس لیے آپ نے مذہب متکلمین کے اعتبار سے اسماعیل دہلوی کوگمراہ کہا۔

اسماعیل دہلوی کے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ جودہلوی کی گمرہی میں شک کرے،وہ اسی کی طرح گمراہ ہے۔

''اگراس کی ضلالت وگمرہی پر آگاہی ہوکر اسے اہل حق جانتا ہوتو خود اسی کی مثل گمراہ وبددین ہے''۔(فتاویٰ رضویہ جلدسوم:ص 189-رضا اکیڈمی ممبئ)

علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کے بارے میں فرمایا:

من شک فی کفرہ فقد کفر۔(وہرکہ درکفراوشک آرد، یاتردددارد، یاایں استخفاف را سہل انگارد،کافروبے دین ونامسلمان ولعین است۔تحقیق الفتویٰ)

اس کا بھی یہی مفہوم ہے کہ جواسماعیل دہلوی کوکافرفقہی نہ مانے ،وہ اسی کی طرح

کافر فقہی ہے۔اسی مفہوم کو متکلمین اس طرح بیان کریں گے کہ جو دہلوی کو گمراہ نہ مانے،وہ اسی کی طرح گمراہ ہے۔

یہ لفظی اختلاف ہے اور محض تعبیر کا فرق ہے۔اس مقام پر کفر فقہی اور ضلالت دونوں ایک ہی امر ہے۔محض تعبیر میں فرق ہے۔البرکات: رسالہ دہم میں تفصیل مرقوم ہے۔

جب کفر کلامی کے وقت کہا جائے:''من شک فی کفرہ فقد کفر''۔تب اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو اس کے کفر کلامی میں شک کرے،وہ اسی کی طرح کافر کلامی ہے۔

کفر کلامی میں ''من شک :الخ'' کا استعمال عام طور پر ہوتا ہے۔کفر فقہی قطعی یعنی جب کسی ضروری دینی کا قطعی بالمعنی الاعم انکار ہو،تب اس کا استعمال کبھی کبھی ہوتا ہے،جیسا کہ علامہ خیرآبادی نے اسی قسم کے کفر فقہی قطعی میں ''من شک :الخ'' کا استعمال فرمایا۔کفر فقہی ظنی میں اس کا استعمال وارد نہیں۔کفر فقہی قطعی اور کفر فقہی ظنی اور دیگر اقسام کفر کی تفصیل ''البرکات النبویہ'': رسالہ دوازدہم: باب نہم،فصل دوم میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے۔

ضلالت وگمرہی میں ایسی اصطلاح رائج نہیں کہ:من شک فی ضلالتہ فقد ضل''۔لیکن حکم یہی ہے کہ جو گمراہ کی گمرہی میں شک کرے،وہ بھی گمراہ ہے،جیسا کہ یہی حکم امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی سے متعلق بیان فرمایا۔

فقہا اور ضلالت وکفر فقہی

یہاں گمرہی سے وہ گمرہی مراد ہے جو متکلمین کے یہاں گمرہی ہو، ورنہ بعض فقہا بعض ایسے امور کو بھی ضلالت وگمرہی قرار دیتے ہیں،جو متکلمین کے یہاں حرام وناجائز ہیں، لیکن گمرہی نہیں ہے،جیسے مجتہدین غیر صحابہ کے اجماعی مسئلہ کا انکار۔

بعض فقہا اس اجماعی مسئلہ کے انکار کو ضلالت وگمرہی قرار دیتے ہیں اور دیگر فقہا ومتکلمین کے یہاں اجماع غیر صحابہ سے ثابت ہونے والے مسئلہ کا انکار حرام وناجائز ہے۔

قال العلامة محب اللّٰہ البھاری: {قال فخر الاسلام:اجماع الصحابة کالمتواتر فیکفرجاحدہ–والحق ان السکوتی لیس کذلک لذلک–و اجماع من بعدھم کالمشھور فیضلل جاحدہ الا ما فیہ خلاف کالمنقول اٰحادًا–والکل مقدم علی الرای عند الاکثر}

(مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت جلد دوم:ص295-دارالکتب العلمیہ بیروت)

توضیح:مذکورہ بالا عبارت میں بتایا گیا کہ اجماع غیر صحابہ ایسی بات پر ہو،جس میں عہد صحابہ میں اختلاف نہ ہوتو اس کا منکر گمراہ ہے۔متکلمین اور بہت سے فقہا کے یہاں اس اجماع کی مخالفت حرام ہے،ضلالت وگمرہی نہیں۔

امام محمد غزالی شافعی نے اجماع کا حکم لکھتے ہوئے تحریر فرمایا:**{اذا اتفقت کلمة الامة ولو فی لحظة انعقد الاجماع ووجبت عصمتھم عن الخطاء}**

(المستصفٰی جلداول ص192)

ترجمہ:جب امت کا قول ایک لمحہ کے لیے بھی متفق ہو جائے تو اجماع منعقد ہوگیا اور اہل اجماع کا خطا سے محفوظ ہونا ثابت ہوگیا۔

بعض فقہا غیر صحابہ کے اجماعی امور کے انکار کو کفر بھی کہتے ہیں۔یہ کفر لزومی ہے اور یہ متکلمین کی بحث سے خارج ہے،یعنی فقہی بحث میں داخل ہے۔

غیر صحابہ کے اجماعی مسائل کا انکار حرام ہوگا اور متکلمین حرمت وعدم جواز سے بحث نہیں کرتے۔کبھی ضمنی طور پر حرام وناجائز کی بحث علم کلام میں شامل کی جاتی ہے۔

قال الجرجانی :{(ولایکفر احد من اھل القبلة الابما فیہ نفی الصانع القادر العالم–او شرک–او انکار النبوة اوانکارماعلم مجیئہ علیہ الصلٰوة والسلام ضرورةً–اوانکار المجمع علیہ کاستحلال المحرمات)التی

اجمع علٰی حرمتها-فان کان ذلک المجمع علیه مما علم ضرورةً من الدین فذاک ظاهر داخل فیما تقدم ذکره-والافان کان اجماعًا ظنیًّا فلا کفر بمخالفته-وان کان قطعیًّا ففیه خلافٌ(واما ماعداه فالقائل به مبتدع غیر کافر-وللفقهاء فی معاملتهم خلاف-هوخارج عن فَنِّنَا)}

(شرح مواقف:ص762-مطبع:نول کشورلکھنو)

غیرصحابہ کےاجماعی مسائل کاانکاراحناف کے یہاں کفرنہیں

اجماع صحابہ اگرسکوتی ہوتواس اجماعی مسئلہ کاانکاربھی احناف کے یہاں کفرنہیں۔ اسی طرح اجماع منصوص (غیرسکوتی) ہو،لیکن بطریق تواترمنقول نہ ہوتوبھی اس اجماعی مسئلہ کاانکارکفرنہیں۔بعض فقہاہراجماعی مسئلہ کےانکارکوکفرلزومی قراردیتے ہیں۔

قال الشامی:{هذا موافق لِمَا قَدَّمْنَاهُ عنه من انه یَکْفُرُ بانکار ما اُجْمِعَ عَلَیْهِ بَعْدَ الْعِلْمِ بِهٖ-ومثله ما فی نور العین عن شرح العمدة-اطلق بعضهم ان مخالف الاجماع یکفر-والحق ان المسائل الاجماعیة تارةً یصحبها التواترُ عن صاحب الشرع کوجوب الخمس-وقد لا یصحبها-فالاول یکفر جاحده لمخالفته التواتر لا لمخالفة الاجماع-الخ.

ثم نقل فی نور العین عن رسالة الفاضل الشهیر"حسام جلبی"من عظماء علماء السلطان سلیم بن با یزید خان-ما نصه:

(اذا لم تکن الْاٰیَةُ اوالخبر المتواتر قطعی الدلالة-اولم یکن الخبر متواترًا-او کان قطعیًّا لکن فیه شبهة -اَوْ لَمْ یَکُنِ الاجماع اجماعَ الجمیع -اوکان-ولم یکن اجماع الصحابة-او کان-ولم یکن اجماع جمیع الصحابة-اوکان اجماع جمیع الصحابة ولم یکن قطعیًّا بان لم یثبت

بـطـريق التواتر–او كان قطعيًّا لكن كان اجماعًا سُكُوْتِيًّا–ففى كل من هذه الـصور لا يكون الجحود كفرًا–يظهر ذلک لمن نظر فى كتب الاصول–فـاحـفـظ هـذا الاصل–فانه ينفعک فى استخراج فروعه–حَتّٰى تَعْرِفَ مِنْهُ صحة ما قيل:انه يلزم الكفر فى موضع كذا–ولا يلزم فى موضع اٰخر–الخ}

(ردالمحتار رجلد چہارم:ص407-مکتبہ شاملہ)

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 11:دسمبر2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط چہاردہم

کفر کلامی پر اجماع کا مفہوم

اجماع اہل حل وعقد

اجماع کی متعدد صورتیں ہیں:

(1) اجماع کی مشہور قسم کسی شرعی وفقہی مسئلہ پر فقہائے مجتہدین کا اجماع ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شرائط ولوازم سے متصف کسی ایک مجتہد کا اتفاق اس امر پر نہ ہوسکا تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔اس اجماع کا نام((اجماع شرعی))ہے۔

(2) اجماع کی ایک قسم ارباب حل وعقد کا اجماع ہے۔ارباب حل وعقد کا اجماع، تمام امت کے اجماع کے قائم مقام قرار دیا جاتا ہے، جیسے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت پر حضرات صحابہ انصار ومہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع، امت مسلمہ کے اجماع کے قائم مقام قرار پایا، کیوں کہ تمام مسلمانوں کو مدینہ طیبہ حاضر ہونا ایک مشکل امر تھا۔

بعض خلفائے راشدین کی بیعت خلافت کے وقت بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کسی سبب سے حاضر نہ ہوسکے تو بھی خلافت اجماعی قرار پائی اور عین موقع بیعت پر حاضر نہ ہونے کے باوجود خود ان غیر حاضر صحابہ کرام نے اس خلافت کو صحیح تسلیم کیا اور جنہیں موقع ملا، انہوں نے بعد میں بیعت بھی کی۔

یہاں ارباب حل وعقد کا اجماع کافی قرار پایا۔خلافت صدیقی کی بیعت کے وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر نہ تھے، پھر بعد میں حاضر ہوکر بیعت کیے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بیعت لی۔

خلافت فاروقی پر حضرات صحابہ انصار ومہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اتفاق واجماع تمام امت مسلمہ کا اجماع واتفاق تسلیم کیا گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد کی خلافت کے لیے چھ اکابر صحابہ کرام کو منتخب فرما کر حکم فرمایا کہ آپ حضرات اپنے درمیان سے کسی ایک کو منتخب فرمالیں ۔ان چھ صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب ہوا، پھرارباب حل وعقد سے خلافت کی بیعت لی گئی۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت راشدہ پرارباب حل وعقد کے اتفاق واجماع کو تمام مومنین کی جانب منسوب کیا گیا، اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت کو اجماعی قرار دیا گیا۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت کے لیے تمام ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں سے بیعت خلافت نہیں لی گئی تھی۔

اس طرح کسی اہم امر پرارباب حل وعقد کے اجماع کو تمام مسلمانوں کا اجماع قرار دینا حضرات صحابہ کرام کے عہد مسعود سے متوارث ہے۔یہ آج کسی نے ایجاد نہیں کیا ہے۔

اسی طرح کفر کلامی میں اکابر علمائے متکلمین واکابرین علمائے اہل سنت وجماعت کا اتفاق تمام اہل سنت کا اتفاق تسلیم کیا جاتا ہے۔عالم اسلام کے ہر ایک عالم کے شخصی اتفاق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ارباب حل وعقد کا اتفاق،تمام علما کا اتفاق تسلیم کیا جاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کے لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب فرمایا، پھر خلافت فاروقی پر ارباب حل وعقد کا اجماع واتفاق ہو گیا۔

اسی طرح کفر کلامی کا فتویٰ ایک ماہر وصالح متکلم وعالم جاری کرے، اور ارباب حل وعقد کا اتفاق ہو جائے، یا خلافت عثمانی کی طرح چند صالح وماہر متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ جاری کر دیں اور ارباب حل وعقد کا اس پر اتفاق ہو جائے تو اسے اجماعی کہنا صحیح ہو گا۔ سارے جہاں کے علما کا شخصی طور پر اتفاق یہاں مراد نہیں۔

چوں کہ کفر کلامی میں جہات محتملہ یعنی ہر احتمالی جہت کلام، تکلم ومتکلم سے ہر قسم کا احتمال معدوم ہوتا ہے، خواہ احتمال بالدلیل یا احتمال بلا دلیل ہو۔ ایسی صورت میں کسی متکلم کا بلاسبب انکار بھی نا قابل قبول ہوگا۔ وہ متکلم ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کے دائرہ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکے گا، کیوں کہ یہ مسئلہ اجتہادی نہیں ہے کہ کسی مجتہد کو اپنے اصول اجتہاد وقوانین استنباط کی روشنی میں اختلاف کرنے کا حق حاصل ہو۔

کفر کلامی کا ایک ہی قانون ہے، یعنی ہر جہت سے ہر قسم کا احتمال معدوم ہو جانا۔ اگر اس متکلم کو کلام، متکلم یا تکلم میں کسی قسم کا احتمال نظر آتا ہے تو جس متکلم کے پاس احتمال معدوم ہو چکا ہے، اس سے اس احتمال کا حل معلوم کر لے۔ کفر کلامی میں اس عہد کے اکابر متکلمین کا اتفاق ہو گیا تو امر اتفاقی واجماعی کہلاتا ہے۔ اجماع فقہی یہاں مراد نہیں۔ اجماع شرعی میں ہر ایک مجتہد کے اتفاق کو اتفاق واجماع کہا جاتا ہے۔

یہاں فتویٰ میں اتفاق کی بات ہے کہ ارباب حل وعقد نے اس فتویٰ پر اتفاق کر لیا تو دیگر تمام علما کا فتویٰ پر اتفاق تسلیم کر لیا جائے گا۔ رہی بات اعتقاد کی تو تمام مومنین پر لازم ہے کہ کافر کلامی کو کافر کلامی اعتقاد کریں۔ ایسا نہیں کہ علمائے کرام کا اعتقاد کافی ہے، یا فتویٰ دینے والے علما کا اعتقاد کافی ہے۔

اب عوام یا دیگر علما کافر کلامی کو مومن صالح تسلیم کریں تو کوئی اعتراض نہ ہوگا، بلکہ اعتقاد میں سب کو شامل ہونا ہوگا، جیسے حضرات خلفائے راشدین سے بیعت خلافت گرچہ ارباب حل وعقد نے کی ہے،لیکن ارباب حل وعقد کے اتفاق کے بعد تمام مومنین کو لازم ہے کہ ان حضرات کو اپنا خلیفہ تسلیم کریں اور بحیثیت خلیفہ ان حضرات کے احکام کی طاعت وفرماں برداری کرنی سب پر لازم ہوگی۔خواہ اس نے بیعت کی ہو، یا بیعت نہ کی ہو۔ان کو اپنا خلیفہ ماننا اور طاعت کرنا سب پر لازم ہے۔

ایمان اجمالی وایمان تفصیلی کی بحث

اسلام میں داخل ہونے کے لیے ایمان اجمالی کافی ہے۔قبول اسلام کے وقت جن عقائد اسلامیہ کا تفصیلی علم ہے،ان کی تفصیلی تصدیق کرے،اور باقی امور کی اجمالی تصدیق۔

ہاں، جب تفصیل معلوم ہوجائے تو ان تمام عقائد معلومہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر عقائد معلومہ کا انکار کرے گا تو منکر پر حکم شرعی عائد ہوگا۔

اگر علم یقینی کے بعد ضروریات دین کا انکار کرے گا تو کافر قرار پائے گا۔اگر ضروریات اہل سنت کا انکار کرے گا تو متکلمین کے یہاں گمراہ قرار پائے گا۔انکار کے اعتبار سے حکم شرعی نافذ ہوگا۔

اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ عقائد واحکام مذہب اسلام میں ہیں،ہم نے ان تمام کو مانا تو وہ مسلم ہے۔یہ اجمالی ایمان ہے۔اب اس کو جن اسلامی عقائد کا تفصیلی علم ہے۔ان کو تفصیلی طور پر ماننا ہوگا،اور جب اقرار کا مطالبہ ہوتو اقرار کرنا ہوگا۔

ایمان اجمالی اورایمان تفصیلی کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

قال التفتازانی فی حد الایمان: {التصدیق بجمیع ما جاء به النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اجمالًا کافٍ فی صحة الایمان–وانما یحتاج الٰی

بیان الحق فی التفاصیل عند ملاحظتها-وَاِنْ کَانَتْ عَمَّا لَاخِلَافَ فِیْ تَکْفِیْرِ الْمُخَالِف فیها-کحدوث العالم-فَکَمْ مِنْ مؤمن لَمْ یعرف معنی الحادث والقدیم اصلًا ولم یخطر بباله حدیث حشر الاجساد قطعًا-لکن اذا لاحظ ذلک-فلو لم یصدق، کان کافرًا}

(شرح المقاصد جلد دوم:ص270)

قال السید السند الشریف الجرجانی فی تعریف الایمان:{التصدیق للرسول فیما علم مجیئه صلی اللّٰه علیه وسلم به ضرورةً-تَفْصِیْلًا فِیْمَا عُلِمَ تَفْصِیْلًا-واِجْمَالًا فِیْمَا عُلِمَ اِجْمَالًا-فَهُوَ فِی الشَّرْعِ تصدیقٌ خاصٌّ}

(شرح المواقف ص718)

توضیح: مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق کافر کلامی کو کافر ماننا لازم ہے،یعنی اجمالی طور پر یہ اعتقاد رکھنا لازم ہوگا کہ جو کافر کلامی ہے،یعنی قطعی طور پر ضروریات دین کا منکر ہے، (تکفیر کلامی میں معتبر شرائط کے ساتھ)، وہ کافر کلامی ہے۔

اب کسی خاص فرد کے بارے میں کافر کلامی ہونے کا یقینی علم حاصل ہوجائے تو اس خاص فرد کو کافر کلامی ماننا لازم ہوگا۔اگر کوئی شیطانی وسوسہ یا اپنے ضعف ایمانی کے سبب تسلیم نہ کر سکے تو اس پر شرعی حکم وارد ہوگا۔اگر تکفیر کلامی کے علم یقینی کے بعد کافر کلامی کے کفر کا انکار کرتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔

سوال: عرب وعجم کے وہ مسلمان جو شخاص اربعہ کو نہیں جانتے ہیں، نہ ہی ان کی کفری عبارتوں سے واقف ہیں، نہ ان کے خلاف فتویٰ کفر سے واقف ہیں تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو لوگ اشخاص اربعہ کو نہیں جانتے ہیں، وہ اجمالی اقرار کے سبب ضرور مومن ہیں اور تفصیلی اقرار یعنی خاص کسی شخص کے کافر کلامی ہونے کا اعتقاد اس وقت لازم ہو

گا، جب اس کو اس خاص شخص کے کافر کلامی ہونے کا یقینی علم ہو جائے۔

واضح رہے کہ کفر کلامی پر اہل حق کا اتفاق ہی ہوگا، کیوں کہ ہر جہت قطعی بالمعنی الاخص ہونے کے بعد کفر کلامی کا فتویٰ جاری ہوتا ہے۔ جب یہاں کسی جہت میں احتمال ہوتا ہی نہیں تو کسی عالم کو کسی جہت میں احتمال سمجھ میں آئے تو لامحالہ اسے ان علما سے دریافت کرنا ہوگا، جنہوں نے فتویٰ کفر جاری کیا ہے۔ اسے مخالفت کا حق نہیں ہوگا، کیوں کہ کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔

یہ ممکن ہے کہ ایک ہی مفتی کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرے۔ جب اس نے کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کیا ہے تو لامحالہ تمام جہتیں ان کی نظر میں اصول وقوانین کی روشنی میں قطعی بالمعنی الاخص ہوں گی۔ اب ایسی صورت میں کسی کو احتمال سمجھ میں آئے تو اسے حکم کفر جاری کرنے والے مفتی سے دلائل دریافت کرنا ہوگا، مخالفت کی اجازت نہیں ہوگی، بلکہ مخالفت کرنے والے کے پاس حقیقت میں کوئی قابل قبول دلیل نہیں ہوسکتی۔

ظنیات میں جانب مرجوح کا احتمال رہتا ہے، کیوں کہ ظن غالب کا یہی مفہوم ہے کہ مفہوم مخالف کی گنجائش باقی ہے، اور قطعی بالمعنی الاخص کا مفہوم یہ ہے کہ جانب مخالف کی گنجائش بالکل ختم ہے اور کسی قسم کا وہاں احتمال بلا دلیل بھی نہیں۔

تنہا ایک مفتی شرع بھی کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرسکتا ہے، پھر دیگر حضرات کو ان کے قول کی جانب آنا ہوگا۔ اس کی مثال مانعین زکات کے برخلاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم جہاد ہے۔

ابتدائی مرحلہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شبہہ ہوا تو انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب کو سن کر وہ مطمئن ہو گئے، اور حکم جہاد کو صحیح قرار دیئے۔

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ چند علمائے اسلام نے مشترکہ طور پر فتویٰ کفر جاری کیا ہو، جیسے مناظرہ کی مجلس میں متعدد علمائے کرام مشترکہ طور پر حکم جاری کرتے ہیں۔

اسی طرح سلاطین اسلام کے درباروں میں جب کفر وارتداد کے فیصلے ہوتے تو عموماً علمائے اسلام کی ایک جماعت موجود ہوتی، تاکہ وہ مرتدین کے شبہات کا ازالہ کرسکیں اور راہ حق کی طرف ان کی ترغیب کرسکیں اور مل جل کر حکم شرعی بیان کریں اور خطا کے وہم سے بھی نجات حاصل ہو۔

سوال: اجماع فقہی میں تمام مجتہدین زمانہ کا اتفاق شرط ہے اور بعض اجماع میں محض ارباب حل وعقد کا اتفاق کافی ہے۔ دونوں اجماع میں وجہ فرق کیا ہے؟

جواب: بعض اجماع، یعنی جس میں تمام مومنین کے اجماع کی ضرورت ہوتی ہے ، وہاں ارباب حل وعقد کا اجماع کافی سمجھا گیا، کیوں کہ تمام مومنین کا یکجا ہونا ایک مشکل امر ہے، اسی طرح ہر ایک کی رائے معلوم کرنا بھی مشکل امر ہے، مثلاً خلافت کے وقت تمام مسلمانان عالم کا مدینہ طیبہ حاضر ہونا مشکل امر ہے، اسی طرح تمام کی رائے دریافت کرنا بھی مشکل امر ہے۔ اگر مسلمان چند علاقوں تک محدود ہوتے تو یہ آسان ہوتا۔

حضرات صحابہ انصار ومہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے انتخاب خلیفہ کو حق تسلیم کرلیا گیا ، کیوں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ، نزول قرآن کے شاہد وگواہ اور دیگر فضائل سے آراستہ تھے، اس لیے ان کا اتفاق، تمام مومنین کا اتفاق تسلیم کرلیا گیا۔

اسی طرح کفر کلامی میں ارباب حل وعقد علما کا اتفاق کافی ہوگا، کیوں کہ جہاں بھر کے علمائے متکلمین کا اجماع مشکل ہے۔ ارباب حل وعقد کا اتفاق اس لیے کہ فتویٰ تکفیر میں خطا کا وہم باطل بھی ختم ہوجائے۔

رہی بات فقہائے مجتہدین کی تو فقہائے مجتہدین کی تعداد ہمیشہ قابل شمار رہی ، پھر وہ

سلسلہ بھی ناپید ہو گیا۔حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کسی کے مجتہد ہونے پر اتفاق نہ ہو سکا، گرچہ بعض کا دعویٰ سامنے آیا، مثلاً داؤد ظاہری وغیرہ کا،لیکن یہ محض دعویٰ ہے۔کوئی گمراہ مجتہد نہیں ہو سکتا۔داؤد ظاہری کا شمار گمرہوں میں ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان قریباً بیس مجتہدین تسلیم کیے گئے۔ قلیل التعداد جماعت کا ایک جگہ اجتماع بھی مشکل نہیں، نہ ہی چند حضرات کی رائے معلوم کرنا مشکل تھا،لیکن، مجتہدین کی قلت تعداد کے باوجود دوصدیوں بعد اجماع مجتہدین کو مشکل شمار کیا گیا۔جب کہ علمائے متکلمین کی تعداد مجتہدین کی طرح بہت قلیل نہیں تو ہر ایک متکلم کی رائے معلوم کرنا اوران کا اجماع کس قدر مشکل ہوگا۔اسی مشکل کے سبب ارباب حل وعقد کا اجماع کافی ہوگا۔فقہ وعقائد ودیگر اسلامی کتابوں میں جہاں خلافت راشدہ پر اجماع کا ذکر آتا ہے،ان مقامات پر ارباب حل وعقد کے اتفاق کے کافی ہونے کی دلیل مرقوم ہوتی ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ نے اشخاص اربعہ کے کفر کلامی پر علمائے حرمین طیبین کے اتفاق کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔دراصل علمائے حرمین طیبین کی جانب اس کی نسبت کر کے اسی اتفاق واجماع کی جانب اشارہ فرماتے ہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ القوی نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

''دیوبندیوں کے عقائد تو وہ ہیں،جن کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ''من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر''جوان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر ہے۔ایسی جگہ تو یہ سوال کرنا چاہئے کہ رشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی وقاسم نانوتوی اور محمود حسن دیوبندی وخلیل احمد انبیٹھی اوران سب سے گھٹ کر ان کے امام اسماعیل دہلوی اوران کی کتابوں براہین قاطعہ وتحذیر الناس وحفظ الایمان وتقویۃ الایمان وایضاح الحق کو کیسا جانتے ہو؟اوران لوگوں کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے جو

فتوے دیئے ہیں، انہیں باطل سمجھتے ہو یا حق مانتے ہو؟

اور اگر وہ ان فتووں سے اپنی ناواقفی ظاہر کرے تو بریلی مطبع اہل سنت سے حسام الحرمین منگا لیجیے ،اور دکھایئے ۔اگر بکشادہ پیشانی تسلیم کرے کہ بے شک علمائے حرمین شریفین کے یہ فتوے حق ہیں تو ثابت ہوگا کہ دیوبندیت کا اس پر کچھ اثر نہیں، ورنہ علمائے حرمین شریفین کا وہی فتویٰ ہے کہ ’’من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر‘‘ اس وقت آپ کو ظاہر ہو جائے گا کہ یہ شخص اللہ ورسول کو گالیاں دینے والوں کو کافر نہ جاننا درکنار، ’’علمائے دین و اکابر مسلمین‘‘ جانے ،وہ کیوں کر مسلمان ، پھر مسئلہ عرس وفاتحہ،فرعی مسائل کا اس کے سامنے ذکر کیا ہے۔فقط‘‘۔(فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم:ص 55-رضا اکیڈمی ممبئ)

خلافت صدیقی پر اجماع اور تکفیر کلامی پر اجماع کے درمیان فرق

خلافت صدیقی کا ثبوت ارباب حل وعقد صحابہ کرام کے اجماع سے ہوا۔جس امر کا ثبوت حضرات صحابہ کرام کے اجماع قطعی منصوص سے ہو، وہ قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت میں سے ہوتا ہے۔اس طرح خلافت صدیقی ضروریات اہل سنت میں سے قرار پائی۔

تاویل فاسد کے ساتھ ضروریات اہل سنت کا منکر متکلمین کے یہاں گمراہ اور فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی ہوتا ہے۔

کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔ضروریات دین اجماعی ہوتی ہیں۔ضروریات دین کے اجماعی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک کو اسے ماننا فرض ہے۔

انکار کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔اب جو لوگ کہتے ہیں کہ کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کے بعد بھی دوسرے مفتی کو اختلاف کا حق حاصل ہے، وہ لوگ ضروری دینی کے اجماعی ہونے کے منکر قرار پائیں گے۔

کفر کلامی کے فتویٰ میں اختلاف اسی وقت جائز ہوگا ،جب فتویٰ غلط ہو۔فتویٰ صحیح

ہے تو اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ۔اختلاف کرنے والا کافر ہے۔تکفیر کلامی پر ارباب حل وعقد کے اجماع واتفاق کے اظہار سے محض اس فتویٰ کی صحت کا مؤکد ہونا ثابت ہوگا، ورنہ اگر ایک ہی عالم نے کسی پر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کیا ہے تو کسی کو اختلاف کا حق نہیں۔

جب ملزم کا کفر کلامی ثابت ہوگیا تو اس کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہوگیا۔ اس کے کفر پر تمام مومنین کا اجماع واتفاق ہی ہوگا۔ارباب حل وعقد کو بھی یہ ماننا فرض ہے۔ اس سے اختلاف کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا۔

ضروریات دین کے اجماعی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس پر تمام امت مسلمہ کا اجماع واتفاق ہوتا ہے۔جس کو کسی ضروری دینی کا یقینی علم ہو،اس پر اس کو ماننا فرض ہے۔

ضروری دینی کے منکر کا کافر ہونا ارباب حل وعقد کے اجماع سے ثابت نہیں ہوگا، بلکہ ایسے شخص کا کافر ہونا ضروری دینی کے انکار کے سبب ہوگا،اور ضروری دینی کے انکار کا کفر ہونا قرآن وحدیث اور اجماع متصل سے ثابت ہے،یعنی عہد رسالت سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

اب یہ کہ فلاں شخص سے اس کفر کا صدور ہوا یا نہیں ؟ تکفیر کے شرائط متحقق ہوئے یا نہیں؟ یہ تحقیق مفتی کی ذمہ داری ہے۔ارباب حل وعقد کے اجماع سے محض ان شرائط کے تحقق وثبوت کی تاکید ہوجاتی ہے،یعنی یہ مؤکد ہوجاتا ہے کہ مفتی نے صحیح تحقیق پیش کی ہے۔

تاکید کا مفہوم یہی ہے کہ ثابت شدہ امر کی تقویت ہوجائے ۔نہ یہ کہ کسی امر جدید کا اثبات وثبوت ہو۔اگر امر جدید کا اثبات ہوتو پہلی چیز کی تردید ہوگی،نہ کہ تاکید۔

کسی جاہل کو کفر یا کسی شرعی مسئلے کا فتویٰ دینے کی اجازت نہیں،لیکن اتنے غیر عالم مسلمانوں نے کسی کلمہ گو کو روزانہ بلا جبر واکراہ،اپنی خوشی سے، ہوش وحواس کی سلامتی کے ساتھ بت پرستی کرتے دیکھا،جتنی تعداد تواتر کے لیے شرط ہے۔

وہ بت پرست کلمہ گو نو مسلم بھی نہیں ، نہ ہی غیر مخالط مسلمین ہے، بلکہ قدیم الاسلام و مخالط مسلمین ہے۔ مسلمانوں کی جماعت نے اسے بت پرستی سے منع کیا اور کہا کہ یہ کفر ہے۔ اسے اس بات کا یقین بھی ہو گیا کہ یہ کفر ہے،لیکن وہ یہ کام محض قوم ہنود کو خوش کرنے کے واسطے، یا کسی دنیاوی غرض کی خاطر انجام دیتا ہے، جیسے اس کے پاس سونے چاندی کی دکان ہے۔اس کے خریدار زیادہ تر ہنود ہیں،اس لیے قوم ہنود کو راغب کرنے اورانہیں خوش کرنے کے واسطے وہ اپنی دوکان ہی میں ایک چھوٹا سا بت رکھا ہوا ہے، جیسے ہندو لوگ اپنی دوکانوں میں بت رکھتے ہیں، پھر وہ کلمہ گوشخص روزانہ اس بت کو پوجتا ہے، جیسے ہندو لوگ صبح وشام اپنی دوکان کے بت کو پوجتے ہیں۔

اب ان غیر عالم مسلمانوں نے مفتی کے پاس آ کر کہا کہ وہ کلمہ گوشخص روزانہ بت پرستی کرتا ہے، جسے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، ہم لوگوں نے اسے کہا کہ یہ کفر ہے، وہ اس بت پرستی کو کفر مانتا بھی ہے،لیکن بت پرستی سے باز نہیں آ تا، کیوں کہ اس کے گراہک زیادہ تر ہندو ہیں۔

وہ ہندؤں کو خوش رکھنے کے لیے ایسا کرتا ہے،لہٰذا وہ آدمی کافر ہے، ہرگز مومن نہیں ہے،ہم لوگوں نے اسے کافر سمجھ کر اپنی جماعت سے نکال دیا ہے اور کافر سمجھ کر اس کو مسجد آنے سے روک دیا۔اس کو اپنے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیں گے۔اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھیں گے،وغیرہ۔

یعنی خود ان غیر عالم مومنین نے ہی اس کلمہ گوشخص کو کافر سمجھا اور کافر بتایا۔گرچہ ان غیر عالم عوام کو فتویٰ دینے کا حق حاصل نہیں ہے،لیکن یہاں شرائط تکفیر متحقق ہیں،اس لیے مفتی کو اس کلمہ گو بت پرست کے کفر سے انکار کی کوئی صورت نہیں ۔اگر مفتی اس کے کفر کا انکار کرتا ہےتو مفتی خود کافر ہے۔

دنیا بھر کے مسلمانوں میں سے جس کو اس بت پرست کلمہ گو کے حقیقی حال کا یقینی علم ہو،اس پر فرض ہے کہ اس کلمہ گو بت پرست کو کافر مانے۔عدم علم کی صورت میں معذور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 13:دسمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط پانزدھم

قسط اول سے قسط یازدہم تک یہ بحث ہے کہ اگر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ ایک مفتی نے بھی جاری کیا ہوتو وہ فتویٰ سب کو ماننا لازم ہے۔اگر کفر کلامی کا غلط فتویٰ علما کی ایک جماعت نے بھی جاری کیا ہوتو اس کو نہ ماننا لازم ہے۔ یہاں مفتیوں کی تعداد سے حکم کا تعلق نہیں ہے، بلکہ فتویٰ کے صحیح اور غلط ہونے کے اعتبار سے حکم شرعی نافذ ہوتا ہے۔حکم شرعی میں اہل فتویٰ کی قلت تعداد وکثرت تعداد کا کوئی دخل نہیں۔

قسط دوازدہم سے قسط چہاردہم تک تکفیر کلامی کے فتویٰ پر علمائے کرام کے اجماع کا ذکر ہے۔

قسط پانزدہم سے اعتقادی مسائل کے تصدیقی ہونے کا ذکر ہے، اوراس بات کی وضاحت ہے کہ اعتقادی مسائل میں حصول یقین ضروری ہے۔استدلال ضروری نہیں۔

اعتقادی مسائل تصدیقی ہیں یا تحقیقی؟

خلیل بجنوری نے لکھا:”مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے۔پہلے سے مسلمانوں کا اسی پرعمل رہا ہے۔اگر کسی عالم یا چند علما نے کسی شخص پر حکم کفر لگا دیا تو تمام مسلمانوں پر لازم نہیں ہے کہ محض ان لوگوں کے کہنے پر بغیر تحقیق کے ایمان لے آئیں، اوراس کو کافر کہتے پھریں، بلکہ ایسا کرنا خلاف شریعت مطہرہ ہے،اس لیے کہ جس نے فتویٰ کفر دیا ہے، وہ بھی بشرغیر معصوم ہے“۔(انکشاف حق: مقالہ اول:ص77-جمال پریس دہلی)

خلیل بجنوری نے لکھا: ''جب آپ امام اعظم اور امام احمد بن حنبل کا یزید کے بارے میں اختلاف مان رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہ رہا۔ جس کو تحقیق ہوگئی، اس نے تکفیر کردی۔ جس کو نہ ہوئی، اس نے نہ کی، پھر کیوں شور وشر مچاتے پھرتے ہو۔ ہر اہل تحقیق اپنی تحقیق کے مطابق حکم دے گا۔ کسی کو کسی پر اعتراض کا حق نہیں''۔

(انکشاف حق: مقدمہ ص 44- جمال پریس دہلی)

جواب:

خلیل بجنوری کے اس نظریہ کا تفصیلی رد''البرکات النبویہ فی الاحکام الشرعیہ'': رسالہ ہشتم: نصف اول، باب ہفتم میں ہے۔ وہ طویل بحث ہے۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

خلیل بجنوری نے مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا یہ مطلب بیان کیا کہ ہر ایک کو اس کی تحقیق کرنی ہے، اور اپنی تحقیق پر عمل کرنا ہے۔ یہ نظریہ بجنوری نے ایجاد کیا ہے۔ اس پر بجنوری نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ جس سے ثابت ہو کہ مسئلہ تکفیر میں ہر ایک کو تحقیق کرنی ہے۔

اسی طرح مسئلہ تکفیر کے تحقیقی اور غیر تقلیدی ہونے کا نظریہ بھی خلیل بجنوری نے ایجاد کیا ہے۔ علمائے متقدمین کی تحریروں میں ایسی کوئی اصطلاح نظر نہیں آتی۔

بجنوری کی تحریر سے بعض علمائے اہل سنت وجماعت بھی متاثر ہوئے۔ بعض علما یہ کہنے لگے کہ مسئلہ تکفیر میں ہر ایک کو تحقیق کرنی ہے اور مسئلہ تکفیر کو تحقیقی کہنے لگے۔

ہاں، تحقیقی ہونے کا ایک صحیح مفہوم مسئلہ تکفیر میں پایا جاتا ہے۔ اس کی تشریح درج ذیل ہے۔

مسئلہ تکفیر کلامی کے تحقیقی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ تکفیر کلامی کے اصول وقوانین کو مسئلہ حاضرہ پر منطبق کیا جائے۔ اگر انطباق ہوجاتا ہے تو حکم شرعی بیان کیا جائے۔ تکفیر کلامی کا مسئلہ اجتہادی نہیں کہ ہر مجتہد اپنے اصول اجتہاد کے مطابق مسئلہ حاضرہ کی تحقیق کرے اور

جداگانہ حکم بیان کرے۔اگر ملزم کافر کلامی ہے تو سب کے یہاں کافر کلامی ہوگا۔

اگر ملزم کافر کلامی نہیں تو کسی کے یہاں کافر کلامی نہیں ہوگا۔اگر کسی نے کفر کلامی کا غلط فتویٰ دیا ہے تو اپنی غلطی معلوم ہونے پر اس کو رجوع کرنا ہوگا۔

ہر مجتہد کے اصول اجتہاد جداگانہ ہوتے ہیں،اس لیے اجتہادی مسائل میں اختلاف ہوتا ہے،لیکن تکفیر کلامی کے اصول وضوابط متفق علیہ اور ایک ہی ہیں،اس لیے اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔

تکفیر کلامی کی طرح تکفیر فقہی قطعی میں بھی تحقیق ہوتی ہے،یعنی اصول وقوانین کو مسئلہ حاضرہ پر منطبق کیا جاتا ہے۔اس کے بعد حکم شرعی بیان کیا جاتا ہے۔

تکفیر فقہی قطعی سے میری مراد یہ ہے کہ کسی ضروری دینی کا انکار قطعی بالمعنی الاعم طریقے پر ہو۔یہ فقہی اصول کے مطابق فقہا کے درمیان متفق علیہ کفر ہے،یعنی وہ تمام علما اس کو کفر فقہی قرار دیتے ہیں جو باب تکفیر میں فقہا کے مسلک پر ہیں۔

علمائے متکلمین اس کفر فقہی قطعی کا انکار نہیں کرتے ہیں،بلکہ اس کفر کو اور اس کے سبب وارد ہونے والے حکم شرعی یعنی تجدید ایمان وتجدید نکاح کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو ضلالت وگمرہی کا نام دیتے ہیں،پس یہ تعبیری واصطلاحی فرق ہے۔اسی تکفیر فقہی قطعی میں فقہائے کرام من شک :الخ کا استعمال کرتے ہیں۔

تکفیر فقہی ظنی میں بھی تحقیق ہوتی ہے،یعنی اصول وقوانین کو مسئلہ حاضرہ پر منطبق کیا جاتا ہے،لیکن تکفیر فقہی ظنی میں اصول وقوانین بھی اجتہادی ہوتے ہیں اور مکفرات یعنی کفریہ امور جن کی بنیاد پر حکم کفر عائد کیا جاتا ہے،وہ مکفرات بھی ظنی ہوتے ہیں،اس لیے ان امور کے کفر ہونے میں فقہا کے درمیان بھی اختلاف ہوتا ہے۔

تکفیر کلامی میں امور مکفرہ اجماعی اور قطعی بالمعنی الاخص ہوتے ہیں،یعنی ضروریات

دین کے انکار پر کفر کلامی کا حکم عائد ہوتا ہے۔ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہیں۔

ہماری بیان کردہ تکفیر فقہی قطعی میں بھی مکفرات قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہیں ،یعنی ضروریات دین کے انکار پر ہی کفر فقہی قطعی کا حکم عائد ہوتا ہے۔

تکفیر کلامی اور تکفیر فقہی قطعی میں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ تکفیر فقہی قطعی میں ضروری دینی کا انکار قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے۔اس انکار میں احتمال بلا دلیل ہوتا ہے۔اس احتمال کو احتمال بعید اور احتمال فاسد کہا جاتا ہے۔اس احتمال بلا دلیل کو فقہا قبول نہیں کرتے ہیں اور حکم کفر عائد کرتے ہیں اور متکلمین اس احتمال بلا دلیل کو قبول کرتے ہیں اور احتمال بلا دلیل کے سبب حکم کفر عائد نہیں کرتے ،لیکن چوں کہ اس احتمال پر کوئی دلیل نہیں ہوتی ،اس لیے اس انکار کے سبب ضلالت وگمرہی کا حکم دیتے ہیں ۔تکفیر کلامی میں انکار قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے ۔اس انکار میں احتمال بلا دلیل بھی نہیں ہوتا ہے۔یہ کفر اتفاقی ہے۔کافر کلامی فقہا و متکلمین دونوں کے یہاں کافر ہوتا ہے۔

باب تکفیر میں ایک مذہب فقہائے احناف کا ہے کہ وہ ہر قطعی کے انکار پر حکم کفر جاری کرتے ہیں ،خواہ قطعی بالمعنی الاخص یعنی ضروریات دین کا انکار ہو،یا قطعی بالمعنی الاعم یعنی ضروریات اہل سنت کا انکار ہو۔یہاں بھی مکفرات اجتہادی نہیں ہیں ،کیوں کہ قطعی امور اجتہادی نہیں ہوتے ۔ظنیات میں اجتہاد جاری ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوگیا کہ مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ کفر کے تعین کے لیے مسئلہ حاضرہ پر اصول وقوانین کو منطبق کیا جائے۔

جب اصول وقوانین سے مسئلہ حاضرہ کی مطابقت ہوگئی اور شرائط تکفیر متحقق ہوگئے ، اور کسی جہت میں احتمال بلا دلیل بھی نہیں رہا تو کفر ثابت ہوگیا۔

اب کفر کلامی ثابت ہوگیا اور ملزم کافر کلامی ہے،اور کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات

دین سے ہے۔اس کو مومن ماننے والا کافر ہے۔

اگر تحقیق کے بعد کفر فقہی قطعی ثابت ہوا، یعنی کسی جہت میں احتمال بلا دلیل ہے تو ملزم کافر فقہی ہے، اور کافر فقہی قطعی کو مومن کامل الایمان ماننے والا کافر فقہی قطعی ہے اور متکلمین کے یہاں اس کو مومن کامل ماننے والا یعنی غیر گمراہ ماننے والا خود گمراہ ہے۔

ضروریات اہل سنت کا منکر فقہائے احناف اوران کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی ہے اور دیگر فقہائے اسلام و متکلمین کے یہاں گمراہ ہے تو ضروریات اہل سنت کا منکر فقہائے احناف کے یہاں کافر فقہی و دیگر فقہا و متکلمین کے یہاں گمراہ کہلائے گا۔یہ بھی لفظی اختلاف ہے۔فقہائے احناف اس منکر کو کافر کلامی کی طرح اسلام سے بالکل خارج قرار نہیں دیتے، بلکہ اپنی اصطلاح کے مطابق ان کو کافر کہتے ہیں۔

کفر اتفاقی اور کفر اختلافی کا حکم شرعی

اسلامی کتابوں میں کفر کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔کفر اتفاقی اور کفر اختلافی۔کفر اتفاقی سے کفر کلامی مراد ہے۔کفر اختلافی سے کفر کلامی کے علاوہ کفر کی دیگر قسمیں مراد ہیں۔

کفر محتمل میں حرمت کا حکم عائد ہوتا ہے۔اس کو کفر اختلافی سے الگ رکھا گیا ہے۔ اس میں بعض احتمال کفر کا ہوتا ہے اور بعض احتمال عدم کفر کا۔یہاں محض توبہ کا حکم ہوتا ہے۔ ان تینوں قسموں کے تفصیلی احکام''البرکات النبویہ'': رسالہ پنجم: باب اول میں مرقوم ہیں۔

کفر کلامی کی صورت میں نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ملزم قانونی طور پر اسلام سے بالکل خارج ہو جاتا ہے، اور فقہا و متکلمین دونوں کے یہاں اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

کفر اختلافی میں نکاح میں نقص آ جاتا ہے، اعمال باطل نہیں ہوتے، ایمان میں بھی نقص آ جاتا ہے، اس لیے یہاں توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا قادری نے فتاویٰ رضویہ (جلد ششم :ص 272،ص 149-جلد نہم : حصہ دوم:ص 194 - رضا اکیڈمی ممبئ) میں تفصیل کے ساتھ کفر کلامی وکفر فقہی کے احکام کو بیان فرمادیا ہے،اور توبہ کا طریقہ بھی تحریر فرمایا کہ اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ ہو،اور خفیہ گناہ کی توبہ بھی خفیہ ہو۔

امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا:''جو مرتکب حرام ہے، مستحق عذاب جہنم ہے،اور جو مرتکب کفر فقہی ہے، جیسے دسہرے کی شرکت یا کافروں کی جے بولنا ،اس پر تجدید اسلام لازم ہے،اوراور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے،اور جو قطعاً کافر ہوگیا، جیسے دسہرے میں بطور مذکور ہنود کے ساتھ ناقوس بجانے یا معبودان کفار پر پھول چڑھانے والا کافر مرتد ہوگیا ،اس کی عورت نکاح سے نکل گئی ۔اگر تائب ہو،اور اسلام لائے ، جب بھی عورت کو اختیار ہے۔ بعد عدت جس سے چاہے،نکاح کرلے،اور بے توبہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دینا حرام،اس کے جنازے کی شرکت حرام،اسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام،اس پر نماز پڑھنا حرام،الٰی غیر ذلک من الاحکام: واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم :ص 150-149 - رضا اکیڈمی ممبئ)

خلیل بجنوری اور تحقیقی کا مفہوم

خلیل بجنوری کے یہاں مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ کسی پر حکم کفر وارد ہوتو ہر کوئی اس کی تحقیق کرے،اور پھر جس کی تحقیق میں کفر ثابت نہ ہوتو وہ کافر نہ مانے۔

بجنوری اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں دے سکا اوران شاءاللہ تعالیٰ اس کے متبعین بھی اس پر کوئی دلیل نہیں دے سکیں گے۔ یہ ایک خودساختہ نظریہ ہے۔

تکفیر کلامی کے مسئلہ کی صحیح تحقیق ہوگئی اور ملزم کا کافر کلامی ہونا ثابت ہوگیا تو اب ملزم کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین سے ہوگیا۔اب یہ باب عقائد کا ایک مسئلہ ہوگیا۔

ضروریات دین کا علم یقینی ہونے کے بعد اس کی تصدیق اور اس کو ماننا ضروری ہے۔ اعتقادی مسائل تصدیقی ہوتے ہیں، نہ کہ تحقیقی۔

اعتقادی مسائل تصدیقی ہیں

اعتقادی مسائل کے تصدیقی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی تصدیق ضروری ہے، یعنی ان مسائل کے حق ہونے کا یقین ضروری ہے، خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو۔

اعتقادی مسائل کے تحقیقی ہونے سے اگر یہ مراد لیا جائے کہ استدلال معروف کے ذریعہ ان عقائد کے حق ہونے کا یقین حاصل ہو تو یہ نظریہ غلط ہے۔

علم کلام کی کتابو میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ اعتقادی مسائل تحقیقی ہیں۔اس مقام پر استدلال کا لفظ مستعمل ہے اور اس کا انکار ثابت ہے، یعنی یہ صراحت ہے کہ ایمان کے لیے استدلال کے ذریعہ حصول یقین شرط نہیں۔ہاں، یقین شرط ہے، کسی طرح بھی حاصل ہو۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایمان مقلد بھی صحیح ہے۔ایمان مقلد کے باطل ہونے کا قول ضعیف ہے، جب کہ مقلد کو اسلامی عقائد کا یقین حاصل ہو جائے۔تیسری صورت یہ ہے کہ محض تقلیدی طور پر ایمان لے آیا کہ اسے اسلامی عقائد کا یقین حاصل نہیں، لوگوں کو مذہب اسلام سے وابستہ دیکھا تو وہ بھی خود کو مسلمان کہتا ہے، لیکن اسے اسلامی عقائد کا یقین حاصل نہیں، بلکہ ظن یا شک ہے تو ظن وشک کی صورت میں وہ مومن نہیں۔

ایمان تصدیق کا نام ہے، استدلال کا نام ایمان نہیں۔کوئی غیر مسلم ایمان لاتا ہے تو وہ محض صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھتا ہے اور مومن ہو جاتا ہے۔

وہ خود بھی دل میں یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ مذہب اسلام قبول کر چکا ہے اور بوقت ضرورت اپنی زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار بھی کرتا ہے۔

مذہب اسلام قبول کرنے کا مفہوم یہ ہوا کہ اس نے دین اسلام کے تمام عقائد کو قبول

کرلیا۔ یہ اجمالی اقرار ہے۔ کسی نومسلم کو اسلام کے تمام اہم عقائد کا تفصیلی علم نہیں ہوتا۔

ہاں، قبول اسلام کے وقت جن عقائد کا تفصیلی علم ہے، اس کی تصدیق لازم ہے، پھر جب دیگر اسلامی عقائد کا تفصیلی علم ہو تو بوقت علم اس کی تصدیق ضروری ہے۔

عقائد اسلامیہ کی تصدیق ضروری، نہ کہ تحقیق

تحقیق سے اگر یہ مراد ہے کہ ہر کوئی اس کی تحقیق کرے کہ یہ کس دلیل سے ثابت ہے تو یہ مفہوم نہ ایمان کی تعریف میں شامل ہے، نہ ہی ایمان کے شرائط میں سے ہے۔ ایمان تصدیق کو کہا جاتا ہے۔

(1) کسی امر کے سچ اور حق ہونے کا یقین کرنا اور اس کو مان لینا تصدیق ہے۔ خواہ یہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو۔

(2) باب عقائد میں خاص استدلال عقلی کے ذریعہ حصول یقین کو لازم قرار دینا معتزلہ کا مذہب ہے۔

(3) باب عقائد کے اصولی مسائل میں حصول یقین ضروری ہے اور فروعی مسائل میں تقلید جائز ہے۔

(4) بعض اعتقادی مسائل میں زیادہ غور وخوض ممنوع ہے، جیسے تقدیر کے مسائل۔ حدیث نبوی میں تقدیر کے مسائل میں زیادہ غور وفکر سے منع فرمایا گیا ہے۔

(5) اسی طرح جس کے گمراہ ہونے کا خوف ہو، اس کے لیے بھی بہت سے امور میں تحقیق ممنوع ہے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا:

''اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں، بلکہ جو بات ہو، یقین قطعی کے ساتھ ہو، خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو۔ اس کے حصول میں بالخصوص علم استدلالی کی حاجت نہیں۔

ہاں ،بعض فروع عقائد میں تقلید ہوسکتی ہے۔اسی بنا پر خود اہل سنت میں دو گروہ ہیں ۔ ماترید یہ کہ امام علم الہدیٰ حضرت ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع ہوئے ،اور اشاعرہ کہ حضرت امام شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں ۔ یہ دونوں جماعتیں اہل سنت ہی کی ہیں اور دونوں حق پر ہیں ۔آپس میں صرف بعض فروع کا اختلاف ہے ۔ان کا اختلاف حنفی ،شافعی کا سا ہے کہ دونوں اہل حق ہیں ۔کوئی کسی کی تضلیل و تفسیق نہیں کرسکتا‘‘۔

(بہار شریعت حصہ اول :ص 53)

توضیح :مذکورہ بالا عبارت میں اصول عقائد سے تمام ضروریات دین مراد ہیں ،جن میں حصول یقین ضروری ہے ۔فروعی عقائد سے ظنی اور غیر اجماعی عقائد مراد ہیں ، جو اہل سنت کے درمیان متفق علیہ نہیں ۔ان میں حصول یقین کی شرط نہیں ، بلکہ باب فقہ کے ظنی واجتہادی احکام کی طرح ان میں حصول ظن کافی ہے۔

اعتقادیات میں عدم تقلید کی چار صورتیں

اگر کسی نے کوئی عقیدہ کسی دلیل کے پیش نظر اپنایا ہے تو یہاں استدلال اور یقین استدلالی پایا گیا۔اس کو تقلید کہنا غلط ہے۔عدم تقلید کی چار صورتیں درج ذیل ہیں۔

اسلامی عقائد کے چار دلائل ہیں :(1) قرآن (2) حدیث (3) اجماع (4) عقل ۔

اگر کسی نے ان چاروں دلائل میں سے کسی دلیل کے پیش نظر کسی اسلامی عقیدہ کو اپنایا ہے تو وہ دلیل کے ساتھ اس عقیدہ کو اختیار کیا ہے، نہ کہ تقلیدی طور پر۔اس کو تقلید کہنا صحیح نہیں۔

ہاں ، یہ بات بالکل سچ ہے کہ عام مسلمانوں کو قرآن وحدیث میں بیان کردہ عقیدہ کی رہنمائی علمائے دین کے ذریعہ حاصل ہوگی ،لیکن عوام نے محض اس عالم کے کہنے پر وہ عقیدہ اختیار نہیں کیا ہے، بلکہ قرآن وحدیث میں اس عقیدہ کا ذکر ہونے کے سبب اختیار کیا ہے،اسی لیے اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس عالم نے آیت قرآنی یا حدیث نبوی کا غلط

مفہوم بیان کیا تو لوگ اسے ترک کر دیتے ہیں اور صحیح عقیدہ کو اختیار کرتے ہیں۔

یعنی کسی عالم کی تقلید میں کوئی اسلامی عقیدہ اختیار نہیں کرتے، بلکہ قرآن وحدیث کی دلیل کے سبب اس عقیدہ کو اختیار کرتے ہیں، اور دلیل کے سبب کوئی عقیدہ اپنانا تقلید نہیں، بلکہ استدلال کے ذریعہ اس عقیدہ کو اختیار کرنا ہے۔ جب بلا دلیل کسی کی بات تسلیم کی جائے تو اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔

دلائل اربعہ مذکورہ کی روشنی میں کسی عقیدہ کو اختیار کرنا تقلید نہیں کہلائے گا۔فتاویٰ رضویہ سے ایک سوال وجواب منقولہ ذیل ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرح عقائد عضدیہ للمحقق الدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خطبہ میں ہے:(**یا من وفقنا لتحقیق العقائد الاسلامیة عصمنا عن التقلید فی الاصول و الفروع الکلامیة**)

اور یہ بھی مشہور ہے:(**لا تقلید فی الاعتقادیات**)

حضور! اگر ایسا ہے تو جاہل کے لیے یہ کیوں ہے کہ جب اس کے سامنے کوئی عقیدہ پیش کیا جائے، اور یہ نہ جانتا ہو تو کہے:''میرا وہ عقیدہ ہے جو اہل سنت کا ہے''۔

بلکہ کوئی جاہل، بلکہ اکثر معمولی عالم اکثر عقائد کے استدلال نہیں جانتے، اور ہم اکثر ثبوت عقائد میں اقوال ائمہ پیش کرتے ہیں اور یہ طریق اثبات تصانیف علمائے عظام میں موجود۔یا اس کے معنی یہ ہیں کہ عقائد کا علم یقینی مثل علم امر محقق ہو، نہ علم ظنی مثل علم مردمقلد؟

الجواب: جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں۔کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔

عقائد میں چار اصول ہیں۔کتاب، سنت، سواد اعظم، عقل صحیح۔

تو جو اُن میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے، دلیل سے جانتا ہے، نہ کہ بے دلیل محض تقلیداً۔

اہل سنت ہی سواد اعظم اسلام ہیں تو ان پر حوالہ، دلیل پر حوالہ ہے، نہ کہ تقلید۔

یونہی اقوال ائمہ سے استناد اسی معنی پر ہے کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے، ولہٰذا ایک دو، دس بیس علمائے کبار ہی سہی، اگر جمہور وسواد اعظم کے خلاف لکھیں گے، اس وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز، نہ استناد کہ اب یہ تقلید ہوگی، اور وہ عقائد میں جائز نہیں۔

اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے۔

عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں، ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو، وہ حق ہے۔

اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں تو کوئی بد مذہب تھا ہی نہیں، اور بعد کو اگر چہ پیدا ہوئے، مگر دنیا بھر کے سب بد مذہب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے۔

للہ الحمد فقہ میں جس طرح اجماع اقوی الادلہ ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں۔ اگر چہ وہ اپنی رائے میں کتاب وسنت سے اس کا خلاف پاتا ہو، یقیناً سمجھا جائے گا کہ یا فہم کی خطا ہے، یا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اگر چہ مجتہد کو اس کا ناسخ نہ معلوم ہو۔

یونہی اجماع امت تو شئی عظیم ہے۔ سواد اعظم یعنی اہل سنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق یہاں اقوی الادلہ ہے۔ کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی ہے۔ حق سواد اعظم کے ساتھ ہے۔

اور ایک معنی پر یہاں اقوی الادلہ عقل ہے کہ اور دلائل کی حجیت بھی اسی سے ظاہر ہوئی ہے، مگر محال ہے کہ سواد اعظم کا اتفاق کسی برہان صحیح عقلی کے خلاف ہو"۔

(فتاوی رضویہ جلد یازدہم: ص 56-57 - رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح:ایک مسلمان دیگر مسلمانوں کو جن عقائد کا معتقد اور جن اعمال پر کاربند دیکھتا اور سنتا ہے تو اس کو یقین ہوجاتا ہے کہ یہ اسلامی عقائد واعمال ہیں اور وہ بھی انہی عقائد واعمال کا پابند ہوجاتا ہے۔

مثلاً ایک عام مسلمان دیکھتا ہے کہ ہر جگہ مسلمان پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر مسجد میں پانچ ہی وقت اذان ونماز ہوتی ہے،اور سب سے یہی سنتا ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں تو اس کو یقین ہوجاتا ہے کہ مذہب اسلام میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔

اس عام مسلمان نے قرآن وحدیث نہیں پڑھی ہے،نہ دینی کتابیں پڑھی ہیں،لیکن اس کو یقین کامل ہے کہ مذہب اسلام میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔

دراصل پانچ وقت کی نمازوں پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق دیکھ کراور اسی بات کی صراحت سن کراس کو یقین ہوگیا کہ مذہب اسلام میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں تو اس مسلمان کے لیے مسلمانوں کا اجماع واتفاق حصول یقین کی دلیل بن گیا تو اس نے دلیل کی روشنی میں پانچ وقت کی نمازوں کو فرض مانا،نہ کہ کسی کی تقلید میں۔

اسی طرح عقل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے وجود،اس کی قدرت،اس کے علم،اس کے ارادہ،اس کے سمیع وبصیر ہونے اور دیگر صفات الٰہیہ کا علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں بھی کائنات اور مخلوقات کو دیکھ کراللہ تعالیٰ کے وجود کا ادراک حاصل کرنے کی ہدایت متعدد آیات مقدسہ میں آئی ہے۔اس طرح عقل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین حاصل ہوگا۔یہاں بھی کسی کی تقلید نہیں۔

دہریوں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناظرے بہت مشہور ہیں۔آپ نے دلیل عقل کے ذریعہ دہریوں کو وجود الٰہی کا یقین دلایا۔

امام فخرالدین رازی شافعی (544ھ-606ھ) نے حضرت امام اعظم رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ تحریر فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہریوں کو ہمیشہ لاجواب فرمادیا کرتے، اس لیے وہ لوگ ہمیشہ آپ کے قتل کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے۔ دہریہ لوگ خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا خود بخود وجود میں آ گئی۔

ایک مرتبہ حضرت امام اعظم قدس سرہ العزیز کوفہ میں اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک بہت سے دہریہ تلواریں لہراتے ہوئے آپ کے پاس آ گئے، اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ مجھے ایک سوال کا جواب دے دو، پھر جو چاہو، کرو۔ دہریوں نے کہا کہ آپ سوال پیش کیجئے۔

امام اعظم قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ کوئی آدمی تم سے کہے کہ میں نے سمندر میں سامانوں سے بھری ہوئی اور مال واسباب سے لدی ہوئی ایک کشتی دیکھی ہے کہ پے در پے موجوں اور آندھیوں وطوفانوں کے بیچ میں صحیح راستے پر اور درست سمت میں جارہی ہے، اور اس کشتی کا نہ کوئی ملاح ہے، نہ کوئی نگہبان ہے۔ وہ خود بخود صحیح جہت میں اور صحیح راہ پر جارہی ہے۔ بتاؤ کہ کیا عقل اس بات کو درست قرار دیتی ہے؟

دہریوں نے کہا کہ عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی ہے، پس حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب ایک کشتی بغیر ملاح کے خود سے سمندر میں نہیں چل سکتی تو اتنی بڑی دنیا خود سے کیسے بن سکتی ہے، اور بغیر کسی محافظ کے موسم وحالات کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں خود بخود کیوں کر ہوسکتی ہیں۔

یہ جواب سن کر دہریوں کو وجود باری تعالیٰ کا یقین ہوگیا۔ وہ لوگ رونے لگے، اپنی تلواروں کو نیام میں ڈال لیے، اور توبہ کر کے داخل اسلام ہوگئے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو خود سے کشتی چلنے کی بات فرمائی، وہ محض دہریوں کو سمجھانے کے واسطے فرمائی، تا کہ وہ لوگ اپنی عقل وخرد کے سہارے وجود الٰہی

کو سمجھ سکیں۔جس طرح غور وفکر سے وجود الٰہی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے،اسی طرح غور وفکر سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ودیگر صفات کا بھی علم ہوتا ہے۔

قال فخر الدين الرازى: {كان ابو حنيفة رحمه اللّٰه سيفًا على الدهرية -وكانوا ينتهزون الفرصة ليقتلوه-فبينما هو يومًا فى مسجده قاعد،اذ هجم عليه جماعة بسيوف مسلولة وهموا بقتله-فقال لهم:اجيبونى عن مسألة ثم افعلوا ما شئتم-فقالوا له،هات.

فقال:ما تقولون فى رجل يقول لكم-انى رأيت سفينة مشحونة بالاحمال مملوئة من الاثقال قد احتوشها فى لجة البحر امواج متلاطمة ورياح مختلفة-وهى من بينها تجرى مستوية-ليس لها ملاح يجريها ولا متعهد يدفعها-هل يجوز ذلك فى العقل؟

قالوا:لا،هذا شىء لا يقبله العقل-فقال ابو حنيفة:يا سبحان اللّٰه! اذا لم يجز فى العقل سفينة تجرى فى البحر مستوية من غير متعهد ولا مجرى -فكيف يجوز قيام هذه الدنيا على اختلاف احوالها وتغير اعمالها وسعة اطرافها وتباين اكنافها من غير صانع وحافظ؟

فبكوا جميعا وقالوا:صدقت ،واغمدوا سيوفهم وتابوا}

(التفسیر الکبیر للرازی ج اص 255-سورۃ البقرہ-داراحیاءالتراث العربی بیروت)

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:15:دسمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط شانزدہم

اعتقادی مسائل تصدیقی ہیں یا تحقیقی؟

اعتقادی مسائل کی تحقیق ہوتی ہے، یعنی دلائل سے اسلامی عقائد کو ثابت کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اسلامی عقائد استدلالی بھی ہوتے ہیں، یعنی عقلی دلائل اور شرعی دلیلوں سے ان عقائد کو ثابت کیا جاتا ہے۔

جو لوگ اسلامی عقائد کو تحقیقی کہتے ہیں، ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہر کوئی اسلامی عقائد کی تحقیق یعنی دلیلوں کے ساتھ اس کا علم حاصل کرے، تب اس کا ایمان معتبر ہو گا۔

معتزلہ اسلامی عقائد کو استدلالی کہتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہر کوئی عقلی دلیل کی روشنی میں ان کا علم حاصل کرے، تب اس کا ایمان معتبر ہو گا۔

تصدیق سے کیا مراد ہے؟

باب اعتقادیات میں تصدیق سے مراد ہے، عقائد اسلامیہ کے حق ہونے کا یقین کرنا اور حق ہونے کا اعتقاد رکھنا۔ خواہ کسی طرح بھی یقین حاصل ہو جائے۔

خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خبر متواتر سے بھی یقین حاصل ہو جاتا ہے اور استدلال عقلی سے بھی یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ محسوسات کا علم یقینی حواس خمسہ ظاہرہ سے حاصل ہوتا ہے۔

خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خبر متواتر سے ہر ایک کو یقین حاصل ہو جاتا ہے اور

استدلال عقلی کی قوت ہر ایک کے پاس نہیں، اس لیے نہ ہر کوئی استدلال کر سکتا ہے اور نہ ہر کسی کو یقین استدلالی حاصل ہو سکتا ہے۔

معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کے لیے ہر ایک کو عقلی استدلال کے ذریعہ یقین حاصل کرنا فرض ہے، حالاں کہ عہد رسالت سے آج تک استدلال عقلی کے بغیر ایمان قبول کیا جاتا ہے، اور ہر اسلام قبول کرنے والے کو مومن تسلیم کیا جاتا ہے۔ جو بھی صدق دل سے کلمہ اسلام پڑھ لیا، اسے مومن سمجھا جاتا ہے۔

آج تک کسی عالم ومفتی نے اسلام قبول کرنے والے غیر مسلم سے استدلال عقلی طلب نہیں کیا۔ عام لوگ عقلی استدلال کے قابل بھی نہیں اور حکم الٰہی ہے: {**لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا**} (سورہ بقرہ: آیت 286) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی امر کا حکم فرماتا ہے، جس کی قوت بندوں کے پاس ہے۔ جب جاہل کو عقلی استدلال معلوم ہی نہیں تو اسے عقلی استدلال کا مکلّف کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ ایمان کی تعریف وتوضیح درج ذیل ہے۔

تصدیق کا نام ایمان ہے، نہ کہ استدلال کا

تصدیق کا نام ایمان ہے، نہ کہ تحقیق یا عقلی استدلال کا۔

تصدیق سے مراد حق ہونے کا یقین واعتقاد کرنا ہے۔

قال نجم الدین عمر بن محمد النسفی الحنفی:

{الایمان ہو التصدیق بما جاء بہ من عند اللّٰہ تعالٰی}

(العقائد النسفیۃ مع شرح التفتازانی: ص119)

قال التفتازانی: {ای تصدیق النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالقلب فی جمیع ما عُلِمَ بالضرورۃ مَجِیْئُہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بہ من عند اللّٰہ تَعَالٰی اجمالًا–فانہ کافٍ فی الخروج عن عہدۃ الایمان–ولا تنحط درجتُہ عن

الایمان التفصیلی}(شرح العقائد النسفیہ :ص120:مجلس برکات مبارک پور)

تصدیق سے خاص قسم کی تصدیق مراد

ایمان کی تعریف میں تصدیق سے یقینی اعتقاد مراد ہے،یعنی یقین بھی ہو،اوراعتقاد بھی۔

علامہ تفتازانی شافعی نے شرح مقاصد(جلد پنجم:ص175 تا ص192 -عالم الکتب بیروت)میں اس کی تفصیل رقم فرمائی ہے۔

قال التفتازانی:{ان الایمان یزید وینقص-ومنعه الجمهور لما انه اسم للتصدیق البالغ حد الیقین-وهو لا یتفاوت}

(شرح المقاصد جلد پنجم:ص210-عالم الکتب بیروت)

قال العلامة الخیالی فی بیان مفهوم الایمان والتصدیق:

{ان المعنی المعبر عنه "بگرویدن"امر قطعی-وقد نص علیه فی شرح المقاصد-ولذا یکفی فی باب الایمان الذی هو التصدیق البالغ حد الجزم والاذعان-مع ان التصدیق المنطقی یعم الظنی بالاتفاق-فانهم یقسمون العلم بالمعنی الاعم تقسیمًا حاصرًا توسلًا به الٰی بیان الحاجة الی المنطق بجمیع اجزائه}(حاشیۃ الخیالی علیٰ شرح العقائد:ص125)

قال المولٰی عصام: {والمعنی الذی یعبر عنه فی الفارسیة"بگرویدن" هو التصدیق المقابل للتصور،ولکن الایمان اخص من التصدیق المذکور فی اوائل کتب المیزان کالتصدیق فی کتب الکلام-لان التصدیق فی کتب الکلام قِسْمٌ لِلْعِلْمِ الْمُفَسَّرِ بِمَا لَا یَحْتَمِلُ الظَّنَّ وَالْجَهْلَ وَالتَّقْلِیْدَ بِخَلَافِ کُتُبِ الْمِیْزَانِ}(حاشیۃ ملاعصام علی شرح العقائد النسفیہ :ص125)

توضیح:ایمان کی تعریف میں تصدیق سے یقین مراد ہے۔اس میں ظن،جہل اورتقلید

کی گنجائش نہیں۔اس تصدیق کے مفہوم میں یقین کے ساتھ اعتقاد کا مفہوم بھی شامل ہے، جب کہ تصدیق منطقی میں اعتقاد کا مفہوم شامل نہیں ،اس طرح تصدیق ایمانی اور تصدیق منطقی میں فرق ہے۔بہت سے لوگوں کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہو جاتا ہے،لیکن وہ اسلام کو قبول نہیں کرتے ،پس یقین الگ ہے اور اعتقاد الگ۔ایمان اس یقین کا نام ہے جس کے ساتھ اعتقاد بھی ہو۔ابو طالب کو بھی اسلام کی حقانیت کا یقین تھا،لیکن اسلام قبول نہ کر سکے۔

ایمان اجمالی اور ایمان تفصیلی کا بیان

جب اجمالی ایمان کافی ہے تو مومن ہونے کے لیے تمام اسلامی عقائد کو جاننا بھی شرط نہیں ، پھر تمام عقائد کی تحقیق یعنی دلیل سے جاننے کی شرط ، یا تمام عقائد ضروریہ دینیہ کو عقلی دلیل سے جاننے کی شرط کیسے ہوگی ۔معتزلہ کا مذہب یہی ہے کہ تمام عقائد واجبہ کو عقلی دلیل کے ساتھ جاننا لازم ہے،اس طرح کہ منکرین کے شبہات کا جواب دے سکے۔

مندرجہ ذیل عبارتوں میں ایمان اجمالی کے کافی ہونے کی بحث ہے۔

قال الهيتمى عن تصديق المُؤْمَنْ به: {ان التصديق بذلک له جهتان -اِجْمَالِيٌّ وهو مندرج فى التصديق بالوحدانية ورسالة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم-وهذا يكفى ممن لم يخطر بباله شَيْءٌ من التفاصيل المعلومة من الدين بالضرورة-وتفصيلى وهو شرطٌ فِيْمَنْ لحظ شَيْئًا من تلك التفاصيل-فَلَا يَكون مومنًا حَتّٰى يُصَدِّقَ بِمَا لحظه اَوْ عَرَفَه مِنْهَا}

(الفتاوی الحدیثیہ ص 141 - دار الفکر بیروت)

قال السيد السند الشريف الجرجانى: {(التصديق للرسول فيما علم مجيئه به ضرورةً تفصيلًا) فِيْمَا عُلِمَ تَفْصِيْلًا (وَاِجْمَالًا) فِيْمَا عُلِمَ اِجْمَالًا- فَهُوَ فِى الشَّرْعِ تَصْدِيْقٌ خَاصٌّ} (شرح مواقف ص 718 - مطبع: نول کشور لکھنو)

قال التفتازانی فی حد الایمان: {التصدیق بجمیع ما جاء به النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اجمالًا کافٍ فی صحة الایمان-وانما یحتاج الٰی بیان الحق فی التفاصیل عند ملاحظتها-وَاِنْ کَانَتْ عَمَّا لَاخِلَافَ فِیْ تَکْفِیْرِ الْمُخَالِف فیها-کحدوث العالم-فَکَمْ مِنْ مؤمن لَمْ یعرف معنی الحادث والقدیم اصلًا ولم یخطرבباله حدیث حشر الاجساد قطعًا-لکن اذا لاحظ ذلک-فلو لم یصدق، کان کافرًا}(شرح المقاصد جلد دوم:ص270)

قال الهیتمی:{اَنَّ الشَّرط فی ابتداء الایمان،اِنَّمَا هو التصدیق بجمیع المعلوم بالضرورة اجمالًا-فَیَکْفِیْ ذلک-ولا یشترط التصدیق بالامور التفصیلیة الضروریة-اِلَّا لِمَنْ عَلِمَهَا تفصیلًا-فَیُکَلَّفُ بِالتَّصدیق والاذعان بها-فَاِنْ صَدَّقَ وَاَذْعَنَ،اِسْتَمَرَّ عَلٰی اِیْمَانِه-وَاِلَّا کَفَرَ مِنْ حِیْنَئِذٍ}

(الفتاوی الحدیثیہ ص140-دارالفکر بیروت)

قال الهیتمی: {ومِنْهَا قول المحقق الکمال بن ابی شریف فی شرحه مسایرة شیخه المحقق الکمال بن الهمام:(جمهور الاشاعرة وبه قال الماتریدی-ان الایمان هو التصدیق بالقلب فقط ای قبوله واذعانه لِمَا عُلِمَ بالضرورة من دین محمد صلی اللّٰه علیه وسلم بحیث تَعْلَمُهُ الْعَامَّةُ من غیر نظرواستدلال-کالوحدانیة والنبوة والبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزکاة والحج وحرمة الخمر ونحوها.

ویکفی الاجمال فِیْمَا یُلَاحِظُ اِجْمَالًا کَالْاِیْمَان بالملائکة والکتب والرسل-ویشترط التفصیل فِیْمَا یُلَاحِظُ تَفْصِیْلًا کجبرئیل ومیکائیل وموسٰی وعیسٰی عَلَیْهِمُ السَّلَام والتوراة والانجیل-حَتّٰی مَنْ لَمْ یُصَدِّقْ

بواحدٍ مِنْهَا كَفَرَ)اِنْتَهٰى-فافهم هذا.

اِنَّ ما علم من الدين بالضرورة-اِنْ شعر به من جَهِلَه-اِشْتَرَطَ تَصْدِيْقُه بِه اِجْمَالًا،اِنْ شَعُرَ بِه اِجْمَالًا- كالملائكة والكتب والرسل-و تَفْصِيْلًا اِنْ شَعُرَ بِه تَفْصِيْلًا كجبرئيل وموسٰى والتوراة-وَاَنَّه لا يشترط فى صحة الايمان-اَنْ يُصَدِّقَ بالاشياء الْمُفَصَّلَةِ اِلَّا اِذَا شَعُرَ بِهَا مُفَصَّلَةً}

(الفتاوی الحدیثیہ ص140 -دارالفکر بیروت)

توضیح:اسلام میں داخل ہونے کے لیے ایمان اجمالی کافی ہے۔ہاں،جن امور کا تفصیلی علم ہے،اس کی تفصیلی تصدیق لازم ہے،اورجس کی تفصیل معلوم ہوجائے،اس کی تفصیلی تصدیق لازم ہے۔

اگرعلم ہوجانے کے بعد تفاصیل کا انکارکرے گا توحکم شرع منکر پر عائد ہوگا۔اگر ضروریات دین کاانکارکرے گاتو کافرقرار پائے گا۔اگرضروریات اہل سنت کاانکارکرے گا تومتکلمین کے یہاں گمراہ قرار پائے گا۔

حصول یقین کے اسباب وذرائع

حصول یقین کے تین ذرائع ہیں۔خبرصادق۔عقل سلیم۔حواس خمسہ ظاہرہ۔

قال النسفى: {اسباب العلم للخلق ثلاثة:الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل}(شرح عقائدنسفیہ:ص31-مجلس برکات مبارک پور)

توضیح:خبرصادق کی دوقسمیں ہیں۔خبررسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اورخبرمتواتر۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے جواسلامی عقائدواحکام سماعت فرمائے،وہ ان کے حق میں یقینی ہیں۔

دیگرصحابہ کرام یامومنین کوخبرمتواتر سے کوئی اسلامی عقیدہ یاحکم اسلامی معلوم ہواتوان

کے حق میں وہ یقینی ہے۔ جب اس کا یقین عقلی استدلال کے بغیر حاصل ہو چکا ہے تو استدلال عقلی سے یقین حاصل نہیں ہوسکتا، ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گی۔

عقلی استدلال کے بغیر ایمان کو صحیح قرار دینا

قال المحدث علی القاری الحنفی: {والصحیح ما علیه عامة اهل العلم–فان الایمان هو التصدیق مطلقًا فمن اخبر بخبر فصدقه صح ان یقال :آمن به و آمن له–ولان الصحابة کانوا یقبلون ایمان عوام الامصار التی فتحوها من العجم} (منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص406-دارالسلامہ بیروت)

توضیح: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عجمی شہروں کو فتح فرمایا اوران علاقوں کے عجمی لوگوں نے ایمان قبول کیا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ان سب کومومن قراردیا۔کسی سے استدلال عقلی طلب نہیں فرمایا۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی کبھی عقلی استدلال طلب نہیں فرمایا، پھر ایمان کے لیے عقلی استدلال کی شرط لگانا یقیناً غلط ہے۔ایمان کے صحیح ہونے کے واسطے محض یقین ضروری ہے،خواہ کسی طرح سے یقین حاصل ہوجائے۔اگرخبرواحد سے کسی کو یقین حاصل ہوگیا تو وہ کلمہ گومومن ہے،اورخبرمتواتر سے بھی کسی کویقین حاصل نہ ہوسکے تو ایسا کلمہ گومومن نہیں۔ایمان کے لیے حصول یقین ضروری ہے،نہ کہ عقلی استدلال۔

قال علی القاری: {وتحقیقه ان الرسول صلی اللّٰه تعالٰی علیه وعلٰی آله وسلم عد من آمن به وصدقه فیما جاء به من عند اللّٰه تعالٰی مومنًا–ولم یشتغل بتعلیمه الدلائل العقلیة فی المسائل الاعتقادیة–وکذا الصحابة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم حیث قبلوا ایمان الزط والانباط مع قلة اذهانهم وبلادة افهامهم.

ولولم یکن ذلک ایمانًا لفقد شرطه وهو الاستدلال العقلی لاشتغلوا باحد الامرین :اما بالاعراض عن قبول اسلامهم او بنصب متکلم حاذق بصیر بالادلة عالم بکیفیة المحاجة لتعلیمهم صناعة الکلام والمناظرة،ثم بعد ذلک یحکمون بایمانهم.

وعند امتناع الصحابة رضی اللّٰہ عنهم وامتناع کل من قام مقامهم الٰی یومنا هذا من ذلک،ظهر ان ما ذهبوا الیه باطل،لانه خلاف صنع النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی آله وسلم واصحابه العظام رضی اللّٰہ عنهم وغیرهم من الائمة الکرام}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر ص406-دارالسلامہ بیروت)

توضیح: علامہ علی قاری حنفی کے قول{**ان ما ذهبوا الیه باطل**}سے مراد یہ ہے کہ جس جانب معتزلہ گئے ،وہ باطل ہے۔جب حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اورآج تک علمائے اسلام استدلال عقلی کے بغیرایمان کو قبول کرتے ہیں اورجوعقلی استدلال سے واقف نہ ہو،اس کوبھی مومن قرار دیتے ہیں تو پھر ایمان کے لیے عقلی استدلال کی شرط کہاں سے آ گئی؟

حصول یقین کی مختلف صورتیں

ماقبل میں بیان کیا گیا کہ حصول یقین کی تین صورتیں ہیں۔وہ تین معتادطریقے ہیں، یعنی خبرصادق(خبرنبوی وخبرمتواتر)،عقل صحیح اورحواس سلیمہ سے حاصل ہونے والاعلم۔

اللہ تعالیٰ اس پرقادر ہے کہ خبرواحد کے ذریعہ بھی کسی کے دل میں یقین پیدافرمادے ،اورخبرواحد کے بغیر بھی کسی کے دل میں یقین پیدافرمادے۔معتادطریقے ہی سے حصول یقین لازم نہیں۔

قال القاری:{علٰی ان من اصحابنا من قال:ان المقلد لا یخلو عن نوع علم فانه ما لم یقع عنده ان المخبر صادق لا یصدقه فیما اخبر به–و خبر الواحد وان کان محتملا للصدق والکذب فی ذاته–لکن متی ما وقع عنده انه صادق ولم یخطر بباله احتمال الکذب–وکان فی الحقیقة صادقًا نُزِّلَ منزلة العالم–لانه بنی اعتقاده علٰی ما یصلح دلیلا فی الجملة}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص406-دارالسلامہ بیروت)

توضیح: کسی کو ایک ہی آدمی نے اسلام کی خبر دی اور اسے اسلام کی حقانیت کا یقین کامل ہوگیا اوراس نے اسلام قبول کرلیا تو مومن کامل ہے۔

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان مختلف علاقوں میں تبلیغ دین کے لیے انفرادی طور پر گئے۔ان کے حسن اخلاق یا کرامتوں کو دیکھ کرلوگوں کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہوگیا تو لوگ ان کے ہاتھ پرمشرف بہ اسلام ہوگئے۔

ایسے بے شمار واقعات ہیں۔ان لوگوں کو مومن تسلیم کیا گیا،حالاں کہ اسلامی عقائد واحکام خبرواحد کے ذریعہ ان لوگوں تک پہنچے۔

وہاں کوئی ایک ہی ولی یا ایک ہی مبلغ اسلام پہنچ سکے تھے۔ہاں،اس ایک ہی بندۂ خدا کی باتوں پریقین حاصل ہوگیا تو حصول یقین کے سبب ایمان صحیح ہوگیا۔

قال الامام احمد رضا القادری:{ان الایمان انما هو لمعان نُوْرٍ–و کشف ستره وشرح صَدْرٍ یقذفه اللّٰه فی قلب من یشاء من عباده–سواء کان ذلک بنظر او مجرد سماع–ولا یسوغ لعاقل ان یقول:لا یحصل الایمان اِلَّا بِالنَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ–کَلَّا وَاللّٰه.

بَلْ رُبَّمَا یَکُوْنُ اِیْمَان بعض من لا یعرف الاستدلالَ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ مِنْ

ایمان بعض من بلغ الغایة فی المراء والجدال–فَمَنْ یُشْرَحُ صَدْرُہٗ لِلْاِسلام وَیَجِدُ قَلْبَہٗ مُطْمَئِنًّا بِالْاِیْمَانِ فَھُوَ مُؤْمِنٌ قَطْعًا–وَاِنْ لَمْ یَعْرِفْ–مِنْ اَیْنَ اَتَتْہُ ھٰذِہِ النِّعْمَةُ الْکُبْرٰی–وھذا مَعْنٰی قَوْلِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَغَیْرِھِمْ مِنَ الْمُحَقِّقِیْنَ رضی اللّٰہُ تَعَالٰی عنھم اجمعین–اَنَّ اِیْمَانَ الْمُقَلِّدِ صَحِیْحٌ–ارادوا بہ من لا یعرف الاستدلال واسالیب الجدل وتصاریف الکلام}

(المعتمد المستند :ص199-200-المجمع الاسلامی مبارکپور)

قال الامام احمد رضا القادری:

ان عدم صحة ایمان المقلد ھو مذھب ضعیف–ثم قال:

{المعتبر فی الایمان شَرْعًا،الْجَزْمُ الْقَاطِعُ–سَوَاءٌ حَصَلَ عَنْ اِسْتِدْلَالٍ اَوْ تَقْلِیْدٍ}(المعتمد المستند :ص197-المجمع الاسلامی مبارکپور)

توضیح:ایمان صحیح ہونے کے لیے یقینی اعتقاد کی ضرورت ہے۔خواہ یہ یقینی اعتقاد کسی طرح بھی حاصل ہو۔عقلی استدلال سے حاصل ہو،تقلید سے حاصل ہو، یا کسی اور طریقہ سے حاصل ہو۔ایمان ایک نور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے،وہ نورعطا فرماتا ہے۔ارشادالٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے قلب کوایمان کے لیے کشادہ فرمادیتا ہے،وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نور پالیتا ہے کہ ہرضلالت وگمرہی اورکفروشرک سے محفوظ رہتا ہے۔

{أ فمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام فھو علٰی نور من ربہ}

(سورہ زمر: آیت22)

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:16: دسمبر2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط ہفدہم

اعتقادی مسائل تصدیقی ہیں یا تحقیقی؟

عقائد میں یقین کا حصول ضروری ہے،خواہ یہ یقین استدلال سے حاصل ہو،یا کسی اور طریقہ سے حاصل ہو۔خاص کر استدلال کے ذریعہ یقین کا حصول ضروری نہیں۔یہ بات عقل کے بھی موافق نہیں۔جب اعتقادیات میں یقین ضروری ہے تو یہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہوجائے،اصل مقصود کا حصول ہوجائے گا۔حصول یقین کا کوئی خاص ذریعہ اور وسیلہ کیوں کر ضروری ہوگا؟

ایمان مقلد کا غیر صحیح ہونا معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ قول ضعیف ومرجوح ہے،کیوں کہ جب تقلید سے بھی حصول یقین ہوجائے تو اصل مقصود کا حصول ہوگیا۔اعتقاد کے لیے صرف یقین کی ضرورت ہے،نہ کہ حصول یقین کے کسی مخصوص ذریعہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

معتزلہ کا مذہب:عقلی استدلال کے ساتھ عقائد کا علم

معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ عقلی استدلال کے ذریعہ تمام ضروری عقائد کا ایسا علم حاصل ہو کہ مخالفین ومنکرین کے شبہات کا جواب دے سکے۔اگر کسی عقیدہ کا ایسا علم نہ ہوتو اسے مومن نہیں سمجھا جائے گا۔

قال القاری:{وعند المعتزلة ما لم یعرف کل مسألة بدلالة العقل علی وجه یمکنه دفع الشبهة،لا یکون مؤمنًا-قال القونوی:عند المعتزلة

انما یحکم بایمانه اذا عرف ما یجب اعتقاده بالدلیل العقلی علی وجه یمکنه مجادلة الخصوم–وحل جمیع ما یوردونه علیه من الشبهة–حتی اذا عجز عن شیئ من ذلک،لم یحکم باسلامه}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص403-دارالسلامہ بیروت)

کلمہ خوانوں کے تین طبقات

قال الهیتمی ناقلا عن السبکی: {وکثیر من الناس یغلطون ویعتقدون ان ایمان المقلد لایصح–وَقَدْ بَیَّنْتُ هذا فی فتوی–وقلت:ان الناس ثلاث طبقات(1)عُلْیَا–وهم اهل المعرفة والاستدلال التفصیلی وهم العلماء–واهل الاستدلال الاجمالی وهم کثیرون من العوام–فَلَا خِلَافَ فی صحة ایمانهم(2)وَوُسْطٰی–وهم اهل العقیدة الْمُصَمَّمُوْنَ عَلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ–وَلَمْ یَقُلْ بِتَکْفِیْرِهِمْ اِلَّا ابوهاشم (3)دُنْیَا–وَهُمُ الْمُقَلِّدُوْنَ مِنْ غَیْرِ تَصْمِیْمٍ–وَلَمْ یَقُلْ بِصِحَّةِ اِیْمَانهم الا شُذُوْذًا}

(الفتاوی الحدیثیہ:ص143-فتاوی السبکی جلددوم:ص605)

توضیح: دوسرے طبقہ سے متعلق فتاویٰ حدیثیہ میں ((المصممون علی غیر ذلک)) ہے، اورفتاوی السبکی میں ((المصممون من غیر ذلک)) ہے۔مفہوم یہ ہے کہ استدلال کے علاوہ کسی اورطریقہ سے وہ لوگ اسلامی عقیدہ پر پختہ ہوں تو وہ مومن ہیں۔خاص کر استدلال کی ضرورت نہیں، بلکہ اسلامی عقیدہ پر پختہ یقین اوراعتقاد ہونا ایمان کے لیے کافی ہے۔

تیسرے طبقہ کو یقین حاصل نہیں،اس لیے وہ مومن نہیں،اوران کا ایمان معتبر نہیں، کیوں کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اورتصدیق سے مراد یقین واعتقاد کا حاصل ہونا ہے۔ جب طبقہ سوم کو یقین ہی حاصل نہیں تو وہ مومن نہیں۔

مقلد کی دو قسموں کا بیان

باب ایمان میں مقلد کی دو قسمیں ہیں۔ایک کا ایمان مقبول ہے اور ایک کا ایمان مقبول نہیں۔جس کا ایمان صحیح نہیں ہے، وہ ایسا مقلد ہے جس نے محض کسی کی تقلید میں اسلام کو قبول کرلیا ہو،لیکن اس کو یقین واعتقاد حاصل نہیں۔چوں کہ ایمان کے لیے یقین واعتقاد لازم ہیں تو بلا یقین واعتقاد ایمان صحیح متصور نہیں ہوگا۔

قال القاری:{اما اذا اعتقد وجعل ذلک قلادۃً فی عنق الداعی له الیه،علٰی معنی انه ان کان حقا فحق–وان کان باطلا فباطل فوباله علیه–فھذا المقلد الذی لیس بمؤمن بلا خلاف–لانه شاک فی ایمانه}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص 407-دارالسلامہ بیروت)

توضیح: جس نے اس طرح ایمان قبول کیا ہو کہ اسلام کے مبلغ وداعی نے جو کچھ ہمیں بتایا،اگر وہ نفس الامر میں حق ہے تو میری نظر میں بھی وہ حق ہے۔اگر وہ غلط ہے تو میری نظر میں بھی وہ غلط ہے اور اس کا وبال اس مبلغ وداعی پر ہے تو یہ مقلد ہے۔اس کو اسلام کی حقانیت کا یقین نہیں۔محض مبلغ وداعی کی تقلید کے طور پر اسلام کو قبول کرلیا ہے۔یہ اسلام کی حقانیت میں شک کرنے والا ہے اور مقلد محض ہے۔اس کا ایمان قبول نہیں اور یہ مومن نہیں۔

قال الامام احمد رضا: {وبالجملة من صدق بان اللّٰہ تعالی واحد–لان اباہ مثلًا کان یصدق بذلک–لا تصدیقًا موقنًا به من قبل قلبه–فھذا لیس من الایمان فی شیء–وھذا ھو معنی نفاۃ ایمان التقلید–فلیکن التوفیق} (المعتمد المستند :ص200-المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح:کوئی اس لیے اللہ کو ایک مانتا ہے اور دین اسلام کو اپنا مذہب مانتا ہے کہ اس کے والد یا اس کا کوئی استاد وغیرہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا تھا،لیکن اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی

وحدانیت اور اسلام کی حقانیت کا یقین نہیں تو یہ ایمان تقلیدی ہے۔ایسا ایمان تقلیدی مقبول نہیں۔مقلد کو جب یقین کے ساتھ اعتقاد ہو،تب وہ مومن ہے۔

مقلد کی قسم اول کا ایمان صحیح

امام سبکی شافعی کی عبارت میں مقلد کے دوطبقات کا بیان ہے۔ایک طبقے کا ایمان صحیح ہے اور ایک کا ایمان صحیح نہیں۔جس کو اسلامی عقائد کا یقین واعتقاد حاصل ہے، وہ مومن ہے اور جس کو اسلامی عقائد کا یقین حاصل نہیں، بلکہ وہ شک میں مبتلا ہے، یا اسے اسلامی عقائد کے غلط ہونے کا وہم ہے اور محض کسی کی تقلید میں خود کو مسلمان کہتا ہے تو وہ مومن نہیں۔

مندرجہ ذیل عبارتوں میں اس مقلد کے ایمان کو صحیح قرار دیا گیا ہے جو اسلامی عقائد کے حق ہونے کا یقین واعتقاد رکھتا ہے، گرچہ اس کے پاس عقلی استدلال کی قوت نہیں۔

(1)قال السبکی و نقله الهیتمی: {ایمان المقلد صحیح عند جمهور العلماء خلافا لابی هاشم من المعتزلة}

(فتاوی السبکی جلد دوم:ص605-الفتاوی الحدیثیہ:ص144)

(2)قال التفتازانی: {ذهب کثیر من العلماء وجمیع الفقهاء الٰی صحة ایمان المقلد–وَتَرَتُّبِ الْاَحْکَامِ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ}

(شرح مقاصد ص264-مطبع:نول کشور لکھنو)

(3)قال العلامة البدایونی: {واعلم ان الاستدلال لَیْسَ شَرْطًا لِصِحَّةِ الْاِیْمَانِ عَلَی الْمُخْتَار–حَتّٰی صَحَّحُوْا اِیْمَانَ الْمُقَلِّدِ–وَقَالَ الْاُسْتَاذُ ابو القاسم القشیری:اِنَّ نَقْلَ الْمَنْعِ عَنِ الْاَشْعَرِیِّ اِفْتِرَاءٌ عَلَیْهِ}

(المعتقد المنتقد:ص200-المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح:امام ابوالحسن اشعری کی جانب ایک قول منسوب ہے کہ آپ نے عقلی استدلال

کولازم قرار دیا ہے تو یہ آپ پر افترا ہے۔ان شاءاللہ تعالیٰ انیسویں قسط میں تفصیل آئے گی۔

(4)قال الکمال ابن ابی الشریف:{(واعلم ان الاستدلال)الذی به یکتسب التصدیق القلبی(لیس شرطا لصحة الایمان علی المذهب المختار)الذی علیه الفقهاء و کثیر من العلما(حتی صححوا ایمان المقلد ومنعه کثیر)وهم المعتزلة،کذا فی العمدة والبدایة وغیرهما-ونقل المنع عن الشیخ ابی الحسن الاشعری فقال الاستاذ ابو القاسم القشیری انه افتراء علیه)}(المسامرۃ شرح المسایرۃ لابن الہمام جلد دوم:ص190-191-مطبعۃ السعادۃ:مصر)

توضیح:مذکورہ بالا اقتباسات میں بیان کیا گیا ہے کہ ایمان مقلد صحیح ہے،اور استدلال شرط نہیں ہے۔دراصل باب ایمانیات میں یقین واعتقاد کا مطالبہ ہوتا ہے۔استدلال کا مطالبہ نہیں ہوتا۔ہاں،استدلال حصول یقین کا ایک ذریعہ ہے،اس لیے وسیلہ اور ذریعہ کے طور پر ہی اس کا مطالبہ ہوسکتا ہے۔

چوں کہ استدلال سے مقصود حصول یقین ہوتا ہے تو جب بلا استدلال کسی طرح بھی یقین حاصل ہو جائے تو مقصود حاصل ہو گیا۔نہ یہاں استدلال اصل مقصود تھا،نہ ہی اس کے فقدان کے سبب کوئی اعتراض وارد ہوگا۔

جب کسی مقصود کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہو تو اس ذریعہ کو اختیار کرنا لازم ہوگا،اور جب حصول مقصود کے متعدد ذرائع ہوں تو کسی ایک ذریعہ کو لازم قرار دینا دراصل وسیلہ کو اصل مقصود قرار دینا ہے،اور وسیلہ کو اصل مقصود قرار دینا یقیناً غلط ہے۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:18:دسمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط ہیزدہم

اعتقادی مسائل تصدیقی ہیں یا تحقیقی؟

باب ایمانیات میں استدلال عقلی سے متعلق جو معتزلہ کا مذہب تھا، وہ سترہویں قسط میں بیان کر دیا گیا۔

جب مقلد کو اسلامی عقائد کا یقین واعتقاد حاصل ہو تو وہ مومن ہے۔ یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ باب ایمانیات میں استدلال سے متعلق اہل حق کے تین مذاہب بیان کیے جاتے ہیں:

مذہب اول:

استدلال ضروری نہیں۔ ائمہ متقدمین اور بہت سے متاخرین کا یہی مسلک ہے۔

مذہب دوم:

استدلال ضروری ہے، لیکن خاص دلیل عقلی سے استدلال ضروری نہیں، بلکہ کسی بھی دلیل سے استدلال کافی ہوگا اور ترک استدلال کے سبب گنہ گار ہوگا، لیکن مومن رہے گا۔

بعض کا قول ہے کہ استدلال اس کے لیے ضروری ہے، جو نظر واستدلال کی اہلیت رکھتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ استدلال کمال ایمان کے لیے ضروری ہے، نہ کہ ایمان کے لیے۔

مذہب سوم:

عقلی استدلال ضروری ہے، لیکن معتزلہ کے قول کی طرح عقلی استدلال نہیں کہ ہر

ایک مسئلہ کو دلیل عقلی سے اس طرح جانے کہ مخالفین کا جواب دے سکے، بلکہ یہاں محض اس قدر عقلی استدلال ضروری ہے کہ اسے یقین حاصل ہو جائے ۔ یہ مذہب امام اشعری کی طرف منسوب ہے اور نسبت غلط ہے۔

مذہب دوم کا بیان

مذکورہ بالا مذاہب ثلاثہ میں سے مذہب دوم درج ذیل عبارت سے ماخوذ ہے۔

امام احمد رضا قادری نے ایمان مقلد کی صحت کو بیان کرنے کے بعد رقم فرمایا:

{ثم اختلف القائلون بایمانه–فقیل بعصیانه بترک النظر–والیه یمیل کلمات کثیرین–وقیل:لا–الا اذا کان اهلا للنظر–وقیل:بل،لا یجب اصلا–وانما هو من شروط الکمال فقط}

(المعتمد المستند :ص199 -المجمع الاسلامی مبارکپور)

فریق اول کے دلائل

فریق اول کی دلیل یہ ہے کہ عہد رسالت سے تا امروز کسی ایمان قبول کرنے والے سے عقائد اسلامیہ پر استدلال طلب نہیں کیا جاتا، بلکہ صرف تصدیق طلب کی جاتی ہے کہ وہ اسلامی عقائد کو مانتا ہے یا نہیں؟ اس موضوع پر ملا علی قاری حنفی کی عبارت سولہویں قسط میں نقل کی گئی ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ امام احمد رضا قادری کی عبارت انیسویں قسط میں نقل کی جائے گی۔اہل علم المعتمد المستند (ص199-200) دیکھیں۔

فریق دوم کی وضاحتیں

اہل سنت و جماعت کا وہ طبقہ جو باب عقائد میں استدلال کا قائل ہے۔وہ استدلال عقلی کو لازم قرار نہیں دیتا، نہ ہی اہل مناظرہ کے استدلال کی مثل استدلال کو لازم قرار دیتا ہے، بلکہ وہ محض استدلال کا قائل ہے،خواہ کسی قسم کا استدلال ہو، جو حصول یقین کا سبب ہو۔

مومن استدلال عقلی سے بالکل خالی نہیں ہوتا

عام طور پر جاہل مسلمان بھی باب عقائد میں استدلال سے خالی نہیں ہوتا ،لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح اہل علم استدلال کرتے ہیں،کوئی جاہل اس طرح استدلال نہیں کرسکتا ،پس جاہل کے حق میں اسی قدر استدلال کافی ہے۔فریق دوم اس قدر استدلال کو قبول کرتا ہےاورایسے شخص کومومن مانتا ہے۔معتزلہ کے یہاں اس قدراستدلال کافی نہیں۔

قال القاری: {من نشأ فیما بین المسلمین من اهل القری والامصار من ذوی النُّهی والابصار–فلا یخلو ایمانهم عن الاستدلال والاستبصار–وان کان لایهتدی الی العبارة عن دلیل بطریق النظار–فانه محل الخلاف بیننا وبین المعتزلة} (منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص406-دارالسلامہ بیروت)

تقلید میں استدلال کی صورت

عام طور پرمومن باب عقائد میں استدلال سے خالی نہیں ہوتا ،نیز یہ بھی ایک قسم کا استدلال ہے کہ اس نے بے شمار اہل فضل وکمال اورنوع انسانی کی ایک بہت بڑی تعداد کو اسلام پرقائم دیکھا تواس نے اسلام اوراسلامی عقائد کی حقانیت کے لیے اس بات کو دلیل بنا لیا کہ جس مذہب کوایسے اہل فضل وکمال نے اورانسانوں کی بہت بڑی تعداد نے اپنایا ہوتو وہ ضرورحق ہےتو اس مقلد نے بھی ایک قسم کے استدلال کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کا یقین حاصل کیا۔یہاں تقلید محض نہیں۔

ایسا مقلد نہ ترک استدلال کا مرتکب ہے ،نہ ہی گنہ گار ہے۔درحقیقت اس نے اجماع مسلمین کواسلام کی حقانیت کی دلیل بنایا،پس استدلال پالیا گیا اوراس کوخالص تقلید قرارنہیں دیا جاسکتا۔

قال الکمال ابن ابی الشریف(822ھ–906ھ):

{وقد اشار المصنف الٰی تحریر محل النزاع بقوله(وقَلَّ ان یری مقلد فی الایمان باللّٰہ تعالی اذ کلام العوام فی الاسواق محشو بالاستدلال بالحوادث)ای بحدوثها(علیه)ای علٰی وجود ہ تعالی(وعلٰی صفاته)من العلم والارادة والقدرة وغیرها.

(والتقلید مثلًا هو ان یسمع الناس یقولون ان للخلق ربًّا خلقهم و خلق کل شئ و یستحق العبادة علیهم-وحده لا شریک له فیجزم بذلک بصحة ادراک هؤلاء تحسینًا لظنه بهم وتکبیرًا)بالموحدة ای تعظیمًا (لشأنهم عن الخطأ)لکثرتهم وتوافقهم علٰی ذلک مع رصانة عقولهم(فاذا حصل عن ذلک جزم لا یجوز معه کون الواقع النقیض)ای نقیض ما اخبروا به(فقد قام)المکلف الذی حصل له ذلک الجزم(بالواجب من الایمان)من بیانیة ای الذی هو الایمان.

(اذ لم یبق)بعد حصول الجزم المذکور(سوی الاستدلال،ومقصود الاستدلال هو حصول ذلک الجزم فاذا حصل)المکلف(ما هو المقصود منه)ای من الاستدلال فقد(تم قیامه بالواجب.ومقتضی هذا التعلیل ان لا یکون عاصیًا بعدم الاستد لال)ای بترکه(لان وجوبه)ای الاستدلال(انما کان لیحصل ذلک)الجزم(فاذا حصل سقط هو)ای وجوبالاستدلال الذی هو وسیلة-اذ لا معنی لاستحصال المقصود بالوسیلة بعد حصوله دونها}

(المسامرۃ شرح المسایرۃ لابن الہمام جلددوم:ص192-193 -مطبعۃ السعادۃ:مصر)

دلیل کی روشنی میں اعتقاد ضروری

فریق دوم کے یہاں دلیل کی روشنی میں اعتقاد ضروری ہے۔خواہ وہ عقلی دلیل ہو، یا

نقلی ۔باب عقائد کے چار دلائل ہیں ۔قرآن مجید کی قطعی الدلالت آیت مقدسہ،حدیث متواتر قطعی الدلالت،اجماع متواتر و عقل سلیم ۔جب ان میں سے کسی بھی دلیل کی روشنی میں کسی عقیدہ کو اختیار کیا تو دلیل کی روشنی میں عقیدہ کو اختیار کیا۔

قال زین الدین قاسم بن قطلوبغا(802ھ-879ھ)تلمیذ ابن الهمام:

{قال ابوالحسن الرستغفنی:شرط صحة الایمان ان یبنی اعتقاده علٰی ما یصلح ان یکون دلیلا فی الجملة حتی لوبنی اعتقاده علٰی قول الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم بعد ان عرف بحکم المعجزة انه رسول صح ایمانه-فاما بدونه فلا-وهذا لان التصدیق لا بد وان یکون من علم ومعرفة ولا علم مع هذا المقلد لان العلم الحادث اما ان یکون ضروریا او استدلالیا-والعلم باللّٰہ تعالی لیس بضروری-ولا استدلال مع هذا المقلد فلا یثبت له العلم-وبدون العلم لا یتحقق له التصدیق}

(حاشیۃ المسایرۃ مع المسامرۃ جلد دوم:ص191-مطبعۃ السعادۃ:مصر)

توضیح:علم یا تو بدیہی ہوگا،یا نظری واستدلالی ہوگا۔اللہ تعالیٰ کی معرفت بدیہی نہیں ہے تو استدلالی ہوگی اور جب مقلد کے پاس استدلال نہیں تو اسے رب تعالیٰ کی معرفت نہیں ہوگی،اور جب معرفت ہی نہیں ہوگی تو تصدیق کیسے پائی جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ مقلد کے پاس بھی استدلال ہوتا ہے۔کم ازکم یہ استدلال ضرور ہوتا ہے کہ جس مذہب کو سب حق مان رہے ہیں،وہ ضرور حق ہوگا۔

ایمان کے لیے اتنا استدلال کافی ہے،جس سے یقین حاصل ہو جائے۔جو فریق ایمان کے لیے محض حصول یقین کی شرط لگاتے ہیں،ان کے یہاں استدلال کا حکم نہیں ہوگا۔

بلا استدلال تصدیق ایمانی ہوتو ایمان صحیح،لیکن گنہ گار

استدلال سے معتزلہ کی مراد یہ ہے کہ عقلی استدلال کے ذریعہ ہرایک عقیدۂ واجبہ کا یقین حاصل ہو۔اگرعقلی استدلال نہیں ہے،لیکن اس کواسلامی عقائدکا یقین واعتقاد حاصل ہےتو وہ مومن نہیں۔

فریق دوم کا مذہب یہ ہے کہ اگرکسی کواسلامی عقائدکا یقین واعتقاد حاصل ہےتو وہ مومن ہے۔اب اگر اسے استدلال کی قوت تھی ،لیکن استدلال نہ کیا اوریقین استدلالی حاصل نہ کیا تو وہ گنہ گار ہے،لیکن یہاں عقلی استدلال مرادنہیں ، بلکہ ہراس دلیل صحیح سے استدلال مراد ہے جواس عقیدہ کے لیے عندالشرع دلیل بن سکے۔

قال علی القاری الحنفی(930ھ-1014ھ):{ومنها:ان ایمان المقلد الـذی لا دلیـل معـه صـحیـح- قـال ابـوحنیفة رحمه اللّٰه وسفیان الثوری ومـالک والاوزاعـی والشـافعـی واحـمـد وعـامة الفقهاء واهل الحدیث رحـمهـم الـلّٰـه تـعـالٰی:صح ایمانه ولکنه عاص بترک الاستدلال،بل نقل بعضهم الاجماع علی ذلک.

وعند الاشعری لا بد ان یعرف ذلک بدلالة العقل-وعند المعتزلة مـا لم یعرف کل مسألة بدلالة العقل علی وجه یمکنه دفع الشبهة،لا یکون مومنا}(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص403-دارالسلامہ بیروت)

توضیح:منقولہ بالاعبارت میں(**صح ایمانه ولکنه عاص بترک الاستدلال**) سے وہم ہوتا ہے کہ حضرات ائمہ اربعہ اوراسلاف متقدمین علیہم الرحمۃ والرضوان کے یہاں بھی استدلال ضروری ہے،حالاں کہ ایسانہیں۔جب معتزلہ نے ایمان کے لیے استدلال عقلی کی شرط لگائی،تب علمائے اہل سنت وجماعت نے اس موضوع پرغوروفکر کیا اور بہت

سے علما نے استدلال کی شرط لگائی۔معتزلہ کے وجود سے قبل ایمان کے لیے استدلال کا موضوع زیر بحث نہیں تھا،اس لیے عہد صحابہ وتابعین وعصر مجتہدین میں اجتہاد کی شرط نہیں۔

استدلال اجمالی کا حکم: گمرہی کا خوف ہوتو استدلال ممنوع

فریق دوم کے یہاں باب عقائد میں استدلال لازم ہےتو اس سے استدلال اجمالی مراد ہے۔استدلال تفصیلی فرض کفایہ ہے۔سب پر فرض نہیں، بلکہ نماز جنازہ کی طرح فرض کفایہ ہے کہ چند مسلمانوں کی ادائیگی کافی ہے۔سب کے ذمہ سے وہ فرض ساقط ہوجائے گا۔

قال الملا علی القاری:{وقیل:معرفة مسائل الاعتقاد کحدوث العالم ووجود الباری وما یجب له وما یمتنع علیه من ادلتها فرض عین علٰی کل مکلف فیجب النظر–ولا یجوز التقلید–وهذا هو الذی رجحه الامام الرازی والآمدی.

والمراد النظر بدلیل اجمالی–واما النظر بدلیل تفصیلی یتمکن معه من ازالة الشبه والزام المنکرین وارشاد المسترشدین ففرض کفایة.

واما من یخشی علیه من الخوض فیه الوقوع فی الشبهة فالاوجه ان المنع متوجه فی حقه–فقد قال البیهقی:انما نهی الشافعی رحمه اللّٰه وغیره عن علم الکلام لاشفاقهم علی الضعفة ان لا یبلغوا ما یریدون منه فیضلوا عنه} (منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص407-دارالسلامہ بیروت)

توضیح:منقولہ بالا اقتباس میں تین امور کا بیان ہے۔

(1) ہر مکلّف پر استدلال اجمالی فرض عین ہے۔

(2) استدلال تفصیلی فرض کفایہ ہے۔

(3) غوروفکر سے جس کے گمرہی میں مبتلا ہونے کا خوف ہو،اس کے لیے غوروفکر منع

ہے۔

فرقہ بجنوریہ اور مذبذبین جب اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر غور وخوض کرتے ہیں تو ان کا قدم صراط مستقیم سے پھسل جاتا ہے، اس لیے اس مسئلہ میں فرقہ بجنوریہ کے لیے غور وفکر اور تحقیق واستدلال ممنوع ہوگا۔

یہ بھی خیال رہے کہ باب عقائد میں استدلال کا حکم نہ ضروریات دین میں سے ہے، نہ ضروریات اہل سنت میں سے، ورنہ تمام اہل سنت وجماعت کے یہاں استدلال کے وجوب کا حکم متفق علیہ ہوتا۔ جن علما نے استدلال کے وجوب کا قول کیا، وہ متفق علیہ نہیں۔ اس کا وجوب فرض عملی کی فضیت کی طرح مختلف فیہ ہے۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:20: دسمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط نہدہم

اعتقادی مسائل تصدیقی ہیں یا تحقیقی؟

اٹھارہویں قسط میں باب عقائد میں استدلال سے متعلق تین مذاہب بیان کیے گئے تھے۔تیسرا مذہب حضرت امام ابوالحسن اشعری کی طرف منسوب تھا۔ان کی طرف منسوب مذہب اور فریق اول کے مذہب کی وضاحت اس قسط میں مرقوم ہے۔

امام اشعری کی طرف منسوب مذہب

قال علی القاری الحنفی(930ھ-1014ھ):{ومنها:ان ایمان المقلد الذی لا دلیل معہ صحیح- قال ابوحنیفۃ رحمہ اللّٰہ وسفیان الثوری ومالک والاوزاعی والشافعی واحمد وعامۃ الفقہاء واہل الحدیث رحمہم اللّٰہ تعالٰی:صح ایمانہ ولکنہ عاص بترک الاستدلال،بل نقل بعضہم الاجماع علی ذلک.

وعند الاشعری لا بد ان یعرف ذلک بدلالۃ العقل-وعند المعتزلۃ ما لم یعرف کل مسألۃ بدلالۃ العقل علی وجہ یمکنہ دفع الشبہۃ،لا یکون مومنا}(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص403-دارالسلامہ بیروت)

توضیح:مذکورہ بالا اقتباس میں بیان کیا گیا کہ امام اشعری کے یہاں عقلی دلائل کی روشنی میں اسلامی عقائد کا علم ویقین حاصل ہو۔امام اشعری اور معتزلہ دونوں کے یہاں عقلی

استدلال ضروری ہے،لیکن معتزلہ کے قول کی طرح عقلی استدلال نہیں کہ ہرایک مسئلہ کو دلیل عقلی سے اس طرح جانے کہ مخالفین کا جواب دے سکے ، بلکہ یہاں محض اس قدر عقلی استدلال ضروری ہے کہ اسے یقین حاصل ہو جائے۔

قال علی القاری الحنفی: {واما من لم تبلغه الدعوة وراٰه مسلم–ودعاه الی الدین واخبره ان رسولا لنا بلغ الدین عن الله تعالی ودعانا الیه –وقد ظهرت المعجزات علٰی یدیه–وصدق هذا الانسان فی جمیع ذلک–فاعتقد الدین من غیر تأمل وتفکر فیما هنالک–فهذا هو المقلد الذی فیه خلاف بیننا وبین الاشعری}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر ص404-دارالسلامہ بیروت)

توضیح: جس غیرمسلم کوکسی مومن نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک رسول تشریف لائے ،جن کے ہاتھوں پرمعجزات ظاہر ہوئے اورانہوں نے ہمیں خداتعالیٰ کا دین عطا فرمایا۔

یہ سب سن کراس غیرمسلم نے یقین کرلیا اورایمان قبول کرلیااورغوروفکرنہ کیا،یعنی عقلی استدلال نہ کیا تو یہ مومن ہے،لیکن امام اشعری کااس پراعتراض ہوگا۔

قال علی القاری:{وقال الاشعری:شرط صحة الایمان ان یعرف کل مسئلة من مسائل الاصول بدلیل عقلی–غیر ان الشرط ان یعرف ذلک بقلبه–ولا یشترط ان یعبر عن ذلک بلسانه–وهذا وان لم یکن مؤمنا عنده علی الاطلاق–ولکنه لیس بکافر لوجود ما یضاد الکفر–وهو التصدیق–فهو عاص بترک النظر والاستدلال–وهو فی مشیئة اللّٰه تعالی کسائرالعصاة ان شاء الله عفا عنه وادخله الجنة–وان عذبه بقدر ذنبه وصار عاقبة امره الی الجنة–انتهی.

و لا یخفی ان ھذا مناف لما صدرہ من کلامہ حیث جعلہ شرط صحۃ الایمان–فان ارید بہ شرط صحۃ کمال الایمان–فھو موافق مع الجمھور فی ھذہ المسئلۃ}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر ص404-دار السلامہ بیروت)

توضیح: امام اشعری کے منقولہ بالا قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے کمال ایمان کے لیے استدلال عقلی کی شرط لگائی ہے۔ایمان کے لیے استدلال کی شرط نہیں لگائی ہے۔ اگرایسا ہے،تب ان کا قول جمہور علما کے قول کے موافق ہے۔

امام اشعری پر افترا

مندرجہ ذیل عبارتوں میں صراحت ہے کہ ایمان مقلد کے غیر صحیح ہونے کا قول امام اشعری کی طرف جو منسوب ہے، وہ غلط ہے اوران پر افترا ہے۔علامہ علی قاری کے اقتباس سوم سے بھی یہی ظاہر ہے۔اقتباس سوم سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمال ایمان کے لیے استدلال شرط ہے، جب کہ ماقبل کے دو اقتباسات سے یہ ظاہر ہے کہ امام ابوالحسن اشعری کے یہاں ایمان کے لیے عقلی استدلال شرط ہے۔

قال العلامۃ البدایونی: {واعلم ان الاستدلال لَیْسَ شَرْطًا لِصِحَّۃِ الْاِیْمَانِ عَلَی الْمُخْتَار–حَتّٰی صَحَّحُوْا اِیْمَانَ الْمُقَلِّدِ–وَقَالَ الْاُسْتَاذُ ابو القاسم القشیری:اِنَّ نَقْلَ الْمَنْعِ عَنِ الْاَشْعَرِیِّ اِفْتِرَاءٌ عَلَیْہِ}

(المعتقد المنتقد:ص200-المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح: امام ابوالحسن اشعری کی جانب ایک قول منسوب ہے کہ آپ نے عقلی استدلال کولازم قرار دیا ہے تو یہ آپ پر افترا ہے۔درج ذیل عبارت میں بھی اسی کی صراحت ہے۔

قال الکمال ابن ابی الشریف:{(واعلم ان الاستدلال)الذی بہ

یکتسب التصدیق القلبی(لیس شرطا لصحۃ الایمان علی المذھب المختار)الذی علیہ الفقھاء و کثیر من العلما(حتی صححوا ایمان المقلد ومنعہ کثیر)وھم المعتزلۃ،کذا فی العمدۃ و البدایۃ وغیرھما.

ونقل المنع عن الشیخ ابی الحسن الاشعری فقال الاستاذ ابو القاسم القشیری:انہ افتراء علیہ)}

(المسامرۃ شرح المسایرۃ لابن الہمام جلد دوم:ص190-191-مطبعۃ السعادۃ:مصر)

فریق اول کے دلائل

فریق اول کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کے لیے استدلال شرط نہیں۔حضرات صحابہ وتابعین وائمہ متقدمین اور بہت سے متاخرین کا یہی مسلک ہے۔

قال المحدث علی القاری الحنفی:

{وتحقیقہ ان الرسول صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم عد من آمن بہ وصدقہ فیما جاء بہ من عند اللّٰہ تعالٰی مومنًا-ولم یشتغل بتعلیمہ الدلائل العقلیۃ فی المسائل الاعتقادیۃ-وکذا الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم حیث قبلوا ایمان الزط والانباط مع قلۃ اذھانھم وبلادۃ افھامھم.

ولولم یکن ذلک ایمانًا لفقد شرطہ وھو الاستدلال العقلی لاشتغلوا باحد الامرین :اما بالاعراض عن قبول اسلامھم او بنصب متکلم حاذق بصیر بالادلۃ عالم بکیفیۃ المحاجۃ لتعلیمھم صناعۃ الکلام والمناظرۃ،ثم بعد ذلک یحکمون بایمانھم.

وعند امتناع الصحابۃ رضی اللّٰہ عنھم وامتناع کل من قام مقامھم الٰی یومنا ھذا من ذلک،ظھر ان ما ذھبوا الیہ باطل،لانہ خلاف صنع النبی

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم واصحابہ العظام رضی اللّٰہ عنہم وغیرھم من الائمۃ الکرام}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص406-دارالسلامہ بیروت)

توضیح: علامہ علی قاری حنفی کے قول (**ان ما ذھبوا الیہ باطل**) سے مراد یہ ہے کہ جس جانب معتزلہ گئے، وہ باطل ہے۔جب حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اورآج تک علمائے اسلام استدلال عقلی کے بغیرایمان کو قبول کرتے ہیں اور جوعقلی استدلال سے واقف نہ ہو،اس کوبھی مومن قرار دیتے ہیں تو پھر ایمان کے لیےعقلی استدلال کی شرط کہاں سے آ گئی؟

مجدداسلام امام احمدرضا قادری قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:

{اختلفوا فی ایمان من صدق بضروریات الدین علی جھۃ محض التقلید لغیرہ کأبائہ او اساتذتہ مثلا-فقیل لا یصح-نقلہ بعضھم عن الامام ابی الحسن الاشعری-والقاضی ابی بکر الباقلانی،والاستاذ ابی اسحاق الاسفرائینی وامام الحرمین وعزاہ الی الجمھور-بل بالغ بعضھم فحکی علیہ الاجماع وعزاہ ابن القصار للامام مالک.

وقال الامام القرطبی المالکی فی شرح صحیح مسلم:الذی علیہ ائمۃ الفتوی-و بھم یقتدی کمالک والشافعی وابی حنیفۃ واحمد بن حنبل وغیرھم من ائمۃ السلف رضی اللّٰہ تعالی عنھم-ان اول الواجبات علی کل مکلف الایمان التصدیقی الجزمی- الذی لا ریب معہ باللہ تعالی ورسلہ وکتبہ-وما جائت بہ الرسل علیھم الصلوۃ والسلام -علی ما تقرر فی حدیث جبریل علیہ الصلوۃ والسلام-کیفما حصل ذلک الایمان-

وبای طریق الیه توصل -واما النطق باللسان فمظهر لما استقر فی القلب -وسبب ظاهر تترتب علیه احکام الاسلام:اه

وقال ایضًا فیه بعد سرد الایمانیات:مذهب السلف وائمة الفتوی من الخلف ان من صدق بهذه الامور تصدیقا جزما لاریب فیه ولا تردد ولا توقف کان مؤمنا حقیقة-وسواء کان ذلک عن براهین قاطعة او عن اعتقادات جازمة-علی هذا انقرضت الاعصار الکریمة-وبه صرحت فتاوی ائمة الهدی المستقیمة حتی حدثت مذاهب المعتزلة المبتدعة

فقالوا:انه لا یصح الایمان الشرعی الا بعد الاحاطة بالبراهین العقلیة والسمعیة-وحصول العلم بنتائجها ومطالبها ومن لم یحصل ایمانه کذلک فلیس بمؤمن وتبعهم علٰی ذلک جماعة من متکلمی اصحابنا کالقاضی ابی بکر وابی اسحاق الاسفرائینی وابی المعالی فی اول قولیه.

والاول هو الصحیح اذ المطلوب من المکلفین ما یقال علیه ایمان -والایمان هو التصدیق لغة وشرعا-فمن صدق بذلک کله ولم یجوز نقیض شیء من ذلک-فقد عمل بمقتضی ما امره اللّٰه تعالی به علٰی نحو ما امره اللّٰه تعالی-ولان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم.

واصحابه بعده حکموا بصحة ایمان کل من آمن وصدق بما ذکرناه-ولم یفرقوا بین من آمن عن برهان-او عن غیره-ولانهم لم یامروا اجلاف العرب بتزید النظر-ولا سألوهم عن ادلة تصدیقهم ولا اَرْجَوا ایمانهم حتی ینظروا وتحاشوا عن اطلاق الکفر علی احد منهم-بل سموهم المؤمنین والمسلمین.

ولان البراهين التى حررها المتكلمون ورتبها الجدليون انما احدثها المتأخرون-ولم يخض فى شىء من تلك الاساليب السلف الماضون- فمن المحال والهذيان ان يشترط فى صحة الايمان ما لم يكن معروفا ولا معمولا به لاهل ذلك الزمان}

(المعتمد المستند :ص198-199 -المجمع الاسلامی مبارکپور)

توضیح:منقولہ بالا عبارت میں تفصیل سے بیان کیا گیا کہ اسلاف کرام نے کبھی استدلال کا مطالبہ نہیں کیا۔جس نے ایمانیات کی تصدیق یقینی کرلی،اس کو مومن تسلیم کیا گیا۔

معتزلہ نے ایمان کے لیے استدلال کی بحث کا آغاز کیا۔اس کے بعد چند علمائے اہل سنت بھی اسی کے قائل ہوگئے،حالاں کہ عہد رسالت سے یہی طریق کار رائج ہے کہ تصدیق یقینی والے کومومن سمجھا جاتا ہے۔

معتزلہ کا وجود عہد رسالت،عہد صحابہ وعہد تابعین کے بعد ہوا۔یہ لوگ ہارون رشید کے زمانے میں قلیل التعداد تھےاور مامون رشید کے زمانے میں معتزلہ کوعروج حاصل ہوا۔

اسی عہد سے متکلمین اسلام نے بھی اعتقادی امور پر عقلی دلائل رقم فرمانے لگے،اسی لیےمتاخرین کےعلم کلام میں علوم عقلیہ کی اصطلاحات اورطرز استدلال داخل ہوگئے۔

متقدمین کےعلم عقائد میں عقلیات شامل نہیں۔شرح عقائدنسفی کے ابتدائی حصہ میں اس کی تفصیل مرقوم ہے۔

قال الامام احمد رضا القادری: {وانا اقول وبحول اللّٰہ احول:ان الایمان انما هو لمعان نُوْرٍ-وکشف ستره وشرح صَدْرٍ يقذفه اللّٰہ فى قلب من يشاء من عباده-سواء كان ذلك بنظر او مجرد سماع-ولا يسوغ لعاقل ان يقول:لا يحصل الايمان اِلَّا بِالنَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ-كَلَّا وَاللّٰہ

بَلْ رُبَّمَا یَكُوْنُ اِیْمَان بعض من لا یعرف الاستدلالَ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ مِنْ ایمان بعض من بلغ الغایة فی المراء والجدال-فَمَنْ یُشْرَحُ صَدْرُهٗ لِلْاِسلام وَیَجِدُ قَلْبَهٗ مُطْمَئِنًّا بِالْاِیْمَانِ فَهُوَ مُوْمِنٌ قَطْعًا -وَاِنْ لَمْ یَعْرِفْ-مِنْ اَیْنَ اَتَتْهُ هٰذِهِ النِّعْمَةُ الْكُبْرٰی-وهذا مَعْنٰی قَوْلِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَغَیْرِهِمْ مِنَ الْمُحَقِّقِیْنَ رضی اللّٰهُ تَعَالٰی عنهم اجمعین-اَنَّ اِیْمَانَ الْمُقَلِّدِ صَحِیْحٌ-ارادوا به من لا یعرف الاستدلال واسالیب الجدل وتصاریف الكلام}

(المعتمد المستند :ص199-200-المجمع الاسلامی مبارکپور)

قال الامام احمد رضا القادری:

ان عدم صحة ایمان المقلد هومذهب ضعیف-ثم قال:

{المعتبر فی الایمان شَرْعًا،الْجَزْمُ الْقَاطِعُ-سَوَاءٌ حَصَلَ عَنْ اِسْتِدْلَالٍ اَوْ تَقْلِیْدٍ}(المعتمد المستند :ص197-المجمع الاسلامی مبارکپور)

توضیح: سترہویں قسط میں باب ایمانیات کے مقلد کی دوقسمیں بیان کی گئی ہیں۔ایک کا ایمان صحیح ہے،یعنی جس کوعقائد اسلامیہ کا یقین واعتقاد حاصل ہے،اس کا ایمان صحیح ہے۔

اگراس کواستدلال کی قوت تھی اوراستدلال نہ کیا،تب ترک استدلال کے سبب بعض علما کے یہاں گنہ گار ہے اوربعض علما کے یہاں استدلال کمال ایمان کے لیے ضروری ہے تو ان کے یہاں گنہ گاربھی نہیں ہوگا۔

الحاصل ایمان مقلد اہل سنت وجماعت کے یہاں صحیح ہے۔استدلال عقلی کی شرط جمہورعلما کے یہاں نہیں ۔استدلال کا حکم کمال ایمان کے لیے ہے۔ جو ایمان کے لیے استدلال کولازم کہتے ہیں تووہ اہل نظر کے لیے لازم کہتے ہیں۔غیراہل کے لیے یہ حکم نہیں اورعدم استدلال کے سبب گنہ گار ہوگا،نہ کہ ایمان سے خارج۔

فریق دوم نے استدلال کو لازم کہا تو اب یہاں متعدد سوالات ہوں گے۔

(1) کن امور میں استدلال کا حکم ہے؟

(2) استدلال سے مراد اس عقیدہ کی دلیل کا علم حاصل کرنا ہے۔ایسا نہیں کہ مستدل کے نزدیک اس کی اپنی دلیل سے جو عقیدہ ثابت ہو، وہ اس عقیدہ کو مانے۔

اگر ایسا ہو جائے، تب تو باب عقائد میں بھی متعدد اور متضاد عقائد پائے جائیں گے۔ کوئی ایک معبود کا قائل ہوگا اور کسی کے استدلال سے متعدد معبود ثابت ہو سکتے ہیں، کیوں کہ ہر استدلال صحیح نہیں ہوتا۔

(3) مسئلہ تکفیر کلامی استدلالی امور میں شامل ہے یا نہیں؟ مسئلہ تکفیر کلامی میں عام مومنین اور غیر متکلم فقہا کو کلام کی اجازت نہیں۔ دیگر متکلمین کو کلام کی اجازت تو ہے، لیکن جس طرح اسلامی عقائد میں استدلال سے دلیل کا علم حاصل کرنا ہے، اسی طرح جو کافر کلامی ہے، اس کے کفر کے دلائل معلوم کرنے کا حکم ہوگا، نہ کہ اختلاف کا حکم ہوگا۔

اب خلیل بجنوری اور مذبذبین کا یہ نظریہ باطل ہو گیا کہ ہر ایک کو اپنی تحقیق پر عمل کا حکم ہوگا، یعنی جس کی تحقیق میں کفر ثابت ہو، وہ کافر مانے اور جس کی تحقیق میں کفر ثابت نہ ہو، وہ کافر نہ مانے۔اہل باطل کا یہ نظریہ باطل ہو گیا: فالحمد للہ علیٰ ذلک

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:22:دسمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟

قسط بستم

اعتقادی مسائل تصدیقی ہیں یا تحقیقی؟

کن امور میں استدلال کا حکم ہے؟

باب عقائد میں فریق دوم کے یہاں استدلال لازم ہے تو کن امور میں استدلال لازم ہے۔متعدد عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ باب الٰہیات میں استدلال کا حکم ہے۔تمام اعتقادی ابواب میں استدلال کا حکم نہیں۔

مومن ہونے کے لیے تمام ضروریات دین کی تصدیق لازم ہے۔جن ضروریات دین کا تفصیلی علم ہے۔ان کی تفصیلی تصدیق کا حکم ہے۔جن ضروریات کا تفصیلی علم نہیں،ان کی اجمالی تصدیق کا حکم ہے۔جب ہر ایک مومن کو تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم نہیں ہوتا ہے تو ہر ایک ضروری دینی کے استدلال کی شرط ہرگز نہیں ہوسکتی۔

ذات الٰہی وصفات الٰہی سے متعلق استدلال کا حکم

فریق دوم کے یہاں باب عقائد میں استدلال لازم ہے تو اس سے استدلال اجمالی مراد ہے۔استدلال تفصیلی فرض کفایہ ہے۔سب پر فرض نہیں،بلکہ نماز جنازہ کی طرح فرض کفایہ ہے کہ چند مسلمانوں نے ادا کر لی تو سب کے سر سے فرض ساقط ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق استدلال کا حکم ہے۔تمام عقائد کے بارے میں استدلال کا حکم نہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ذات وصفات سے متعلق بندوں کو

تفکر وتدبر کا حکم فرمایا ہے۔اس سے بھی واضح ہے کہ وجود الٰہی اور صفات الٰہی کے لیے غور وفکر اور نظر واستدلال کا حکم ہے، نہ کہ تمام اعتقادیات کے لیے۔

قال الملا علی القاری:{وقیل:معرفة مسائل الاعتقاد کحدوث العالم ووجود الباری وما یجب له وما یمتنع علیه من ادلتها فرض عین علٰی کل مکلف فیجب النظر-و لا یجوز التقلید-وهذا هو الذی رجحه الامام الرازی والآمدی.

والمراد النظر بدلیل اجمالی-واما النظر بدلیل تفصیلی یتمکن معه من ازالة الشبه والزام المنکرین وارشاد المسترشدین ففرض کفایة.

واما من یخشی علیه من الخوض فیه الوقوع فی الشبهة فالاوجه ان المنع متوجه فی حقه-فقد قال البیهقی:انما نهی الشافعی رحمه اللّٰه وغیره عن علم الکلام لاشفاقهم علی الضعفة ان لا یبلغوا ما یریدون منه فیضلوا عنه}(منح الاروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص407-دارالسلامہ بیروت)

توضیح:منقولہ بالا اقتباس میں چار امور کا بیان ہے:(1)ہر مکلّف پر اجمالی استدلال فرض ہے(2) استدلال تفصیلی فرض کفایہ ہے(3)غور وفکر سے جس کے گمراہ ہونے کا خوف ہو،اس کے لیے غور وفکر منع ہے(4)اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق استدلال کا حکم ہے، نہ کہ تمام اعتقادیات میں استدلال کا حکم ہے۔

قال العلامة البدایونی: {قالوا:اول واجب بایجاب اللّٰه علینا عرفان اللّٰه-ای معرفة وجوده والوهیته وما له من الکمال-لا کنه ذاته وصفاته-لامتناعه عقلا وشرعا.

قیل:المعرفة علی اربعة اقسام-الحقیقیة وهی معرفة اللّٰه تعالی

لنفسه–والعيانية وهى مختصة بالاخرة عند مانعى الروية فى الدنيا لغير نبينا صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآله و سلم–وتحصل لاهل الجنة فى الجنة.

والكشفية:وهى منحة الهية ولا نكلف بمثلها اجماعا.

والبرهانية:وهى ان يعلم بالدليل القطعى وجوده تعالى وما يجب له وما يستحيل عليه–وهى المرادة فى هذا العلم –والقرآن مملو بالحث عليها والنظر فيها–والاستدلال عليها–

قال اللّٰه تعالى:

سنريهم آياتنا فى الآفاق وفى انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق.

والتبين المعرفة–وارائة الأيات هو النظر والاستدلال.

وقال اللّٰه تعالى:وفى انفسكم ا فلا تبصرون.

وفى قوله:ا فلا تبصرون–توبيخ على عدم النظر والاستدلال–وحث عليه.

وكون المعرفة واجبة مما لا خلاف فيه بين المسلمين–وكذا النظر الموصل اليه}(المعتقد المنتقد :ص16 -المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح: مذکورہ بالا اقتباس میں بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور دیگر صفات کا علم استدلالی حاصل کرنے کا حکم ہے۔تمام اعتقادیات کے علم استدلالی کا حکم نہیں ہے، پس جن علمائے اہل سنت استدلال کی شرط لگائی ہے،انہوں نے رب تعالیٰ کی معرفت سے متعلق استدلال کی شرط لگائی ہے،اور خواص وعوام ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی استدلالی معرفت حاصل بھی ہوتی ہے۔مندرجہ ذیل عبارتوں میں اسی کا بیان ہے۔

کوئی استدلال سے خالی نہیں ہوتا

قال القاری:{علٰی ان من اصحابنا من قال:ان المقلد لا یخلو عن نوع علم فانه ما لم یقع عنده ان المخبر صادق لا یصدقه فیما اخبربه-و خبر الواحد وان کان محتملا للصدق والکذب فی ذاته-لکن متی ما وقع عنده انه صادق ولم یخطر بباله احتمال الکذب-وکان فی الحقیقة صادقًا نُزِّلَ منزلة العالم-لانه بنی اعتقاده علٰی ما یصلح دلیلا فی الجملة}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص406-دارالسلامہ بیروت)

توضیح:کسی کوایک ہی آدمی نے اسلام کی خبردی اوراسے اسلام کی حقانیت کا یقین کامل ہوگیا اوراس نے اسلام قبول کرلیا تو مومن کامل ہے۔یہ اپنے طور پر استدلال کے ساتھ ایمان قبول کیا،کیوں کہ اس نے اس مبلغ وداعی کی بات کوسوچ سمجھ کرہی سچ مانا اوراس کی بات پریقین کرکے اسلام قبول کیا تو یہاں بھی ایک نوع کا استدلال پالیا گیا،پس یہ مقلد محض نہیں ہے،نیز عام مومنین بھی ذات الٰہی وصفات الٰہی پراپنے طور پر استدلال کرتے ہیں۔گرچہ ان کا استدلال اہل علم کے استدلال کی طرح نہیں ہوتا۔

قال الکمال ابن ابی الشریف(822ھ-906ھ):

{وقد اشار المصنف الٰی تحریر محل النزاع بقوله (وقَلَّ ان یری مقلد فی الایمان باللّٰه تعالی اذ کلام العوام فی الاسواق محشو بالاستدلال بالحوادث)ای بحدوثها(علیه) ای علٰی وجود ہ تعالی(وعلٰی صفاته) من العلم والارادة والقدرة وغیرها}

(المسامرۃ شرح المسایرۃ لابن الہمام جلددوم:ص192-193-مطبعۃ السعادۃ:مصر)

توضیح:عام طور پر جاہل مسلمان بھی باب عقائد میں استدلال سے خالی نہیں ہوتا،لیکن

یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح اہل علم استدلال کرتے ہیں ،کوئی جاہل اس طرح استدلال نہیں کرسکتا ، نیز جو جس قدر قوت رکھتا ہے،اس کو اسی قدر احکام کا مکلف بنایا جاتا ہے۔کسی غریب ونادار کو حج کا حکم نہیں دیا گیا۔جو بیمار روزہ کی قوت نہ رکھتا ہو،اس کو اس وقت روزہ کا حکم نہیں۔سفر میں چار رکعتی نماز کو دو رکعت کر دیا گیا۔غیر اہل کو زکات کا حکم نہیں دیا گیا۔

حکم الٰہی ہے:{لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا}(سورہ بقرہ: آیت 286)

قال القاری: {من نشأ فیما بین المسلمین من اہل القری والامصار من ذوی النُّہی والابصار–فلا یخلو ایمانہم عن الاستدلال والاستبصار–وان کان لا یہتدی الی العبارۃ عن دلیل بطریق النظار–فانہ محل الخلاف بیننا وبین المعتزلۃ}

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص 406-دار السلامہ بیروت)

توضیح:مسلمان گھرانے میں پرورش پانے والا ہر شہری ودیہاتی کو اللہ تعالیٰ کی استدلالی معرفت ہوتی ہے،گرچہ وہ مناظرین کی طرح اپنی بات کو پیش نہ کر سکے۔

کیا تکفیر شخصی میں ہر ایک کو استدلال ضروری؟

(1) استدلال کا حکم متفق علیہ نہیں ، بلکہ جمہور علما کے یہاں ایمان کے لیے محض یقین واعتقاد کافی ہے۔ہاں،علما کا ایک طبقہ استدلال کا بھی قائل ہے۔

(2) کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے،اور مذکورہ بالا توضیحات سے واضح ہو گیا کہ تمام ضروریات دین میں استدلال ضروری نہیں ، بلکہ استدلال کا حکم معرفت خداوندی کے ساتھ خاص ہے۔

(3) استدلال کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اعتقادی امور کے دلائل کی معرفت حاصل کرے۔ایسا نہیں کہ جس کی دلیل سے جو عقیدہ ثابت ہو،وہ اس عقیدہ کو اپنا لے۔

اس تناظر میں اگر بقول بجنوری مسئلہ تکفیر استدلالی بھی ہوتو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ مفتی کے علاوہ دیگر مومنین بھی اس کے کافر ہونے کے دلائل کا علم حاصل کریں۔

جب کہ بجنوری نظریہ کا مفہوم یہ ہے کہ جس کی تحقیق میں جو ثابت ہو، وہ اسی کو مانے، حالاں کہ یہ حکم اجتہادی احکام کا ہے، نہ کہ اعتقادی مسائل کا۔اجتہادیات میں ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کا حکم ہوتا ہے، کیوں کہ وہ مسئلہ ان کے اصول اجتہاد اور قواعد استنباط کے مطابق ہوتا ہے۔اگر عنداللہ خطا بھی ہو تو مجتہد کو خطا کا علم نہیں اور اس نے حق کو پانے میں اپنی قوت ومحنت صرف کی۔اصابت حق نہ ہوسکی تو وہ معذور ہے، بلکہ ماجور اور مستحق ثواب ہے۔

خلیل بجنوری کی فریب کاری

خلیل بجنوری نے لکھا: ''مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے۔پہلے سے مسلمانوں کا اسی پر عمل رہا ہے۔اگر کسی عالم یا چند علما نے کسی شخص پر حکم کفر لگا دیا تو تمام مسلمانوں پر لازم نہیں ہے کہ محض ان لوگوں کے کہنے پر بغیر تحقیق کے ایمان لے آئیں،اور اس کو کافر کہتے پھریں، بلکہ ایسا کرنا خلاف شریعت مطہرہ ہے،اس لیے کہ جس نے فتویٰ کفر دیا ہے، وہ بھی بشر غیر معصوم ہے''۔(انکشاف حق: مقالہ اول:ص 77-جمال پریس دہلی)

خلیل بجنوری نے لکھا: ''جب آپ امام اعظم اور امام احمد بن حنبل کا یزید کے بارے میں اختلاف مان رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہ رہا۔جس کو تحقیق ہوگئی ،اس نے تکفیر کردی ۔جس کو نہ ہوئی ، اس نے نہ کی ، پھر کیوں شور وشر مچاتے پھرتے ہو۔ ہر اہل تحقیق اپنی تحقیق کے مطابق حکم دے گا ۔کسی کو کسی پر اعتراض کا حق نہیں''۔(انکشاف حق: مقدمہ ص 44-جمال پریس دہلی)

خلیل بجنوری نے اپنی کتاب میں اور کئی سالوں سے فرقہ بجنوریہ اور ہندوپاک کے مذبذبین یہ شور مچا رہے ہیں کہ فلاں نے تکفیر کی ، پھر اس میں اختلاف ہوا، وہاں کسی نے

اختلاف کرنے والوں کو کافر نہیں کہا تو اشخاص اربعہ کی تکفیر سے اختلاف کرنے والوں کو کافر کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔بیس قسطوں میں اس سوال کا جواب رقم کر دیا گیا ہے۔مزید کوئی اعتراض ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جائے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اب کفر اختلافی کی مختلف اقسام کا بیان قسط وار ہوگا اور فرقہ بجنوریہ کی گمراہ گری اور اس کے فتنے کو دفع کیا جائے گا۔مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کی بحث مکمل ہوئی۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:23:دسمبر 2020

☆☆☆☆☆

مفسر میں کوئی اختلاف نہیں

مسئلہ تکفیر کی بیس قسطوں سے قبل ہی مندرجہ ذیل چار قسطیں رقم کی گئی تھیں۔ چوں کہ ان اقساط اربعہ کا تعلق بھی انہی مباحث سے ہے، اس لیے اسی کے ساتھ ضم کردی گئیں۔

(۱)

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

مفسر کے مفسر ہونے میں اختلاف نہیں

قسط اول

عناصر اربعہ کا کفر اور مفسر ونص کا تعین

سوال: بتایا جاتا ہے کہ اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتیں کفری معنی میں متعین اور مفسر ہیں اور ناقابل تاویل ہیں۔ کیا کسی عبارت کو کسی مفہوم میں مفسر قرار دینے میں خطا نہیں ہو سکتی؟ ممکن ہے کہ وہ عبارتیں کفری معنی میں متعین ومفسر نہ ہوں، اور وہاں تاویل صحیح کی کوئی گنجائش موجود ہو، جو آج تک کسی کے ذہن میں نہ آسکی ہو؟

جواب: مفسر کے تعین میں خطا کا امکان یقیناً موجود ہے، لیکن اس کا تعین محال نہیں۔ دودھ ایک لیٹر ہے یا نہیں؟ اس کے تعین میں خطا کا امکان موجود ہے، لیکن تعین مشکل نہیں۔ جو پیمانہ دودھ کی پیمائش کے لیے ہے، اس سے ناپ لینے پر یہ بات بدیہی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ دودھ ایک لیٹر ہے۔ اسی طرح مفسر کے تعین کا پیمانہ یہ ہے کہ وہاں تاویل بالدلیل اور تاویل بلادلیل کی گنجائش نہ ہو۔

اب رہی تاویل متعذر کہ اس کا عبارت سے کسی طرح کوئی تعلق نہ ہو،اور جب بھی اس تاویل متعذر کو قبول کیا جائے تو کلام کا اصل مفہوم باطل ہو جائے تو ایسی تاویل درحقیقت تحریف وتبدیل ہے۔اس کا نام تاویل باطل اور تاویل متعذر ہے۔یہ فقہا و متکلمین کسی کے یہاں مقبول نہیں۔

قرآن مجید کی مفسر آیات مقدسہ اور مفسر احادیث متواترہ کے مفسر ہونے میں کسی اہل حق (اہل سنت وجماعت) کا اختلاف نہیں ہوتا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ مفسر کا تعین بدیہی ہے،نظری نہیں۔مفسر آیت قرآنیہ یا مفسر حدیث متواتر سے جو ثابت ہوتا ہے،وہ ضروری دینی ہوتا ہے۔ضروری دینی میں کسی اہل حق کا اختلاف نہیں ہوتا۔

ضروری دینی کا ثبوت مفسر آیت قرآنیہ اور مفسر حدیث متواتر،اسی طرح اجماع متصل اور عقل صحیح سے ہوتا ہے۔اگر کوئی کسی مفسر آیت اور مفسر حدیث متواتر کو مفسر نہیں مانتا ہے تو وہ اس سے ثابت ہونے والے معنی ومفہوم کو ضروری دینی نہیں مانے گا،اور ضروری دینی کو ضروری دینی نہیں ماننے والے کی دو صورت ہے۔

(الف)اگر وہ اس ضروری دینی کا انکار کرتا ہے،یا تاویل کے ذریعہ دوسرا معنی بتاتا ہے تو وہ کافر ہے۔

(ب)اگر اس مفسر کے مفہوم کو مانتا ہے،لیکن اس کو ضروری دینی نہیں مانتا ہے تو وہ گمراہ ہے۔

مندرجہ بالا تشریح سے واضح ہو گیا کہ کسی اہل حق کا اختلاف کسی مفسر کے مفسر ہونے میں نہیں ہوتا ہے۔

مفسر کے بعد حنفی اصول فقہ میں نص کا درجہ ہے۔اس میں بھی اہل حق کا اختلاف نہیں ہوتا۔مفسر کو متکلمین قطعی بالمعنی الاخص کہتے ہیں اور نص کو قطعی بالمعنی الاعم۔مفسر سے جو ثابت

ہو، وہ ضروری دینی ہے،اورنص سے جو ثابت ہو، وہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔

ضروریات دین وضروریات اہل سنت میں اہل حق (اہل سنت وجماعت) کا اختلاف نہیں ہوتا۔

جب قطعی بالمعنی الاعم کے قطعی بالمعنی الاعم ہونے (یعنی نص کے نص ہونے) میں بھی اہل حق کا اختلاف نہیں ہوتا تو پھر قطعی بالمعنی الاخص کے قطعی بالمعنی الاخص ہونے (یعنی مفسر کے مفسر ہونے) میں اختلاف کیسے ہوسکتا ہے۔اس سے واضح ہوگیا کہ کسی عبارت کا مفسر یانص ہوناان امور سے نہیں جو اہل حق کے یہاں مختلف فیہ ہوجائے۔

فرض اعتقادی قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے۔اس قطعی بالمعنی الاعم کی قطعیت میں اہل علم کا اختلاف نہیں ہوتا۔

امام احمد رضا قادری نے فرض اعتقادی کے بارے میں تحریر فرمایا:{اَلْاَمْـــرُ الَّـــذِیْ اَذْعَنَ الْمُجْتَہِدُ طَلَبَہٗ جزمِیًّا وَحَتْمِیًّا–فان کان ذلک الاذعان فی درجة الیقین المعتبرفی اصول الدین–و علٰی ذلک التقدیرلا تکون المسئلة الا مجمعًا عَلَیْھَا بین ائمة الدین–لان ما فیه خلافٌ وَلَوْ مَرْجُوْحًا لَا یَصِلُ الٰی دَرجة ھذا الیقین–فھو فرض اِعْتِقَادِیٌّ–وَ مُنْکِرُہ کَافِرٌ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفُقَھَاءِ وَکَافِرٌ عند المتکلمین اذا کَانَتِ الْمَسْئَلَةُ من ضروریات الدین–وَاِنَّمَا ھٰذَا اَحْوَطُ وَاَسَدُّ عند المحققین وَمُعَوَّلٌ وَمُعْتَمَدٌ عِنْدَ اَسَاتِذَتِنَا الْکِرَام}

(فتاویٰ رضویہ جلداول:ص6-رضاا کیڈمی ممبئ)

توضیح:جب فرض اعتقادی یعنی قطعی بالمعنی الاعم میں ائمہ کرام کا اختلاف نہیں ہوتا تو ضروریات دین میں بھی یقینی طور پراختلاف نہیں ہوگا،کیوں کہ ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہیں۔قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق قطع ویقین کے ساتھ ثابت ہوتی ہے

،اوراس کی جانب مخالف قطع ویقین کے ساتھ باطل ہوتی ہے۔

دونوں جانب میں خلاف کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا ، اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا، یہی قطعی بالمعنی الاخص ہے۔

بلفظ دیگر قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق واجب الثبوت ہوتی ہے اور جانب مخالف محال ہوتی ہے، یا تو محال بالذات ہوگی ، یا محال بالغیر ۔

جب ایسا یقین پالیا جائے تو کسی اہل حق کو اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی ، اوراہل باطل واہل تعصب کے اختلاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا ،جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں سوفسطائیہ، سمنیہ وغیرہ کے اختلاف کو نا قابل اعتبار بتایا گیا ہے۔

قطعی بالمعنی الاعم وہ ہے جس میں جانبین سے احتمال قریب معدوم ہو،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال قریب نہ ہو،اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال قریب نہ ہو، یہی قطعی بالمعنی الاعم ہے ۔ائمہ مجتہدین واہل علم کا اس میں بھی اختلاف نہیں ہوتا ہے۔اس تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ مفسر کے مفسر ہونے میں اہل حق کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔مفسر کفریات میں دیوبندیوں کا اختلاف غلط اور تعصب پر مبنی ہے۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:19:اکتوبر 2020

☆☆☆☆☆

(۲)

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

مفسر کے مفسر ہونے میں اختلاف نہیں

قسط دوم

مفسر ونص میں عدم اختلاف

قرآن مجید اور احادیث طیبہ دربار رسالت مآب علیہ التحیۃ والثنا کے غیر حاضرین کے حق میں مسموعات میں سے نہیں، بلکہ منقولات میں سے ہے۔

منقولہ کلام کی ایک تقسیم ثبوت وروایت کے اعتبار سے ہوتی ہے، یعنی کبھی منقولہ کلام متواتر ہوتا ہے اور کبھی غیر متواتر۔ متواتر کلام کو قطعی الثبوت بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے۔

الفاظ وکلام کی ایک تقسیم دلالت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ دلالت کے اعتبار سے فقہا کے یہاں الفاظ وکلام کی متعدد قسمیں ہیں۔ ظاہر، نص، مفسر ومحکم۔ یہ چاروں قسمیں دلالت کے اعتبار سے ہیں اور چاروں قسمیں قطعی ہیں، یعنی جو کلام ظاہر یا نص یا مفسر یا محکم ہو، وہ اپنے مفہوم پر دلالت کے اعتبار سے قطعی ہوگا۔

مفسر ومحکم قطعی بالمعنی الاخص ہیں، یعنی ان دونوں قسموں میں جانب مخالف کا احتمال بلا دلیل بھی نہیں ہوتا ہے۔ ظاہر ونص قطعی بالمعنی الاعم ہیں، یعنی ان دونوں قسموں میں جانب مخالف کا احتمال بلا دلیل ہوتا ہے، لیکن احتمال بالدلیل نہیں ہوتا۔

چوں کہ وہ احتمال بلا دلیل ہوتا ہے، اس لیے فقہائے کرام کے یہاں اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ متکلمین کے یہاں اس احتمال کا اعتبار ہے۔

اسی احتمال بلا دلیل کے سبب اسماعیل دہلوی کفر کلامی سے بچ گیا اور اشخاص اربعہ کے کلام میں احتمال بلا دلیل بھی نہیں، اس لیے وہاں کفر کلامی کا حکم عائد ہوا۔ چوں کہ اشخاص اربعہ میں سے ہر ایک کی موت ہو چکی، اور موت کے سبب ان کفریہ عبارتوں میں قائلین کی جانب سے نسخ وتبدیلی اور توبہ ورجوع کی گنجائش ختم ہوگئی، اس لیے یہ عبارتیں کفری معنی میں محکم ہوگئیں۔ احتمال بلا دلیل کی گنجائش نہ ہونے کے سبب یہ عبارتیں کفری معنی میں مفسر تھیں۔

الحاصل یہ عبارتیں کفری معنی میں مفسر ومحکم ہیں۔ کروڑوں تاویلات کرلی جائیں، کفر ٹل نہیں سکتا۔ تاویل باطل کرنے والا انہی مرتدین کی طرح کافر ومرتد ہے۔

قطعی الدلالت کی قطعیت میں اختلاف نہیں ہوتا

فقہائے اسلام کے یہاں قطعیات کو ظاہر ونص اور مفسر ومحکم کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاحی نام ہیں۔ متکلمین کے یہاں عام طور پر قطعی بالمعنی الاخص اور قطعی بالمعنی الاعم کی اصطلاح مروج ہے۔ ان دونوں قسموں کی قطعیت میں اختلاف نہیں ہوتا، یعنی قطعی بالمعنی الاعم کے قطعی بالمعنی الاعم ہونے (یعنی نص کے نص ہونے) اور قطعی بالمعنی الاخص کے قطعی بالمعنی الاخص ہونے (یعنی مفسر کے مفسر ہونے) میں اختلاف نہیں ہوتا۔

واضح رہے کہ الفاظ وکلام کی یہ قسمیں دلالت کے اعتبار سے ہیں۔ ثبوت کے اعتبار سے بھی کلام کی متعدد قسمیں ہیں، مثلاً قطعی بالمعنی الاخص، قطعی بالمعنی الاعم، ظنی، شکی، وہمی۔

قرآن مجید کی مفسر آیت اور مفسر حدیث متواتر سے جو ثابت ہوتا ہے، وہ ضروری دینی ہوتا ہے۔ اگر کسی مفسر آیت ومفسر حدیث متواتر کے مفسر ہونے میں اختلاف ہوتا تو اس سے ثابت ہونے والے ضروری دینی کے ضروری دینی ہونے میں بھی اختلاف ہوتا، لیکن اس اعتبار سے کسی ضروری دینی میں اختلاف نہیں۔

آیت قرآنیہ اور حدیث متواتر جو نص ہو، یعنی دلالت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاعم

ہو،اس سے جو ثابت ہوتا ہے، وہ ضروری اہل سنت ہوتا ہے۔

اگر کسی آیت یا حدیث متواتر کے نص ہونے میں اختلاف ہوتا تو اس سے ثابت ہونے والے ضروری اہل سنت کے ضروری اہل سنت ہونے میں بھی اختلاف ہوتا،لیکن اس اعتبار سے کسی ضروری اہل سنت میں اختلاف نہیں۔

سوال: جب قطعی بالمعنی الاعم اور قطعی بالمعنی الاخص کی قطعیت میں اختلاف نہیں ہوتا ہے تو دیوبندیوں نے اشخاص اربعہ کی مفسر کفری عبارتوں کے کفری معنی میں متعین و مفسر ہونے کا انکار کیسے کر دیا؟

جواب: قطعیات کی قطعیت میں اختلاف نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اہل حق کا اختلاف نہیں ہوتا۔اہل باطل کا اختلاف تو بدیہیات اولیہ میں بھی ہوتا ہے۔

فرقہ لاادریہ،سمنیہ،سوفسطائیہ وغیرہ بدیہیات میں بھی اختلاف کرتے ہیں۔ایسا اختلاف معتبر نہیں ہوتا۔اختلاف سے معتبر اختلاف مراد ہے۔

قال الهيتمی:{ليس كُلُّ خِلافٍ جاء معتبرًا–الا خلافًا له حظٌّ من النَّظَرِ}

(تحفۃ المحتاج ج11 ص453-مکتبہ شاملہ)

قطعی بالمعنی الاخص و بالمعنی الاعم کی قطعیت میں اختلاف نہیں

اہل حق کے درمیان قطعی بالمعنی الاخص (مفسر) اور قطعی بالمعنی الاعم (نص) کی قطعیت میں اختلاف نہیں ہے۔قطعی بالمعنی الاخص سے جو ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہے۔

اگر کسی مفسر کے مفسر ہونے میں اختلاف ہوتا تو اس سے ثابت ہونے والے ضروری دینی میں بھی اختلاف ہوتا، حالاں کہ کسی ضروری دینی میں کسی آیت قرآنیہ یا حدیث متواتر کے مفسر و غیر مفسر ہونے کے اعتبار سے اختلاف نہیں۔

اگر مفسر کے مفسر ہونے میں اختلاف ہوتا تو جو علما اس آیت قرآنیہ یا حدیث متواتر کو

مفسر نہ مانتے ،وہ اس ضروری دینی کواس آیت وحدیث کے سبب ضروری دینی بھی نہیں مانتے ۔گرچہ کسی دوسرے اعتبار سے مثلاً اس کے اجماع متصل یا عقل صحیح سے ثابت ہونے کے سبب اس کوضروری دینی مان لیں۔

اسی طرح قطعی بالمعنی الاعم کی قطعیت یعنی نص کے نص ہونے میں بھی اختلاف نہیں ہوتاہے۔قطعی بالمعنی الاعم یعنی نص سے جوثابت ہوتا ہے، وہ ضروری اہل سنت ہے۔

اگرکسی نص کے نص ہونے میں اختلاف ہوتا تواس سے ثابت ہونے والے ضروری اہل سنت میں بھی اختلاف ہوتا۔

جوعلما اس آیت قرآنیہ یا حدیث متواتر کونص نہ مانتے ،وہ اس ضروری اہل سنت کواس آیت وحدیث کے سبب ضروری سنی بھی نہیں مانتے ۔گرچہ کسی دوسرے اعتبار سے مثلاً اس کے اجماع صحابہ یا عقل صحیح سے ثابت ہونے کے سبب اس کوضروری سنی مان لیں۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:

{وانا اقول ،وباللّٰہ التوفیق:بل القطع علٰی ثلثة اوجہ–قطع عام یشترک فیہ الخواص والعوام–وھو الحاصل فی ضروریات الدین–و خاص یختص بمن مارس العلم–وھو الحاصل فی سائر الفرائض الاعتقادیة المجمع علیھا–و الثالث:قطع اخص یختلف فی حصولہ العلماء کما اختلف فی حصول الثانی العوام والعلماء.

فربما یؤدی ذھن عالم الی قرائن ھجمت وحفت فرفعت عندہ الظنی الی منصة الیقین–ولا تظھر ذلک لغیرہ او تظھر فتظھر لہ معارضات تردھا الی المرتبة الاولی من الظن واعتبرہ بمسألة سمعھما صحابی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم شفاھا–وبلغ غیرہ باخبارہ فھو

قطعی عنده–ظنی عندهم.

فالمجتهد لا يثبت الافتراض الا بما حصل له القطع به–فان كان العلماء كلهم قاطعين به، كان فرضا اعتقاديا–وان كان قطعا خاصا بهذا المجتهد، كان فرضا عمليا–هذا ما ظهر لی وارجوا ان يكون صوابًا ان شاء اللّٰه تعالٰی–واليه اشرت فيما قررت فاعرف}

(فتاویٰ رضویہ جلداول ص249،250-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ:اور میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں، بلکہ یقین کی تین صورتیں ہیں۔

(1)عام یقین: جس میں عوام وخواص سب شریک ہوں۔ یہ ضروریات دین میں ہوتا ہے۔

(2)خاص یقین: جوعلم سے مشغولیت رکھنے والوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ یہ وہ ہے جوتمام اجماعی فرائض اعتقادیہ میں پایا جاتا ہے۔

(3)اخص یقین: جس کے حصول میں علما کے درمیان فرق ہوتا ہے، جیسے قسم دوم کے حصول میں عوام اور علما کے درمیان فرق ہوتا ہے۔

بسا اوقات ایک عالم کا ذہن کچھ ایسے قرائن کو پالیتا ہے، جو(اس کے ذہن میں) ہجوم کیے ہوتے ہیں اوراسے گھیرے ہوتے ہیں،جن کے سبب اس کے نزدیک ظنی، یقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے،اوروہ قرائن دوسرے عالم کے لیے ظاہرنہیں ہوتے ،یا معارض قرائن کے ساتھ ظاہرہوتے ہیں جواس امر کومنزل اول یعنی ظن کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔

اسے اس مسئلہ سے سمجھیں کہ جس کوکسی صحابی نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنااوردوسروں کواس صحابی کے بتانے سے معلوم ہواتواس صحابی کے نزدیک وہ قطعی ہے ،اوردوسروں کے نزدیک ظنی ہےتو مجتہد فرضیت کا اثبات اسی دلیل سے کرتا ہے،جس کے

متعلق اسے قطعیت حاصل ہو چکی ہے۔

اگر یہی قطعیت تمام علما کے نزدیک حاصل ہے تو وہ فرض اعتقادی ہے، اور اگر یہ قطعیت خاص اسی مجتہد کو حاصل ہے تو اس کے نزدیک وہ فرض عملی ہے۔

یہ وہ ہے جو مجھ پر منکشف ہوا، اور میں امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح ہوگا۔ اسی طرف میں نے اپنی تقریر مذکورہ میں اشارہ کیا تو اسے جان لیجئے۔

توضیح: مذکورہ بالا عبارت میں یقین کی تین قسمیں بیان کی گئیں۔

قسم اول قطعی بالمعنی الاخص ہے۔ اس میں جو یقین پایا جاتا ہے، اس کی تعبیر یقین عام سے کی گئی ہے، کیوں کہ اس یقین میں عوام وخواص مشترک ہوتے ہیں۔

قطعی بالمعنی الاخص ہی کو فقہائے احناف مفسر کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ قطعی بالمعنی الاخص کے قطعی ہونے یعنی مفسر کے مفسر ہونے میں عوام وخواص میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہوتا ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں قطعی کی قسم دوم قطعی بالمعنی الاعم ہے۔ قطعی بالمعنی الاعم میں خاص یقین پایا جاتا ہے، یعنی ایسا یقین جو اہل علم کے ساتھ خاص ہوتا ہے، گر چہ وہاں عوام کو یقین حاصل نہ ہو سکے۔ قطعی بالمعنی الاعم ہی کو فقہائے احناف نص کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ قطعی بالمعنی الاعم کے قطعی ہونے یعنی نص کے نص ہونے میں خواص میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہوتا ہے۔

جب کسی نص یا کسی مفسر میں اہل علم کا اختلاف ہوتا نہیں تو اس سے یہ واضح ہو گیا کہ نص ومفسر کے تعین کے اصول وضوابط نظری یا بہت مشکل نہیں، نیز تعین کے قواعد وقوانین بہت مستحکم، واضح اور سہل ہیں کہ اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔ قطعی بالمعنی الاخص یعنی مفسر میں تو عوام وخواص کسی کا اختلاف نہیں اور قطعی بالمعنی الاعم میں عوام کا اختلاف نہیں ہوتا، بلکہ بعض

کے لیے حصول یقین مشکل ہوتا ہے، کیوں کہ اہل علم کو جن دلائل سے یقین حاصل ہوتا ہے، عوام ان دلائل سے نا آشنا ہوتے ہیں۔عدم علم کے سبب عوام کو حصول یقین نہیں ہو پاتا۔

مفسر کی مثال

فقہائے احناف جس کو مفسر کہتے ہیں، فقہائے ثلاثہ کے یہاں اسی کو نص کہا جاتا ہے۔ یہ محض لفظی فرق ہے۔

امام غزالی شافعی نے نص کے تین مفاہیم بیان کیے، اور تصریح فرمائی کہ متکلمین کے یہاں نص کا مفہوم ثانی مراد ہے، یعنی جس میں جانب مخالف کا نہ احتمال قریب ہو، نہ احتمال بعید۔امام موصوف نے چند مثالیں بھی رقم فرمائیں۔

قال الغزالی فی بیان معانی النص: {(الثانی)وھو الاشھر مَا لَا یَتطرَّقُ اِلَیْہِ اِحْتِمَالٌ اَصْلًا–لَا عَلٰی قُرْبٍ وَلَا عَلٰی بُعْدٍ کَالْخَمْسَۃِ مَثَلًا فَاِنَّہ نَصٌّ فِیْ مَعْنَاہُ–لَا یَحْتَمِلُ السِّتَّۃَ وَلَا الْاَرْبَعَۃَ وَسَائِرَالْاَعْدَادِ–وَلَفْظُ الْفَرْسِ لَا یَحْتَمِلُ الْحِمَارَ وَالْبَعِیْرَ وَغَیْرِہٖ–فَکُلُّ مَا کَانَتْ دَلَالَتُہٗ عَلٰی مَعْنَاہُ فی ھذہ الدرجۃ سُمِّیَ بالاضافۃ الٰی معناہ نَصًّا فی طرفی الاثبات والنفی–اَعْنِی فی اِثْبَاتِ الْمُسَمّٰی وَنَفِیِّ مَا لَا یَنْطَلِقُ عَلَیْہِ الْاِسْمُ–فَعَلٰی ھٰذَا حَدُّہ–اللفظ الذی یفھم منہ علی القطع معنًی–فھو بِالْاِضَافَۃِ اِلٰی مَعْنَاہُ الْمَقْطُوْعِ بِہٖ نَصٌّ}

(المستصفٰی جلد اول:ص386)

توضیح: اعداد اپنے مفہوم میں مفسر ہوتے ہیں، مثلاً کہا جائے کہ میرے پانچ بیٹے ہیں تو یہاں چار یا چھ مراد نہیں ہوسکتا۔پانچ کا لفظ پانچ کی تعداد کو بتانے کے واسطے متعین ہے۔

اسی طرح کہا کہ پانچ بیٹے ہیں تو بیٹا کا لفظ مذکر اولاد کو بتانے کے لیے متعین ہے۔ یہاں ’’بیٹا‘‘ سے مذکر ومؤنث دونوں قسم کی اولاد مراد نہیں ہوسکتی۔

اس مضمون میں دلالت کے اعتبار سے قطعیت پر بحث کی گئی ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ دیگر ثبوت کے اعتبار سے متعلقہ امور پر مضمون مابعد میں بحث ہوگی۔تاویل کی تینوں اقسام کی مختصر وضاحت اور صدقہ فطر سے متعلق بحث ہوگی۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:20:اکتوبر2020

☆☆☆☆☆

(۳)

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

مفسر کے مفسر ہونے میں اختلاف نہیں

قسط سوم

کیا کسی متواتر کے تواتر میں اختلاف ہے؟

ضروریات دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ایک مسئلہ میں اختلاف ہے تو وہ حقیقت میں ضروری دینی نہیں، بلکہ ایک طبقہ ایک غیر ضروری دینی کو ضروری دینی سمجھ لیا ہے، پس یہ غیر ضروری دینی میں اختلاف ہے۔ضروری دینی میں اختلاف نہیں۔

اسی طرح کسی متواتر حقیقی کے تواتر میں کوئی اختلاف نہیں۔متواتر ادعائی کے تواتر میں اختلاف ہے جس کا تواتر ثابت نہیں،لیکن بعض اہل علم اس کے متواتر ہونے کے مدعی ہیں، پس متواتر حقیقی میں اختلاف نہیں، بلکہ متواتر ادعائی میں اختلاف ہے۔

ضروری دینی کا ثبوت جس دلیل سے ہوتا ہے،وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص اور قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔

مفسر الفاظ وکلام قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتے ہیں اور متواتر لفظی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔مفسر ونص کے مفسر ونص ہونے میں اختلاف نہیں۔

قرآن مجید کے تمام الفاظ وحروف متواتر لفظی (قطعی الثبوت بالمعنی الاخص) ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔قرآن مقدس عہد نبوی میں ہی چمڑوں وغیرہ میں مرقوم اور کثیر صحابہ کرام کے ذہنوں میں محفوظ ہو چکا تھا اور اس کی تکرار وتعلیم کا سلسلہ بھی عہد نبوی سے

جاری رہا۔

ضروریات دین کا ثبوت قرآن مجید کی مفسر آیت طیبہ، مفسر حدیث متواتر ،اجماع متصل اور عقل صحیح سے ہوتا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق صرف صدقہ فطر کے ضروری دینی ہونے میں اختلاف ہے۔

اس کو بعض فقہائے شوافع ضروریات دین میں شمار کرتے ہیں،لیکن جس حدیث سے اس کا ثبوت ہے، وہ متواتر نہیں، پس صدقہ فطر کا ضروری دینی ہونا مختلف فیہ ہوگیا۔

ارشادات نبویہ سے جو ضروریات دین ثابت ہوئیں ،وہ اجماع متصل کے ذریعہ امت مابعد تک پہنچیں۔جن اقوال نبویہ سے ان ضروریات دینیہ کا ثبوت عہد نبوی میں ہوا تھا ،وہ اقوال نبویہ خبر واحد کے طور پر مروی ہیں ،جیسے تعداد رکعات اور تعداد نماز وغیرہ کی احادیث طیبہ خبر واحد ہیں اور یہ امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں، پس یہ امور ضروریات دین میں شامل ہیں اور جن احادیث نبویہ میں ان ضروریات دین کا ذکر ہے، وہ خبر واحد ہیں۔

خبر واحد سے ضروری دینی کا ثبوت نہیں ہوتا اور ان ضروریات کا ثبوت ہم ان اخبار آحاد سے نہیں مانتے، بلکہ اجماع متصل سے ان ضروریات دین کا ثبوت مانتے ہیں۔

صدقہ فطر کی بحث ''البرکات النبویہ'' جلد یازدہم (ص 83 تا 86) سے منقولہ ذیل ہے۔جس حدیث سے صدقہ فطر ثابت ہے ،وہ متواتر نہیں ۔ایسی صورت میں صدقہ فطر کا ضروری دینی ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ،لیکن بعض فقہائے شوافع اسے ضروری دینی کہتے ہیں، لیکن چوں کہ وہ اس کے ضروری دینی ہونے پر اتفاق نہیں، اس لیے اس کا منکر کافر نہیں ہوگا۔

صدقہ فطر کی فرضیت کے ضروری دینی ہونے میں اختلاف

قال الهيتمى فى بيان ضروريات الدين: {ووجوب الزكاة فى الانعام

والزرع والنقود-دون التجارة-وكذا الفطرة،ان راعينا خلاف ابن اللبان -ثم رأيت ابن سمح (ابن سمنج)قال:لا يكفر جاحدها}

(الفتاوی الحدیثیہ ص142 - دارالفکر بیروت)

توضیح: مال تجارت کی زکات ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔اسی طرح صدقہ فطر بھی مختلف فیہ ہے۔ بہت سے علمانے صدقہ فطر کو بھی ضروریات دین میں شمار فرمایا ہے، لیکن اس پر اتفاق نہیں۔شافعی فقیہ ابن لبان: عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بکری وائلی اصبہانی (م446ھ) نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔

فقہائے شوافع نے اس اختلاف کو غلط بتایا ہے،لیکن بعض فقہائے شوافع میں سے قاضی ابن سمح نے صدقہ فطر کے انکار کو کفر نہیں بتایا،اسی لیے علامہ ہیتمی نے فرمایا کہ اگر ہم ابن لبان کی مخالفت کا لحاظ کریں تو صدقہ فطر کا وجوب بھی ضروریات دین میں سے نہ ہو۔

جب صدقہ فطر ضروری دینی نہیں تو اس کے انکار پر حکم کفر بھی نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ وجوب وفرضیت شوافع کے یہاں ایک ہی ہے۔احناف کے یہاں صدقہ فطر فرض نہیں، بلکہ واجب ہے۔ جو احناف کے یہاں واجب ہے، ان میں سے اکثر امور کو فقہائے شوافع سنت مؤکدہ کا درجہ دیتے ہیں، جیسے نماز عیدین۔

فتاویٰ حدیثیہ کے ایک نسخہ میں ابن سمح اور ایک نسخہ میں ابن سمنج ہے۔ایک قاضی ابن کج :ابوالقاسم یوسف بن احمد بن کج دینوری (م۴۰۵ھ) ہیں۔ شافعی فقہ کی کتابوں میں مسئلہ صدقہ فطر میں ابن لبان کے اختلاف کے مقام پر قاضی ابن کج کا ذکر آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صدقہ فطر کا منکر کافر نہیں ہوگا۔ایک عبدالسلام بن سمح بھی ہیں۔

ایک شیخ شمس الدین محمد بن شیخ ابوالحسن بن عبدالکریم بن طارق بن سمح بعلبکی (665ھ-748ھ) ہیں۔ چوں کہ علامہ ہیتمی نے بھی مسئلہ صدقہ فطر میں ابن لبان کے

اختلاف کی جگہ قاضی ابن کج شافعی کا ذکر فرمایا ہے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ فتاویٰ حدیثیہ کے نسخے میں ابن سمح اور ابن سمنج کا لفظ کتابت کی غلطی ہے: واللہ تعالیٰ اعلم

قال الهيتمى:{(قوله:بل هو معلوم–الخ)عبارة المغنى:وهى احد اركان الاسلام فيكفر جاحدها–وان اتى بها–ويُقَاتَلُ الْمُمْتَنِعُ من ادائها–وتوخذ منه قهرا كما فعل الصديق رضى الله تعالى عنه–والكلام فى الزكاة المجمع عليها–اما المختلف فيها كزكاة التجارة والركاز وزكاة الثمار والزروع فى الارض الخراجية والزكاة فى غير مال المكلف فلا يكفر جاحدها لاختلاف العلماء رضى الله تعالى عنهم فى وجوبها–اه

وفى النهاية والعباب نحوها–(قوله:فمن انكر اصلها)اى انكر وجوب الزكاة من حيث هى من غير تعلق بشىء من الاموال، ع ش(كفر) اى:ومن جهلها عُرِّفَ فان جحدها بعد ذلك كفر–نهاية(قوله:وكذا بعض جزئياتها الضرورية)اى:دون المختلف فيه كوجوبها فى مال الصبى ومال التجارة–نهاية،زاد العباب:وفطرة–اه

قال شيخنا:وليس زكاة الفطر منه–لان خلاف ابن اللبان فيها ضعيف جدا فلا عبرة به}(تحفۃ المحتاج: کتاب الزکات ج11 ص453-مکتبہ شاملہ)

توضیح:مال تجارت کی زکات ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔اسی طرح صدقہ فطر کی فرضیت بھی مختلف فیہ ہے۔اس میں ابن لبان کا اختلاف ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کے اخیر حصے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کی فرضیت کا منکر کافر ہوگا،حالاں کہ فتاویٰ حدیثیہ میں علامہ ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا کہ صدقہ فطر کی فرضیت کا وہ منکر کافر ہوگا،جس نے اس فرضیت کا حکم زبان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

سماعت کی ہے۔دوسرے مومنین اگراس کی فرضیت کاانکارکریں تو کافرنہیں ہوں گے۔

اگرصدقہ فطر کی فرضیت ضروری دینی ہوتی تواس کامنکرضرورکافرہوتا۔عدم تکفیرہی سے ظاہرہے کہ صدقہ فطر کی فرضیت ضروری دینی نہیں۔

قال الهيتمی:{نقل ابن المنذر الاجماع علٰی وجوبها–ومخالفة ابن اللبان فيه غلط صريح كما فی الروضة–قال وكيع:زكاة الفطر لشهر رمضان كسجدة السهو للصلاة–تجبر نقص الصوم كما يجبر السجود نقص الصلاة–ويؤيده الخبر الصحيح(انها طهرة للصائم من اللغو والرفث)والخبر الحسن الغريب(شهر رمضان معلق بين السماء والارض–لا يرفع الا بزكاة الفطر)) (تحفۃ المحتاج:باب زکاۃ الفطرج12ص374-مکتبہ شاملہ)

توضیح:عبارت مذکورہ میں بھی ابن لبان کےاختلاف کاذکرہے۔

قال الهيتمی: {(قوله:غلط صريح–الخ)لكن صريح كلام ابن عبد البر ان فيه خلافا لغير ابن اللبان–ويجاب عنه بانه شاذ منكر–فلا ينخرق به الاجماع–او يراد به بالاجماع فی عبارة غير واحد ما عليه الاكثرون–ويؤيده قول ابن كج:لا يكفر جاحدها–نهاية)

(تحفۃ المحتاج:باب زکاۃ الفطرج12ص381-مکتبہ شاملہ)

توضیح:امام ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا کہ صدقہ فطر کے وجوب میں ابن لبان کے علاوہ دوسروں کابھی اختلاف ہے۔جب اس کے وجوب میں اختلاف ہےتواس کاوجوب ضروریات دین میں سے کیسے ہوسکتاہے۔

قال النووی: {باب زكاة الفطر:هی واجبة–وقال ابن اللبان من اصحابنا:غير واجبة–قلت:قول ابن اللبان شاذ منكر،بل غلط صريح–

واللہ اعلم}(روضۃ الطالبین:باب زکاۃ الفطرج2ص152-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال النووی الشافعی: {زکاۃ الفطر واجبۃ عندنا وعند جماهیر العلماء-وحکی صاحب البیان وغیرہ عن ابن اللبان من اصحابنا انها سنۃ-ولیست واجبۃ-قالوا:وهو قول الاصم وابن علیه-وقال ابو حنیفۃ:هی واجبۃ ولیست بفریضۃ بناء علی اصله-ان الواجب ما ثبت بدلیل مظنون والفرض ما ثبت بدلیل مقطوع-ومذهبنا انه لا فرق-وتسمی واجبۃ و فرضا-ودلیلنا حدیث ابن عمر مع احادیث کثیرۃ فی الصحیح مثله)

(المجموع شرح المہذب:ج6ص104-دارالفکر بیروت)

توضیح:جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صدقہ فطر کی فرضیت کو تسلیم نہیں فرماتے ہیں تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ صدقہ فطر سے متعلق حدیث نبوی متواتر نہیں۔

اگر وہ حدیث متواتر ہوتی تو اس سے ثابت ہونے والا حکم فرض ہوتا،یعنی اگر وہ حدیث متواتر لفظی (قطعی الثبوت بالمعنی الاخص) ہوتی تو اس سے ثابت ہونے والا فرض، فرض قطعی اور ضروریات دین میں سے ہوتا اور اگر وہ حدیث،متواتر معنوی ہوتی تو اس سے ثابت ہونے والا فرض،فرض اعتقادی،تمام ائمہ مجتہدین کے یہاں متفق علیہ اور ضروریات اہل سنت میں سے ہوتا،لیکن صدقہ فطر کی فرضیت ضروریات اہل سنت میں سے بھی نہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں صدقہ فطر واجب ہے،فرض نہیں۔فقہ حنفی میں واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔اسے واجب اعتقادی کہا جاتا ہے۔واجب اعتقادی کی دو قسمیں ہیں:فرض عملی اور فرض اعتقادی۔فتاویٰ رضویہ جلد اول (فتویٰ اول) میں ان امور کی تفصیل مرقوم ہے۔

جب صدقہ فطر واجب ہے تو اس کی دلیل ظنی ہے،قطعی نہیں۔اس اعتبار سے صدقہ

فطر کی حدیث خبر واحد ہوگی ۔متواتر لفظی یا متواتر معنوی نہیں ہوگی ۔دلیل ظنی سے کسی ضروری دینی کا ثبوت نہیں ہوتا۔

قال النووی: {قال البیهقی:وقد اجمع العلماء علی وجوب صدقة الفطر وکذا نقل الاجماع فیها ابن المنذر فی الاشراف–وهذا یدل علی ضعف الروایة عن ابن علیة والاصم–وان کان الاصم لا یعتد به فی الاجماع کما سبق فی کتاب الطهارة–والله اعلم

قال صاحب الحاوی فی وقت شرع وجوب الفطرة علٰی وجهین–

احدهما:وهو قول اصحابنا البغدادیین–انها وجبت بما وجبت به زکاة الاموال–وهو الظواهر التی فی کتاب السنة لعمومها فی الزکاتین.

والثانی:قاله اصحابنا البصریون–انها وجبت بغیر ما وجبت به زکاة الاموال–وان وجوبها سابق لوجوب زکاة الاموال لحدیث قیس بن سعد المذکور–واختلف هؤلاء–هل وجبت بالکتاب ام بالسنة–فقیل بالسنة لحدیث قیس وحدیث ابن عمر وغیرهما–وقیل:بالقرآن وانما السنة مبینة:والله اعلم} (المجموع شرح المہذب:ج6ص104-دارالفکر بیروت)

سوال : اگر صدقہ فطر کی فرضیت ضروریات دین میں سے ہے،جیسا کہ فقہائے شوافع نے فرمایا تو اس کی فرضیت کے انکار کے سبب فقیہ ابن لبان شافعی اور دیگر منکرین پر حکم کفر عائد ہونا چاہئے؟علامہ ابن عبد البر مالکی نے بھی دیگر منکرین فرضیت کا پتہ دیا ہے۔

جواب: ضروری دینی کے انکار پر حکم کفر اس وقت عائد ہوتا ہے،جب وہ ضروری دینی منکر کے یہاں متواتر ہوجائے۔اگر صدقہ فطر کی فرضیت فقیہ ابن لبان شافعی اور دیگر علما کے یہاں تواتر سے ثابت ہوجاتی تو پھر انکار کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

تواتر کے ساتھ ثابت نہ ہونے کی دووجہ ہوسکتی ہے۔ایک یہ کہ حقیقت میں وہ متواتر ہی نہیں تواس کی متواتر روایت کیسے کسی کومل سکتی ہے۔دوسری یہ کہ وہ امر متواتر ہے،لیکن تواتر کے ساتھ کسی کواس کاعلم نہ ہوسکا۔حقیقت یہ ہے کہ صدقہ فطر ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔خبر واحد کے طور پراس کی روایت آئی ہے۔

نیز صدقہ فطر کی فرضیت میں اجماع سے وہ اجماع مراد ہے کہ جہاں اکثر فقہا کسی امر پر اتفاق کرلیں تواس کواجماع کہا جاتا ہے،گرچہ بعض فقہا اس سے متفق نہ ہوں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ فقہائے شوافع صدقہ فطر کے وجوب پر علما کے اجماع کا ذکر فرما رہے ہیں۔کوئی دینی مسئلہ فقہا کے اجماع کے سبب ضروری دینی نہیں ہوتا، بلکہ ضروریات دین میں اجماع سے اجماع متصل مراد ہے،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ امر دینی تواتر کے ساتھ مروی ہو،اور تمام مومنین اس کے اعتقاد پر متفق ہوں ،اسی اتفاق کواجماع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یہاں اجماع مجتہدین وفقہا مراد نہیں۔

جب صدقہ فطر کی فرضیت تواتر کے ساتھ مروی ہی نہیں تو وہ ضروری دینی کیسے ہوسکتی ہے۔اگراس کی فرضیت تواتر کے ساتھ مروی ہوتی تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور خبر ہوتی۔ وہ عہد تابعین میں پیدا ہوئے ، بلکہ خود وہ تابعی ہیں اور کوفہ وبصرہ علم کے مراکز تھے۔آپ کوفہ کے باشندہ تھے اور بصرہ آمد ورفت فرماتے۔اپنے عہد کے فقیہ اعظم تھے، بلکہ آج تک آپ فقیہ اعظم ہیں۔ ہر سال صدقہ فطر کا حکم ہے اور لوگ اسے ادا بھی کرتے ہیں تو اگراس کی فرضیت تواتر کے ساتھ مروی ہوتی تو ضرور امام اعظم کو خبر ہوتی۔

قال البجیرمی الشافعی: {قال سعید بن المسیب وعمر بن عبد العزیز:هی زکاة الفطر–والسنة بینت الکتاب–ووجوبها مجمع علیه–ولا نظر لمخالفة ابن اللبان حیث قال بعدم وجوبها.

و مع ذلک لو جحدها انسان فلا یکفر-لانها و ان کانت مجمعا علیها-لکنها مما یخفی-فلا یکفر جاحدها لخفائها}

(حاشیۃ البجیر می علی الخطیب:فصل فی زکاۃ الفطر ج6ص332-مکتبہ شاملہ)

توضیح:مذکورہ بالا عبارت میں بتایا گیا کہ جب ضروری دینی کسی سے مخفی رہ جائے تو اس پوشیدگی کے سبب منکر پر حکم کفر نہیں ہوگا۔

علامہ ہیتمی نے رقم فرمایا کہ صدقہ فطر کے وجوب کی روایت خبر واحد کے طور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے،اس لیے یہ صرف اس کے حق میں ضروری دینی ہوگا،جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے وجوب کو سنا۔

دوسروں کے حق میں یہ ضروریات دین میں سے نہیں ہوگا،اور نہ ہی اس کے انکار پر غیر حاضر پر حکم کفر عائد ہوگا،کیوں کہ وہ اس کے حق میں ظنی ہے،قطعی نہیں۔

قال الهیتمی:{ثم الشاهد لِلْحَضْرَةِ النَّبَوِیَّةِ وَغَیْرُه قد یتفقان فی الکفر بالانکار وقد یختلفان-فَیَتَّفِقَان فِی الْکُفْرِ بِاِنْکَارِ الضَّروری کَالاِیْمَانِ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰه علیه وسلم وما جاء به-مِنْ وُجُوْدِ ذات المقدس اللّٰه سبحانه-وَاِنْفِرَادِه تَعَالٰی باستحقاق العبودیة عَلَی الْعٰلمین-فَلَا شَرِیْکَ لَه لِتَفَرُّدِه بالالوهیة المستلزم لِقِدَمِه- وانفراده بالخلق المستلزم لِکَوْنِه تَعَالٰی حَیًّا عَلِیمًا قادرًا مریدًا-وَمِنْ اَنَّ الْقُرْاٰنَ کَلَامُ اللّٰه تَعَالٰی.

وَمَا یَتَضَمَّنُهُ الْقُرْآنُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِاَنَّه تَعَالٰی مُتَکَلِّمٌ سَمِیْعٌ- مُرْسِلٌ لِرُسُلٍ قَصَّهُمْ عَلَیْنَا وَرُسُلٌ لَمْ یَقْصُصْهُمْ عَلَیْنَا-وَمُنَزِّلٌ لِلْکُتُبِ-وَلَه عِبَادٌ مُکْرَمُوْنَ وَهُمُ الْمَلَائِکَةُ-وَمِنْ اَنَّه فَرَضَ الصَّلٰوةَ وَالزَّکَاةَ وَالصَّوْمَ وَالْحَجَّ -وَمِنْ اَنَّه یُحْیِ الْمَوْتٰی-وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَارَیْبَ فِیْهَا-وَمِنْ اَنَّه حَرَّمَ الزِّنَا

وَالْخُمُوْرَ وَالقمار–فانكار شَیْءٍ مِنْ هٰذَا كُفْرٌ فِیْ حَقِّ الْفَرِیْقَیْنِ.

وَیَخْتَلِفَانِ فِیْمَا نُقِل اٰحَادًا–كسوال الْمَلَكَیْنِ ووجوب زكاة الفطر– فَلَا یَكْفُرُ بِاِنْكَارِه اِلَّا الشَّاهِد فقط ما لم یدَّع نحو نَسْخٍ–لِاَنَّه عَلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ مجیءَ النَّبی صلی اللّٰه علیه وسلم به لِسماعه منه صلی اللّٰه علیه وسلم–وقیل انكار سوالهما كُفْرٌ ولوفی حق الغائب لِتَوَاتُرِه مَعْنًی–وَمَحَلُّه اِنْ اَنْكَرَه بَعْدَ تَوَاتُرِه عِنْدَه بخلاف قَبْلِه–لِاَنَّه لاتَكْذِیْبَ فِیْهِ حِیْنَئِذٍ لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم–وَاِنَّمَا فِیْهِ تَكْذِیْب او تغلیط لِلرُّوَاةِ–اَوْنحوهما–و من ثم لَوْ عُلِمَ مِنْهُ اَنَّه رَدَّه اِسْتِخْفَافًا لِاَجَلِ التصریح به فی السنة دون القرآن،كَفَرَ–وَلَا یَكْفُرُ بانكار قطعی غیرضروری كَاِسْتِحْقَاقِ بِنْتِ الْابن السدس مع بنت الصلب.

وظاهر كلام الحنفیة كُفْرُه–ویجب حمله اَیْ بِنَاءً عَلٰی قَوَاعِدِهِمْ عَلٰی مُنْكِرٍ عَلِمَ اَنَّه قَطْعِیٌّ–وَاِلَّا فَلَا یَكْفُرُ–الا اذا ذَكَرَله اَهْلُ العلم اَنَّه من الدین وانه قَطْعِیٌّ–فَتَمَادٰی فِیْمَا هُوَ عَلَیْهِ عِنَادًا–فَیَكْفُرُ لِظُهُوْرِ التَّكْذِیْبِ مِنْهُ حِیْنَئِذٍ–كَمَا دَلَّ عَلَیْهِ كَلَامُ امام الحرمین}

(الفتاوی الحدیثیہ ص 141 - دارالفکر بیروت)

توضیح: مذکورہ بالا عبارت میں صراحت ہے کہ صدقہ فطر خبر واحد سے ثابت ہے۔ جب وہ خبر واحد سے ثابت ہے تو اس کے ضروری دینی ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 22: اکتوبر 2020

☆☆☆☆☆

(۴)

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

مفسر کے مفسر ہونے میں اختلاف نہیں

قسط چہارم

دیابنہ نے مفسر کی تاویل کیسے کی؟

سوال: جب اشخاص اربعہ کی عبارتیں کفری معنی میں مفسر ہیں تو پھر دیابنہ ان عبارتوں کی تاویل کیسے کرتے ہیں؟

جواب: یہ بات یقیناً قابل تعجب ہے کہ دیابنہ کفریہ معنی میں مفسر عبارتوں کی بھی تاویل کرتے ہیں، جس کے سبب لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ اگر یہ عبارتیں نا قابل تاویل ہیں تو پھر دیوبندیوں نے تاویل کیسے کی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دیوبندی لوگ اشخاص اربعہ کی کفری عبارتوں کی باطل تاویل کرتے ہیں اور تاویل باطل ہر عبارت کی ہوسکتی ہے، لیکن تاویل باطل فقہا و متکلمین کسی کے یہاں مقبول نہیں، اس لیے اس تاویل کے سبب حکم کفر ختم نہیں ہوسکتا۔ ہاں، تاویل پیش کرنے والا ضرور کافر قرار پائے گا۔

کفر کلامی کی تاویل کرنے والا کافر

قال ابن نجیم المصری الحنفی: {وَمَنْ حَسَّنَ کَلَامَ اَھْلِ الْاَھْوَاءِ اَوْ قَالَ مَعْنَوِیٌّ اَوْ کَلَامٌ لَہٗ مَعْنًی صَحِیْحٌ–اِنْ کَانَ ذٰلِکَ کُفْرًا مِنَ الْقَائِلِ کَفَرَ الْمُحَسِّنُ} (البحرالرائق جلد پنجم ص209)

قال النووی الشافعی: {وَاَنَّ مَنْ لَمْ یُکَفِّرْ مَنْ دَانَ بِغَیْرِ الْاِسْلَامِ کَالنَّصَارٰی اَوْ شَکَّ فِیْ تَکْفِیْرِھِمْ اَوْ صَحَّحَ مَذْھَبَھُمْ فَھُوَ کَافِرٌ–وَاِنْ اَظْھَرَ مَعَ ذٰلِکَ الْاِسْلَامَ وَاِعْتَقَدَہ} (روضۃ الطالبین جلد ہفتم ص290)

قال الھیتمی الشافعی ناقلًا عن الشفاء: {وَاَنَّ مَنْ لَمْ یُکَفِّرْ مَنْ دَانَ بِغَیْرِ الْاِسْلَامِ کَالنَّصَارٰی اَوْ شَکَّ فِیْ تَکْفِیْرِھِمْ اَوْ صَحَّحَ مَذْھَبَھُمْ فَھُوَ کَافِرٌ–وَاِنْ اَظْھَرَ مَعَ ذٰلِکَ الْاِسْلَامَ وَاِعْتَقَدَہ} (الاعلام بقواطع الاسلام ص378)

توضیح: کفر کلامی کی تاویل کرنے والا، یا اس کو صحیح بتانے والا، یا کفر کلامی کے مرتکب کو مومن بتانے والا کافر ہے۔

اشخاص اربعہ کا کفر ایک بڑی آزمائش

حقیقت یہ ہے کہ اشخاص اربعہ کا کفر برصغیر کے مسلمانوں کے واسطے ایک بڑی آزمائش ہے۔ اگر انہیں کافر مانتے ہیں تو بہت سے رشتے اور تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں مومن کہتے ہیں تو اسلام وایمان سے رشتہ اور تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارے ایمان کا بڑا امتحان ہے۔

ایمان کی کمزوری کی علامت یہی ہے کہ بہت سے لوگ اپنے ایمان کی فکر نہیں کرتے اور محض دنیاوی تعلقات یا اہل دنیا کی نظر میں میاں مٹھو بننے کے واسطے حکم شرعی سے روگردانی کرتے ہیں۔ افہام وتفہیم کے بعد بہت سے لوگ حق کی طرف آ جاتے ہیں اور بعض کی تقدیر میں کفر ہی ہوتا ہے۔

احتمال کا مفہوم

قال السید الشریف الجرجانی الحنفی: {الاحتمال: مَا لَا یَکُوْنُ تَصَوُّرُ طَرْفَیْہِ کَافِیًا–بَلْ یَتَرَدَّدُ الذِّھْنَ فِی النِّسْبَۃِ بَیْنَھُمَا–وَیُرَادُ بِہِ الْاِمْکَانُ

الذِّھْنِیُّ}(کتاب التعریفات ص14-دار الفکر بیروت)

توضیح: احتمال کا مفہوم یہ ہے کہ جانب موافق و جانب مخالف دونوں متردد ہوں۔نہ جانب موافق یقینی ہو، نہ جانب مخالف یقینی ہو، بلکہ دونوں جانب کا امکان ذہنی ہو۔

قطعی بالمعنی الاخص میں جانب مخالف کا بالکل احتمال نہیں ہوتا ہے، نہ احتمال بالدلیل ہوتا ہے، نہ احتمال بلا دلیل۔قطعی بالمعنی الاخص احتمال سے ماورا ہوتا ہے۔

قطعی بالمعنی الاخص کی دو قسمیں ہیں:(۱)قطعی الثبوت (۲)قطعی الدلالت۔

قطعی الدلالت بالمعنی الاخص کو مفسر اور صریح متعین کہا جاتا ہے۔

وسیلہ ثبوت کے اعتبار سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص کی تین قسمیں ہیں:

(1)خبر صادق (قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام و خبر متواتر)(2)بداہت عقل اور (3)حواس ظاہرہ سے ثابت ہونے والے امور قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جس نے کوئی حکم سماعت کیا، وہ ان کے حق میں قطعی الثبوت ہے۔

اسی طرح خبر متواتر اور حواس ظاہرہ سے ثابت ہونے والا امر بھی قطعی الثبوت ہوتا ہے۔عقل سے بداہۃً ثابت ہونے والا امر بھی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔

احتمال بالدلیل اور احتمال بلا دلیل کی تفہیم

احتمال بالدلیل کا لفظ ہی ظاہر کر رہا ہے کہ وہاں احتمال پر کوئی دلیل ہے، اور احتمال بلا دلیل کا لفظ بتا رہا ہے کہ کوئی احتمال ذہن میں آ رہا ہو، لیکن اس احتمال پر کوئی دلیل نہ ہو، اس لیے فقہا اس کا لحاظ نہیں کرتے۔

جہاں احتمال بالدلیل ہو، وہ ظنی ہوگا، کیوں کہ اس احتمال پر دلیل موجود ہے۔جہاں احتمال بلا دلیل ہو، وہ قطعی ہوگا، کیوں کہ اس احتمال پر کوئی دلیل موجود نہیں، لیکن یہ قطعی بالمعنی

الاعم ہوگا، کیوں کہ یہاں احتمال موجود ہے، گرچہ اس احتمال پر دلیل نہیں۔

قطعی بالمعنی الاخص میں احتمال بلا دلیل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہاں جو احتمال پیش کیا جاتا ہے، وہ احتمال باطل ہوتا ہے۔اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں میں بھی جو احتمال پیش کیا جاتا ہے، وہ احتمال باطل ہے۔

قال الامام احمد رضا القادری: {اِذَا اَذْعَنَّا بِشَیْءٍ–فَاِنْ لَمْ یَحْتَمِلْ خِلَافَہ اَصْلًا کَوَحْدَانِیَّۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَحَقَّانِیَّۃِ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیقین بالمعنی الاخص–وان احتمل اِحْتِمَالًا نَاشِئًا لَا عَنْ دَلِیْلٍ کَاِمْکَانِ اَنْ یَکُوْنَ الَّذِیْ نَرَاہُ زَیْدًا جِنِّیًّا تَشَکَّلَ بِشکلہ فبالمعنی الاعم–ومثل الاحتمال لَا نَظْرَ اِلَیْہِ اَصْلًا–وَلَا یَنْزِلُ الْعِلْمُ عَنْ دَرَجَۃِ الْیَقِیْنِ–اَمَّا النَّاشِیْءُ عَنْ دَلِیْلٍ فَیَجْعَلُہ ظَنًّا وَالْکُلُّ دَاخِلٌ فِی الْاِذْعَانِ}

(حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص6-رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: احتمال بلا دلیل قطعیت کو ختم نہیں کر سکے گا اور احتمال بالدلیل قطعیت سے مانع ہوگا اور محتمل کو ظنی بنا دے گا۔امام احمد رضا قادری نے احتمال بلا دلیل کی مثال یہ رقم فرمائی کہ یہ ممکن ہے کہ مثلاً زید جسے ہم دیکھ رہے ہیں، وہ زید نہ ہو، بلکہ کوئی جن زید کی شکل اختیار کر لیا ہو۔ یہ احتمال بالدلیل قطعیت سے مانع نہیں ہوگا،لیکن قطعیت بالمعنی الاخص سے مانع ہوگا۔ احتمال بلا دلیل کے سبب محتمل،قطعی بالمعنی الاخص نہ ہو سکے گا۔

حضرت صدر الشریعہ بخاری قدس سرہ العزیز کی مندرجہ ذیل عبارت میں احتمال باطل کی یہ مثال پیش کی گئی کہ زید جسے ہم دیکھ رہے ہیں، ممکن ہے کہ وہ زید نہ ہو، بلکہ وہ فنا ہو چکا ہو، اور اس کی جگہ کوئی دوسرا زید اسی کے ہم شکل پیدا ہو گیا ہو۔ یہ باطل احتمال ہے، اور باطل احتمال کا بالکل لحاظ نہیں ہوتا۔ یہ باطل احتمال قطعیت بالمعنی الاخص سے مانع نہیں ہوتا،

بلکہ باطل احتمال کا اعتقاد ایمان واسلام سے خروج کا سبب ہوتا ہے۔

قال صدر الشریعة فی بحث الامر:{(هٰذَا الْاِحْتِمَالُ یُبْطِلُ الْحَقَائِقَ) یُمْکِنُ اَنْ یُرَادَ بِهَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ–فانه لواُعْتُبِرَ مِثْلُ هٰذِهِ الْاِحْتِمَالَاتِ– یجوز اَنْ لَا یَکُوْنَ زَیْدٌ زَیْدًا–بَلْ عُدِمَ الشَّخْصُ الْاَوَّلُ وَخُلِقَ مَکَانَهٗ شَخْصٌ اٰخَرَ–وهو عین مذهب السوفسطائیة النافین حقائق الاشیاء–ویمکن ان یراد حقائق الالفاظ–اِذْ مَا مِنْ لَفْظٍ اِلَّا وَلَهٗ اِحْتِمَالٌ قَرِیْبٌ اَوْ بَعِیْدٌ اَوْ خُصُوْصٌ اَوْ اِشْتِرَاکٌ اَوْ مَجَازٌ–فَاِنْ اُعْتُبِرَتْ هٰذِهِ الْاِحْتِمَالَاتُ مَعَ عَدَمِ الْقَرِیْنَةِ– تَبْطُلُ دَلَالَاتِ الْاَلْفَاظِ عَلَی الْمَعَانی الموضوع لها}

(التوضیح جلداول:ص153)

توضیح: صدرالشریعہ کا قول(**هٰذَا الْاِحْتِمَالُ یُبْطِلُ الْحَقَائِقَ**) کہ یہ احتمال ثابت شدہ حقائق کو باطل کر دیتا ہے۔مفہوم یہ ہے کہ اگراس احتمال باطل کا اعتبار کیا جائے تو تمام حقائق باطل ہوجائیں گے، پس اس قسم کے احتمال کا کوئی اعتبار نہیں ۔اس طرح کے احتمالات سوفسطائیہ پیش کرتے ہیں جو اشیائے موجودہ کی حقیقتوں کا انکار کرتے ہیں۔

ان کے باطل احتمالات کا لحاظ کیا جائے تو موجود بھی غیر موجود قرار پائے،جیسے یہ ممکن ہے کہ زید جسے ہم دیکھ رہے ہیں،وہ زید نہ ہو،بلکہ وہ فنا ہو چکا ہو،اوراس کی جگہ کوئی دوسرا زیداسی کے ہم شکل پیدا ہوگیا ہو۔یہ باطل احتمال ہے،اور باطل احتمال کا بالکل لحاظ نہیں ہوتا۔

دیابنہ کے پیش کردہ احتمالات بھی سوفسطائیہ کے باطل احتمالات کی طرح ہیں،اسی لیے ان احتمالات وتاویلات کے سبب حکم کفر قائلین سے جدا نہیں ہوتا، بلکہ تاویل کرنے والوں پر حکم کفر عائد ہوجاتا ہے۔

فقہائے احناف اور اقسام تاویل

احتمال کے سبب تاویل ہوتی ہے۔اگر کہیں احتمال قریب ہے تو وہاں تاویل قریب ہو گی ۔اگر احتمال بعید ہو تو تاویل بعید ہو گی۔اگر احتمال متعذر ہو تو وہاں تاویل متعذر ہو گی ۔ اسی کو تاویل باطل بھی کہا جاتا ہے۔

فقہائے ثلاثہ کے یہاں تاویل کی تین قسمیں ہیں :(1) تاویل صحیح یعنی تاویل قریب (2) تاویل فاسد یعنی تاویل بعید (3) تاویل باطل یعنی تاویل متعذر۔

فقہائے احناف تاویل کی دوقسموں کو تسلیم کرتے ہیں اور تاویل باطل چوں کہ تحریف وتبدیل ہے،اس لیے تاویل باطل کو تاویل کی قسموں میں شمار نہیں فرماتے۔

قال المحقق بحر العلوم الفرنجی محلی:{(الفصل الاول:اَلتَّاوِیْلُ مِنْهُ قَرِیْبٌ)الی الفهم(فَیَتَرَجَّحُ الْمَرْجُوْحُ بِمُرَجِّحٍ مَّا)وَهُوَالْقَرِیْنَةُ(وَمِنْهُ بَعِیْدٌ)عن الفهم(فَلَا یصار الیه الابباعث قوی)فیترجح وینساق الی الذهن– والشافعیة ثَلَّثُوا القسمة–وقالوا:التاویل قریب ویعبد ومتعذر–ولایخفٰی ما فیه–وهل هذا الاکقسمة الانسان الی الرجل والمرأة والنقش المنقوش علی اللوح}(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد دوم:ص22)

توضیح:فقہائے شوافع نے تاویل کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔تاویل قریب ،تاویل بعید اور تاویل متعذر۔فقہائے احناف تیسری قسم کو تاویل نہیں کہتے ۔یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی انسان کی تین قسمیں بیان کرے۔مرد،عورت اور تختی پر بنی ہوئی انسان کی تصویر۔جس طرح تصویر انسان نہیں ہے،اسی طرح تاویل متعذر بھی تاویل نہیں ہے۔

جس طرح دیوبندیوں نے مفسر میں اختلاف کیا،اسی طرح بدیہی میں بھی اختلاف ہوتا ہے ،اور بعض امور کے بدیہی ہونے میں بھی اختلاف ہوتا ہے،لیکن یہ اختلاف غیر

معتبر ہوتا ہے۔اس اختلاف کے باوجود مخالف پر شرعی حکم عائد ہوتا ہے۔کم عقلی،عناد اور تعصب وہٹ دھرمی کے سبب یہ اختلاف ہوتا ہے۔ایسے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔

بدیہی میں اختلاف کا سبب

علامہ سعدالدین تفتازانی نے رقم فرمایا:{**الضروری قد یقع فیه خلاف–اما لعناد او لقصور فی الادراک–فان العقول متفاوتة بحسب الفطرة باتفاق من العقلاء**}(شرح عقائد نسفیہ ص41-مجلس برکات مبارک پور)

توضیح:بدیہی امور میں بھی کبھی اختلاف ہوسکتا ہے۔اس کا دوسبب علامہ ممدوح نے بیان فرمایا:(الف)عناد کے سبب اختلاف(ب)کم عقلی اور قصورفہم کے سبب اختلاف۔

یہ واضح ہے کہ دیوبندیوں نے اشخاص اربعہ کی مفسر عبارتوں میں محض اہل سنت کے عناد کے سبب کفر کوتسلیم نہیں،ورنہ دیابنہ کومعلوم ہے کہ یہ عبارتیں کفری معنی میں مفسر ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض انصاف پسند دیوبندی دیوبندیت سے تائب ہوکر اہل سنت وجماعت میں شامل ہوگئے۔تائبین میں دیوبندی مدارس کے فارغین بھی شامل ہیں۔

محدث دیابنہ انورشاہ کشمیری نے ختم نبوت کے دیوبندی نظریہ کے خلاف لکھا توحق گوئی کے سبب دارالعلوم دیوبند کے منصب شیخ الحدیث سے اسے معزول کردیا گیا۔

امرمتواتر کے بدیہی ہونے میں اختلاف

علامہ سعدالدین تفتازانی نے رقم فرمایا:{**فان قیل:الضروریات لا یقع فیها التفاوت والاختلاف–ونحن نجد العلم بکون الواحد نصف الاثنین اقوٰی من العلم بوجود اسکندر–والمتواتر قد انکرت افادته العلم جماعة من العقلاء کالسمنية والبراهمة.**

قلنا:هذا ممنوع–بل قد یتفاوت انواع الضروری بواسطة التفاوت

فی الالف والعادۃ والممارسۃ والاخطار بالبال وتصورات اطراف الاحکام -وقد یختلف فیہ مکابرۃ وعنادًا کالسوفسطائیۃ فی جمیع الضروریات}

(شرح عقائد نسفیہ ص36-مجلس برکات مبارک پور)

توضیح: بھارت کے برہمن اور گجرات کے سومناتھ مندر کے پجاری خبر متواتر کے ذریعہ حصول یقین کا انکار کرتے تھے۔دراصل خبر متواتر سے یقین بدیہی حاصل ہوتا ہے اور بھارت میں برہمنوں کی آمد یعنی 1500 قبل مسیح سے حضور اقدس نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ گری تک کسی نبی کی آمد کا پتہ نہیں چلتا۔

ہاں، حضور اقدس خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل کسی نبی ورسول کی آمد کا امکان ضرور ہے، لیکن محض امکان سے آمد کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔

برہمن قوم 1500 قبل مسیح میں وسط ایشیا (یوریشیا) سے بھارت آئی اور ان لوگوں نے اپنی شاطرانہ چالوں سے بھارتی حکومتوں پر قبضہ جمالیا۔اپنی حکومتوں کی مضبوطی کے واسطے ویدک دھرم (سناتن دھرم/ ہندو دھرم) ترتیب دیا۔دھارمک کتابوں (وید، اُپنشد، اسمرتی وغیرہ) میں بھارت کے اصل مقامی باشندوں کو شودر یعنی برہمنوں کا غلام قرار دیا، تاکہ کبھی ان کے دلوں میں حکومت وسلطنت کی خواہش پیدا نہ ہوسکے۔

عہد بعثت انبیا علیہم الصلوٰۃ السلام میں خبر متواتر کے ذریعہ دنیا کے مختلف ممالک میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت وجلوہ گری کی خبریں بھارت میں آتی رہیں، لیکن برہمنوں اور سومناتی پنڈتوں نے ان خبروں کو نہ قبول کیا اور نہ ہی اپنے مذہب سے دستبردار ہوئے۔شودروں کو بھی ان مذاہب کی طرف مائل ہونے نہ دیا۔سب کو جھوٹی خبر بتایا، تاکہ ان کی سلطنت وحکومت قائم رہے۔

برہمنوں نے شودروں کو حصول تعلیم سے محروم کررکھا تھا، اس لیے وہ اس لائق نہیں

تھے کہ صحیح وغلط میں فرق کرسکیں اور برہمن و پنڈت لوگ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی متواتر خبروں کو جھٹلاتے رہے۔انہیں خطرہ محسوس ہوتا تھا کہ جب لوگ دیگر مذاہب کی طرف منتقل ہوجائیں گے تو نہ وہ خود کو شودر مانیں گے،نہ ہی وہ خود کو برہمنوں کا پیدائشی غلام مانیں گے، پھر وہ ہم سے اختلاف پرآمادہ ہوجائیں گے۔

مسلم سلاطین ہند کا نام سن کر برہمنوں کا کلیجہ اسی لیے ریزہ ریزہ ہونے لگتا ہے کہ مسلم حکومتوں کے سبب بھارت میں مذہب اسلام کو قدم جمانے کا موقع ملا اور شودروں کی ایک بڑی تعداد برہمنوں کی غلامی سے نجات پا کر ان کے مدمقابل کھڑے ہوگئی ۔اسی طرح مذہب اسلام کا نام سن کر برہمنوں کے تن بدن میں سخت شعلوں والوں آگ بھڑک اٹھتی ہے ،پھر وہ پاکستان کا نام لے کر مسلمانوں پر برسنے اور اپنے دانت چبانے لگتے ہیں۔

تمام بدیہیات میں سوفسطائیہ کا اختلاف

علامہ سعدالدین تفتازانی نے رقم فرمایا:{(**حقائق الاشیاء ثابتة–والعلم بها متحقق خلافًا للسوفسطائية)فان منهم:من ينكر حقائق الاشياء–ويزعم انها اوهام وخيالات باطلة وهم العنادية–ومنهم:من ينكر ثبوتها ويزعم انها تابعة للاعتقاد حتى ان اعتقدنا الشيء جوهرًا فجوهر–اوعرضًا فعرض–او قديما فقديم–او حادثًا فحادث،وهم العندية–ومنهم:من ينكر العلم بثبوت شيء ولا ثبوته ويزعم انه شاك،وشاك فی انه شاك–وهلم جرًّا–وهم اللاادرية**}(شرح عقائد نسفیہ ص31-مجلس برکات مبارک پور)

توضیح:فرقہ سوفسطائیہ تمام بدیہیات وموجودات کا انکار کرتا ہے،حتی کہ وہ لوگ اپنے وجود کا بھی انکار کرتے ہیں۔یہ ان کی حماقت اور ہٹ دھرمی ہے۔فرقہ سوفسطائیہ کے متعدد طبقات ہیں،مثلاً عنادیہ،عندیہ،لاادریہ۔دیابنہ بھی فرقہ سوفسطائیہ کا ایک طبقہ ہے جو اپنے

اکابرین کی کفری معنی میں مفسر عبارتوں کو مفسر نہیں مانتے ،اور حقیقت ثابتہ کا انکار کرتے ہیں۔

بعض سوفسطائیہ اشیائے موجودہ کو موجود ہی نہیں مانتے ۔وہ کہتے ہیں کہ اشیا موجود نہیں ، بلکہ یہ اوہام وخیالات ہیں ۔ یہ فرقہ عنادیہ ہے۔بعض سوفسطائی اشیائے موجودہ کے وجود وثبوت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب کچھ اعتقاد کے تابع ہے۔

اگر ہم نے کسی کو جوہر مان لیا تو وہ جوہر ہے،اور عرض مانا تو وہ عرض ہے۔ یہ فرقہ عندیہ ہے۔بعض سوفسطائیہ اشیائے موجودہ کے وجود وعدم وجود میں شک کرتے ہیں ،اور اس میں بھی انہیں شک ہے کہ وہ شک میں مبتلا ہیں ۔ یہ فرقہ لاادریہ ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا کہ ان کے ساتھ بحث ومناظرہ کی راہ نہیں ۔ان کو سمجھانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کو آگ میں ڈال دیا جائے ۔جب آگ ان کو جلائے گی اور وہ تڑپیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ آگ جلانے والی چیز ہے اور اشیا کا حقیقی وجود ہے۔ وہ دلائل سے کچھ ماننے والے نہیں ۔اسی طرح دیوبندیوں کو سمجھانے کی کوئی راہ نہیں ۔

امام تفتازانی نے رقم فرمایا:**{والحق انہ لا طریق الی المناظرۃ معہم خصوصًا مع اللا ادریۃ–لانہم لا یعترفون بمعلوم لیثبت بہ مجہول،بل الطریق تعذیبہم بالنار لیعترفوا او یحترقوا}**

(شرح عقائدنسفیہ ص31-مجلس برکات مبارک پور)

توضیح: جوحال سوفسطائیہ کا ہے، وہی حال دیابنہ کا ہے۔دیوبندی گروپ بھی سوفسطائیہ کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ لوگ حقائق سے آشنا ہو کر بھی چشم پوشی اور انکار کرتے ہیں۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:03:نومبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا::ومصلیا ومسلما

البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ: رسالہ دہم، باب سوم، فصل دوم کی عبارتیں حذف واضافہ کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں۔اس فصل میں ''من شک:الخ'' کی غلط تاویل کا رد ہے۔بعض علمائے حق بھی شک میں مبتلا ہو گئے اور دیابنہ کے فریب سے محفوظ نہ رہ سکے۔

''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کی توضیح

سوال: علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے تحقیق الفتویٰ کے خلاصہ فتویٰ میں تحریر فرمایا کہ جو اس قائل کے کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔یہ کلیہ((من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر))تکفیر کلامی میں استعمال کیا جاتا ہے؟یا تکفیر فقہی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے؟

جواب: تکفیر فقہی کے وقت بھی اس اصول کا استعمال کیا گیا ہے۔کافر فقہی کے لیے مرتد کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ نے رافضیوں کو بحکم فقہا کافر و مرتد قرار دیا اور حوالہ کے طور پر جو عبارتیں تحریر فرمائی ہیں،ان میں یہ مفہوم مذکور ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر ہے۔بعض عبارتیں منقولہ ذیل ہیں۔یہ تبرائی روافض کا حکم ہے،تمام روافض کا نہیں۔

(1)''جواب سوال دوم:بلاشبہہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقا کافر مرتد ہے۔اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل کو ہمارا رسالہ''ردالرفضہ''بحمد اللہ کافی ووافی۔یہاں دو چار سندوں پر اقتصار''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص36-رضا اکیڈمی ممبئی)

امام احمد رضا قادری کی نقل کردہ بعض حوالہ جاتی عبارتیں مرقومہ ذیل ہیں:

(2)''عقود الدریہ طبع مصر جلد اول ص۹۲:دربارۂ روافض:**اعلم اسعدک اللّٰہ تعالٰی ان ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم**''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۷-رضا اکیڈمی ممبئی)

(3)’’اجمع علماء الاعصار علیٰ ان من شک فی کفرھم کان کافرا‘‘۔(بحوالہ:عقود الدریہ طبع مصر جلد اول ص93)

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص37-رضا اکیڈمی ممبئی)

(4)امام احمد رضا نے رسالہ: ردالرفضہ میں تبرائی رافضی کو بحکم فقہا کافر قرار دینے کے بعد تحریر فرمایا:

’’یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے،اگر چہ تبرا وانکار خلافت شیخین کے رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں: والاحوط فیہ قول المتکلمین انہم ضلال من کلاب النار، لا کفار وبہ ناخذ-اور روافض زمانہ تو ہر گز صرف تبرائی نہیں ، بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں ، یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جوانہیں کافر نہ جانے ،وہ خود کافر ہے۔بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل،مرد،عورت،چھوٹے ،بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں‘‘۔(رسالہ ردالرفضہ ص259-فتاویٰ رضویہ مترجم جلد14: جامعہ نظامیہ لاہور)

توضیح: مذکورہ بالا عبارتوں میں کافر فقہی وکافر کلامی دونوں کے لیے (من شک فی کفرہ فقد کفر) کا اصول استعمال کیا گیا ۔(2)اور(3) میں کافر فقہی کے لیے (من شک :الخ) کا استعمال ہے اور(4) میں کافر کلامی کے لیے(من شک :الخ) کا استعمال وارد ہے۔

واضح رہے کہ متکلمین کفر فقہی کا مطلقاً انکار نہیں کرتے ہیں ، بلکہ وہ اپنی اصطلاح کے اعتبار سے بعض صورتوں میں کفر فقہی کو ضلالت وگمرہی سے تعبیر کرتے ہیں۔کفر لزومی فقہی کی بعض صورتیں خود فقہا کے مابین بھی مختلف فیہ ہیں۔اسی طرح کفر لزومی فقہی کی بعض صورتوں میں متکلمین کے یہاں ضلالت وگمرہی بھی ثابت نہیں ہوتی ،بعض صورتوں میں متکلمین ملزم کو صرف آثم وخاطی کہتے ہیں۔کافر کلامی کو کافر نہ ماننے والا کافر کلامی ہے۔جب کافر فقہی بھی فقہا کے یہاں کافر ہے تو کافر کلامی فقہا کے یہاں بدرجہ اولیٰ کافر ہوگا۔

اگر متفق علیہ کافر فقہی کے کافر فقہی ہونے کا انکار کیا جائے تو منکر کافر فقہی ہوگا۔ متکلمین کافر فقہی کے کافر فقہی ہونے کا انکار نہیں کرتے ، بلکہ اسے تسلیم کرتے ہیں ،لیکن متکلمین اپنی اصطلاح کے اعتبار سے اس کو کافر کی بجائے ضال وگمراہ کہتے ہیں،اور کفر فقہی کو ضلالت وگمرہی سے تعبیر کرتے ہیں، پس یہ محض اصطلاح وتعبیر کا فرق ہے۔

دہلوی کی تکفیر فقہی پر سب سے قوی شبہہ علامہ خیرآبادی قدس سرہ العزیز کے الفاظ (من شک فی کفرہ:الخ) کے سبب کیا جاتا ہے۔امام احمد رضا قادری نے تبرائی روافض کے بارے میں تحریر فرمایا کہ وہ بحکم فقہا کافر ومرتد ہیں اور پھر علامہ شامی کی ((عقود الدریہ) سے چند عبارتیں بطور دلیل پیش کی ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جب دعویٰ ہے کہ تبرائی روافض کافر فقہی ہیں تو دلیل میں جو پیش کیا جارہا ہے،اس سے کفر فقہی کا ثبوت ہوگا۔

اگران عبارتوں سے کفر کلامی ثابت ہوتا ہے تو پھر اعلیٰ حضرت جیسے مدقق ومحقق سے یہ بعید ہے کہ دعویٰ کفر فقہی کا کریں اور دلیل میں کفر کلامی کو ثابت کرنے والی عبارتیں پیش کریں۔

سوال: عقود الدریہ میں (من شک فی کفرہ:الخ)اوراس جیسی عبارت جن لوگوں کے حق میں استعمال ہوئی ہیں، وہاں صرف سب شیخین کا ذکر نہیں ، بلکہ ان امور کا ذکر بھی ہے،جن سے کفر کلامی ثابت ہوتا ہے،مثلاً استخفاف بالدین ، یا بعض ضروریات دین کا انکار، وغیرہ امور۔

اب جب کہ استخفاف بالدین یا ضروریات دین کے انکار کے سبب کفر کلامی کا ثبوت ہوتا ہے تو یہ تبرائی روافض کافر کلامی ہوں گے، یا پھر(من شک :الخ) کا استعمال ان روافض کے حق میں ہوگا جو کافر کلامی ہیں، جیسے روافض عہد حاضر؟

جواب: جب ضروریات دین کا انکار یا استخفاف بالدین بطریق لزوم ثابت ہوتو فقہا کفر فقہی کا حکم جاری کردیں گے،لیکن متکلمین ضروریات دین کے لزومی انکار کے وقت کفر کلامی کا حکم جاری نہیں کریں گے۔

لزوم کفر کی متعدد صورتوں میں متکلمین حکم ضلالت نافذ کرتے ہیں ،اور کفر لزومی فقہی کی

بعض صورتوں میں متکلمین کے یہاں ضلالت بھی ثابت نہیں ہوتی۔البرکات: رسالہ چہارم و پنجم میں تفصیل ہے۔

اگر ضروریات دین کا صریح انکار ہے تو اگر یہ صریح محض متبین ہے،یعنی ظاہر یا نص کے درجے کا انکار ہے تو ظاہر میں احتمال بعید اور نص میں احتمال ابعد ہے ، یہاں بھی متکلمین حکم ضلالت جاری کریں گے۔اگر وہ صریح انکار مفسر کے درجہ کا ہے تو متکلمین کفر کلامی کا حکم جاری کریں گے۔مفسر میں احتمال بعید یا ابعد یا احتمال قریب کسی کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ایسا انکار متکلمین کے یہاں التزام کفر ہے۔صریح متبین میں فقہا کے یہاں التزام کفر ثابت ہوجاتا ہے، اور کفر قطعی ہوجاتا ہے،اسی لیے فقہا یہاں پر (من شک :الخ) کا استعمال کرتے ہیں۔

تکفیر فقہی کے وقت بھی (من شک :الخ) کے استعمال ہونے کی وضاحت مقالات شارح بخاری میں مرقوم ہے۔

فتاویٰ رضویہ (جلد ششم ص ۳۷) میں عقود الدریہ کی (من شک :الخ) والی عبارت کو تبرائی روافض کے لیے استعمال کیا گیا جو کافر فقہی ہیں ، پھر رسالہ رد الرفضہ کے آخری حصہ میں روافض عہد حاضر کے حق میں عقود الدریہ کی وہی (من شک :الخ) والی عبارت کا استعمال ہوا، جو متکلمین کے یہاں بھی مرتد ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تبرائی روافض کے لیے متکلمین کے طور پر التزام کفر نہ تھا تو وہاں (من شک :الخ) محض فقہا کے طور تسلیم کیا جائے گا۔

تبرائی روافض کے بارے میں (رد الرفضہ) میں صریح فیصلہ (<u>والاحوط فیہ قول المتکلمین انہم ضلال من کلاب النار، لا کفار و بہ ناخذ</u>) مرقوم ہے کہ یہ متکلمین کے یہاں کافر نہیں۔

رسالہ رد الرفضہ کے اخیر میں روافض زمانہ کا ذکر ہے تو وہاں عقود الدریہ کی وہی (من شک :الخ) والی عبارت بطور مذہب متکلمین استعمال ہوگی، کیوں کہ یہاں ضروریات دین کا انکار مفسر طریقے پر ہے۔

جب فقہا کے درمیان متفق علیہ تکفیر فقہی کے وقت کہا جائے کہ جو فلاں کے کفر میں شک

کرے تو وہ اسی کی طرح کافر ہے تو اس کا مفہوم ہوگا کہ وہ اسی کی طرح کافر فقہی ہے۔

جب تکفیر کلامی کے وقت کہا جائے کہ جو اس کے کفر میں شک کرے تو وہ اسی کی طرح کافر ہے تو مفہوم ہوگا کہ وہ اسی کی طرح کافر کلامی ہے۔فقہا کا حکم (من شک :الخ) اسی پر نافذ ہوگا، جو مسئلہ تکفیر میں مذہب فقہا پر ہو۔متکلمین کا حکم (من شک :الخ) تمام اہل اسلام پر نافذ ہوگا۔

مسئلہ تکفیر دیگر تقلیدی امور سے مستثنیٰ ہے۔مسئلہ تکفیر میں اپنے فقہی مذہب کا اتباع لازم نہیں۔

یہ صراحت نہ مل سکی کہ (من شک :الخ) کا استعمال صرف کفر کلامی میں ہوتا ہے۔ استعمال کے قائلین اور عدم استعمال کے قائلین کے اپنے اپنے استدلال ہیں۔

جب علمائے متقدمین کے کلام میں اس بارے میں کوئی صراحت نہیں تو اس لفظ (من شک :الخ) کا کفر کلامی کے ساتھ خاص ہونا یقینی نہیں ہوگا، اور استدلال کے مقابل استدلال ہے، پس حکم ہوگا: **اذا تعارضا،تساقطا**

اب اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے متعلق اس کلیہ (من شک :الخ) کو پیش کر کے یہ دعویٰ کرنا کہ علامہ خیر آبادی نے تکفیر کلامی کی تھی، ناقابل قبول استدلال ہوگا۔

کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری جانے کے بعد کسی کو انکار کا حق حاصل نہیں ہوگا۔اسی طرح جب کسی کے کفر کلامی پر ارباب حل وعقد کا اجماع ہو جائے تو یہ حکم مزید مؤکد ہو جائے گا، اور کسی کو انکار کا حق حاصل نہیں ہوگا۔اگر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کیا گیا تو دیگر متکلمین کو غور وفکر کا حق ہوگا، لیکن انکار کا حق نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شبہہ ہو تو مفتی اول کو اپنے شبہات پیش کرنے کا حکم ہوگا، تا کہ تشفی بخش جواب پالے، جیسا کہ مانعین زکات سے جہاد کا حکم جاری ہونے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار فرمایا تھا، پھر دلیل صدیقی کو قبول فرما کر حکم سے متفق ہو گئے۔ان امور کا تفصیلی بیان البرکات: رسالہ ہشتم باب دوم وسوم میں ہے۔

جب کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہو تو اب تحقیق کا مفہوم صرف یہ ہوگا کہ جس طرح آج ہم

حضرات ائمہ مجتہدین کے اجماعی احکام کو کتابوں میں پڑھتے ہیں اوران احکام کے دلائل کی تحقیق وتفتیش کرتے ہیں،لیکن ہمیں ان اجماعی احکام کے انکار کی اجازت نہیں، حتی کہ مابعد کے مجتہدین کواجماعی احکام میں اجتہاد کی اجازت نہیں ہوتی۔اسی طرح کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔اختلاف کرنے والا اور ملزم کومومن ماننے والا خود کافر ہے۔

الموت الاحمر کی عبارت کی تشریح

سوال: الموت الاحمر میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کی عبارت سے ظاہر ہے کہ(من شک :الخ) کا استعمال صرف تکفیر کلامی کے لیے ہوگا۔

جواب: (الموت الاحمر) میں یہ بتانا مقصود ہے کہ دہلوی متکلمین کے یہاں کافر نہیں اورامام اہل سنت قدس سرہ مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے۔

(الکوکبۃ الشہابیہ)) کے اول وآخر میں بھی صراحت فرمائی کہ اس رسالے میں مذہب فقہا کے طور پر کلام ہوگا ،یعنی جو مذہب اس رسالہ میں بیان ہوگا ،وہ فقہا کا مذہب ہوگا ، وہ امام احمد رضا کا مذہب نہیں ہوگا۔سب سے اخیر میں متکلمین کا مذہب بیان فرمائے کہ مذہب متکلمین پر دہلوی کافر نہیں،اور چوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بھی مذہب متکلمین پر تھےتو اس کو اپنی جانب منسوب کر کے اس طرح بیان فرمائے:((گر چہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب))

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے مذکورہ بالا مفہوم کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

’’کیا ان کثیر تکفیروں کو کوئی عاقل یہ گمان کرسکتا ہے، کہ حضرت مصنف علام نے اپنی طرف سے کیں ،حاشا۔وہ اپنا مسلک تو ان سب کو لکھ کر یہ فرمارہے ہیں کہ((ہمارے نزدیک کف لسان مناسب))، بلکہ یقیناً وہ سب بطور فقہا ہیں ،جس پر سب میں پہلی عبارت شروع رسالہ اور سب میں بعد کی ختم رسالہ میں دو شاہد عدل ہیں کہ دونوں میں اسے جماہیر فقہائے کرام کی طرف منسوب کیا ہے۔آغاز میں جتادیا کہ کلام طور فقہی پر ہوگا۔آخر میں بتادیا کہ کلام طور فقہی

پر تھا تو بیچ میں جو کچھ ہے، یقیناً طور فقہی پر ہے۔

وہ لفظ بھی کہ ((کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں)) اسی بیچ میں تھا، اور انہیں تکفیروں میں سے ایک تھا تو قطعاً انہیں کی طرح طور فقہی پر تھا: فَانّٰی تُؤْفَکُوْنَ: ساری کتاب مسلک فقہی کے بیان میں ہے۔ اپنا مختار صرف سطر اخیر میں بتایا ہے''۔

(الموت الاحمر ص55- جامعۃ الرضا بریلی شریف)

(۲) دہلوی کی عبارت کے بارے میں سوال ہوا کہ ((اگر وہ متعین ہوتی تو آپ کس انداز سے اس عبارت کو ادا کرتے ؟))

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے اس کے جواب میں رقم فرمایا:

''جی اسی طرز سے جس سے امام اہل سنت وتمام علمائے حرمین طیبین نے خیابان نانوتوی وگنگوہی اور آپ تھانوی صاحبان کی تکفیر فرمائی کہ وہ قطعاً یقیناً کافر مرتد مرتد مرتد، اور جوان کو مسلمان جانے، بلکہ ان کے کفر میں شک ہی کرے، وہ بھی کافر کافر کافر۔

خیر یہ سوال تو فضول تھا جس سے دیو بندیوں کو اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ جیسے الٰہی محمدی احکام ان کے پچھلے اماموں پر اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) کے شہروں سے آئے، اسی رنگ کے اپنے امام اول دہلوی صاحب پر بھی سن لیں، اگر چہ بصورت فرض وتقدیر کہ اگر اس کی عبارت متعین ہوتی تو کس طرح کہتے''۔ (الموت الاحمر ص62- جامعۃ الرضا بریلی شریف)

مذکورہ بالا اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین ہوتی تو وہ متکلمین کے یہاں کافر ہوتا اور اس وقت امام احمد رضا قادری اس تکفیر کی فقہا کی جانب نسبت کیے بغیر دہلوی کو علی الاطلاق کافر ومرتد قرار دیتے، کیوں کہ عبارت کفری معنی میں متعین ہونے کے وقت وہ متکلمین کے یہاں بھی کافر ہوتا، ایسی صورت میں اس تکفیر کو فقہا کی جانب منسوب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

الحاصل مذکورہ عبارت میں تکفیر کو مطلق رکھنے اور تکفیر کو فقہا کی جانب منسوب کرنے کی وجہ

بتائی جارہی ہے۔خاص کر (من شک: الخ) کی توضیح یہاں زیر بحث نہیں ہے، بلکہ (من شک: الخ) کا استعمال حسام الحرمین میں ہوا ہے،اسی لاحقہ کواور حکم کفر کونقل کیا جار ہا ہے کہ دہلوی کا فر کلامی ہوتا تو ہم دہلوی کے بارے میں بھی مطلقاً یعنی فقہا کی جانب نسبت کیے بغیراس کے لیے ان الفاظ کا استعمال کرتے، جواشخاص اربعہ وقادیانی کے لیے حسام الحرمین میں مذکور ہیں۔

اب چوں کہ دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین ہی نہیں تو پھر یہ سوال ہی بیکار ہے، جیسا کہ مفتی اعظم ہند نے بھی فرمایا کہ یہ سوال ہی فضول ہے،لیکن دہلوی کے لیے فرض وتقدیر کے طور پر ہی دیابنہ جان گئے کہ اگر دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین ہوتی توامام احمد رضا، دہلوی کی مطلقاً تکفیر کرتے،یعنی فقہا کی جانب اس تکفیر کومنسوب نہیں کرتے۔

اس عبارت سے اس بات پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ (من شک: الخ) تکفیر کلامی کے ساتھ خاص ہے۔نہ ہی اس مفہوم کو بتانے کے لیے یہ عبارت پیش ہوئی،پس کسی اہل علم کا یہ قول نا قابل قبول ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ القوی نے نص فرمائی کہ (من شک: الخ) کا استعمال صرف کفر کلامی کے لیے ہوتا ہے۔

الموت الاحمر کی بحث ثالث میں دہلوی کی تکفیر فقہی کی توضیح ہے۔علامہ خیر آبادی نے دہلوی کی تکفیر فقہی کی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین نہیں۔علامہ خیر آبادی مسئلہ تکفیر میں مذہب فقہا پر تھے توانہوں نے مطلقاً بلاانتساب تکفیر فرمائی۔

کافرفقہی بھی فقہا کے یہاں قطعی کافر ہے۔کفرفقہی میں بھی توبہ،تجدید ایمان،تجدید نکاح ،مسلمانوں کی عدم وراثت،حکم قتل،لفظ مرتد کا اطلاق،نماز جنازہ وایصال ثواب کی ممانعت وغیرہ احکام مشترک ہیں۔اب کفر فقہی میں (من شک: الخ) کے استعمال کے ممنوع ہونے کی وجہ کیا ہے؟ علامہ خیر آبادی نے جس قسم کے کفر فقہی میں (من شک: الخ) کا استعمال فرمایا،اس قسم کے کفرفقہی کا مطلقاً انکار کفرفقہی ہے۔یہ فقہا کے یہاں متفق علیہ کفر فقہی ہے۔یہاں (من شک :الخ) کے استعمال پر اعتراض نہیں ہوگا۔متکلمین اس کوضلالت کہتے ہیں۔

متکلمین اس قسم کے کفر فقہی کا ہرگز مطلقاً انکار نہیں کرتے ، بلکہ وہ اس نوع کے کفر فقہی کو ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ہاں،بعض کفر فقہی متکلمین کے یہاں غیر مقبول ہے،جیسے اجماع مابعد صحابہ یعنی اجماع مجتہدین غیر صحابہ سے ثابت شدہ امر کے انکار پر بعض فقہا حکم کفر عائد کرتے ہیں تو یہ کفر فقہی متکلمین کی بحث سے خارج ہے۔

اسی طرح کفر فقہی لزومی کی بہت سی صورتیں بھی متکلمین کے یہاں مقبول نہیں۔دہلوی کی کفریات کو((الکوکبۃ الشہابیہ))میں فقہا کے یہاں صریح بتایا گیا،جب وہ عندالفقہا صریح ہے تو کفر لزومی فقہی نہیں، بلکہ کفر التزامی فقہی ہوگا۔گرچہ وہ متکلمین کے یہاں التزامی نہیں،کیوں کہ متکلمین صرف کفر مفسر کو کفر التزامی سے تعبیر کرتے ہیں۔

کفر کلامی اور کفر فقہی میں جوہری فرق (من شک:الخ) کا استعمال نہیں ہے؟

بلکہ تکفیر کلامی وہاں ہوگی، جہاں کلام کفری معنی میں مفسر ہو۔اس کا ذکر مختلف لفظوں میں کیا جاتا ہے: مثلاً

(۱) کبھی کہا جاتا ہے کہ کلام کفری معنی میں متعین ہوتو کفر کلامی کا حکم ہوگا اور کلام کفری معنی میں متبین ہوتو کفر فقہی کا حکم ہوگا۔

(۲) کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی ضعیف احتمال بھی ہوتو کفر کلامی کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

(۳) کبھی یہ کہ کلام کفری معنی میں قطعی بالمعنی الاخص ہو، جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہ ہو،تب کفر کلامی کا حکم جاری ہوتا ہے۔

(۴) کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ہزار میں ایک احتمال بھی اسلام کا ہوتو کفر کلامی کا حکم نہیں۔

اب مدارس اسلامیہ کے وابستگان کے لیے آسان طریقہ یہ ہے کہ حنفی اصول فقہ کی درج ذیل تین اصطلاح پر غور کریں:

(۱) ظاہر (۲) نص (۳) مفسر۔

ظاہر میں جانب مخالف کا احتمال بعید ہوتا ہے۔نص میں جانب مخالف کا احتمال ابعد ہوتا

ہے اور مفسر میں جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہیں ہوتا۔مثال حاضر کے اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ جب کسی کا کلام تنقیص نبوی میں ظاہر یا نص کے درجہ میں ہو تو وہ کفر فقہی ہوگا۔

جب کسی کا کلام تنقیص نبوی میں مفسر ہو کہ جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہ رکھے تو پھر یہ کفر کلامی ہوگا۔یہ آسان سی تشریح ہے۔

دہلوی کا کلام کفری معنی میں مفسر نہیں ہے ،اور اشخاص اربعہ کا کلام کفری معنی میں مفسر ہے۔جب دہلوی کا کلام کفری معنی میں مفسر نہیں تو پھر تکفیر کلامی کی کوئی صورت نہیں۔

یہ دعویٰ کہ علامہ خیرآبادی نے دہلوی سے مناظرہ کیا اور دہلوی کی تاویل سے وہ عبارتیں کفری معنی میں متعین ہوگئیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ خیرآبادی اور دہلوی کے مابین کبھی آمنے سامنے کوئی مناظرہ نہیں ہوا۔دہلی جامع مسجد کے مناظرہ میں علامہ خیرآبادی حاضر نہیں۔

وہ مناظرہ ((چہاردہ مسائل)) پر ہوا، نہ کہ تقویۃ الایمان کی عبارت پر۔اس وقت تقویۃ الایمان چھپی نہیں تھی۔مناظرہ کے بعد ایک سائل نے بحث شفاعت کی چند عبارتیں کسی طرح نقل کر کے علامہ خیرآبادی سے استفتا کیا۔

علامہ خیرآبادی نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر ((تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان)) تحریر فرمائی تو اس کے جواب میں دہلوی نے رسالہ ((یک روزہ)) لکھا۔

اس رسالہ کی عبارتوں میں بھی کفر کلامی نہیں پایا جاتا۔علامہ خیرآبادی نے دہلوی کے عدم رجوع کے سبب اس کی تکفیر فقہی فرمائی ، نیز متاخرین فقہائے احناف تکفیر فقہی ہی کیا کرتے تھے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد اول میں ہے۔

یہ سوال کہ دہلوی کے کلام میں تاویل بعید یا تاویل ابعد کیا ہے؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی ضعیف احتمال کا ذکر کیا۔اس سے بالکل ظاہر کہ دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین نہیں ،اور یہاں تاویل بعید موجود،لیکن بلاضرورت اس کا اظہار محافظین ناموس رسالت علیٰ صاحبہ التحیۃ والثنا کے لیے کیوں کر روا ہوگا ؟ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے سوال ہونے پر بھی وہ

تاویل ظاہر نہیں فرمائی۔(الموت الاحمر ص64-65) دراصل مذبذبین کے ابتلا کا خوف ہے کہ وہ کفر کلامی کی عبارتوں میں بھی اسی طرز پر باطل تاویل کریں گے، حالاں کہ مفسر عبارت میں کسی مفہوم دیگر کا احتمال ہی نہیں ہوتا۔علمائے حق اسی خوف سے تاویل ظاہر نہیں فرماتے۔

نسیم الریاض کی عبارت کی توضیح

بعض اہل علم ''نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض'' کی عبارت پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ (من شک:الخ) کا استعمال صرف کفر کلامی میں ہوتا ہے، حالاں کہ اس عبارت سے ایسا ثابت نہیں۔

نسیم الریاض کی عبارت کی توضیح یہ ہے کہ یہاں علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے کوئی اصول یا قانون نہیں بیان فرمایا ہے، بلکہ علامہ خفاجی نے لفظ ''قیل'' کے ساتھ ایک اعتراض نقل فرمایا ہے کہ امام ابن سحنون فرما چکے کہ تنقیص نبوی زندقہ ہے،یعنی شاتم زندیق ہے، پھر امام ابن سحنون کا دوسرا قول قاضی عیاض نے نقل فرمایا کہ تنقیص نبوی کفر ہے،اور شاتم کافر ہے، جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔

اسی پر اعتراض ہوا کہ جب تنقیص نبوی کے کفر ہونے میں اختلاف ہے،یعنی بعض کے یہاں کفر ہے اور بعض کے یہاں زندقہ ہے تو پھر جو اس کو کفر نہ مانے اور شاتم کو کافر نہ مانے، وہ کافر کیسے ہو جائے گا؟ بلکہ دوسرا طبقہ تنقیص کو زندقہ اور شاتم کو زندیق مانے گا،کافر نہیں مانے گا۔

علامہ خفاجی کے نقل کردہ سوال کا جواب یہ ہے کہ زندقہ بھی کفر ہی کی ایک خاص قسم ہے۔ اب جو شاتم کو زندیق اور سب وشتم کو زندقہ مان رہا ہے، وہ شاتم کو کافر اور سب وشتم کو کفر مان رہا ہے۔ ہاں، جو شاتم کو نہ کافر مانے، نہ زندیق مانے، بلکہ مومن مانے تو وہ ضرور اس مقام پر (من شک فی کفرہ فقد کفر) کے دائرہ میں آئے گا۔

امام ابن سحنون کا قول اول:

قال ابن سحنون فیمن سبہ:ذلک ردۃ کالزندقۃ–وعلیٰ ھذا وقع

الخلاف فی استتابته وتکفیره–وهل قتله حد او کفر؟

(الشفاء-القسم الرابع -الباب الاول)

امام ابن سحنون کا قول دوم

(چند سطر بعد کی عبارت): **قال محمد بن سحنون: اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، المتنقص له کافر، والوعید جار علیه بعذاب اللّٰہ له وحکمه عند الامة قتل–ومن شک فی کفره وعذابه، کفر۔** (الشفاء)

علامہ خفاجی کا اعتراض یہ ہے: **قیل وفی جزمه بکفره بعد نقل الخلاف فیه نظر، وکیف یصح قوله: من شک فی کفره وعذابه، کفر–مع ذکر الخلاف فیه اولًا–فلیتأمل** (نسیم الریاض جلد چہارم ص 338 - دار الکتاب العربی بیروت)

توضیح: امام ابن سحنون کے قول دوم میں ہے کہ شاتم کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔اس پر سوال ہوا کہ قول اول میں ہے کہ سب وتنقیص مثل زندقہ ہے تو وہ کفر خاص نہیں، گر چہ زندقہ بھی کفر عام ہی کی ایک قسم ہے تو اب یہ کہنا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے، یہ کیسے صحیح ہوگا۔

اس کا آسان جواب یہ ہے کہ ''من شک: الخ'' میں کفر خاص مراد نہیں، بلکہ کفر عام مراد ہے، جس کی قسمیں زندقہ، منافقت، اور کفر ہیں، پس ''من شک: الخ'' کا حکم سب کو شامل ہوگا۔

مختلف فیہ کفر فقہی میں من شک: الخ کا استعمال

سوال: مختلف فیہ کفر فقہی مثلاً کوئی امر صرف احناف کے یہاں کفر ہو تو اس وقت (من شک: الخ) کا استعمال صحیح ہے؟

جواب: مختلف فیہ کفر فقہی میں ((من شک فی کفرہ فقد کفر)) کا استعمال نظر نہیں آیا۔ اگر بالفرض مختلف فیہ کفر فقہی میں مذکورہ کلیہ کا استعمال ہو تو یہ حکم محض ان لوگوں تک محدود ہوگا، جو اس امر کو کفر فقہی مانتے ہیں، لیکن قائل وفاعل کو کافر فقہی نہیں مانتے، کیوں کہ قول وفعل کو کفر مان

لینے پر قائل وفاعل کو کافر ماننا لازم ہے۔اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ کسی قول کو حدیث نبوی مان کر محض استخفاف وتنقیص کے سبب اس کا انکار کرنا کفر ہے،خواہ وہ حدیث صحیح ہو،یا ضعیف، یا موضوع۔یہاں قائل کے اعتقاد کے سبب حکم کفر عائد ہوتا ہے۔

غیر ضروریات دین میں استخفاف کی صورتیں اور حکم کفر

اگر کسی نے حدیث غیر متواتر یعنی خبر واحد کا انکار متن میں کسی علت قادحہ کے سبب کیا، یا راوی میں کسی عیب کے سبب کیا، جو عیب شرعاً معتبر ہے،تو منکر پر کوئی اعتراض نہیں۔

اگر خبر واحد کا بلاسبب انکار کیا،یعنی اپنے ظن فاسد کے سبب راویوں کی تکذیب کرتے ہوئے انکار کیا تو یہ فسق وضلال ہے۔

اگر اس لیے انکار کیا کہ یہ فرمان الٰہی نہیں، بلکہ فرمان نبوی ہے تو استخفاف کے سبب کفر کلامی کا حکم ہوگا۔یہ حکم اس کے لیے ہے جس نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس حدیث کو نہ سنا ہو۔اگر اس نے زبان نبوی سے سنا تھا، پھر انکار کیا تو یہ انکار کفر ہے،اس کے لیے خبر واحد اور خبر متواتر کی تقسیم نہیں ہے۔تفاصیل مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)قال الهیتمی:{وَیَختَلِفَان فِیْمَا نُقِل اٰحادًا–کسوال الْمَلَکَیْنِ ووجوب زکاة الفطر–فَلَا یَکْفُرُ بِاِنْکَارِہٖ اِلَّا الشَّاهِد فقط ما لم یدَّع نحو نَسْخٍ –لِاَنَّه عَلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ مجیءَ النَّبی صلی اللّٰه علیه وسلم به لِسماعه منه صلی اللّٰه علیه وسلم–وقیل انکارسوالهما کُفْرٌ ولوفی حق الغائب لِتَوَاتُرِہٖ مَعْنًی– وَمَحَلُّه اِنْ اَنْکَرَہٗ بَعْدَ تَوَاتُرِہٖ عِنْدَهٗ بخلاف قَبْلِه–لِاَنَّه لَاتَکْذِیْبَ فِیْهِ حِیْنَئِذٍ لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم–وَاِنَّمَا فِیْهِ تَکْذِیْب او تغلیط لِلرُّوَاةِ–اَوْ نحوهما–ومن ثم لَوْ عُلِمَ مِنْهُ اَنَّه رَدَّهٗ اِسْتِخْفَافًا لِاَجَلِ التصریح به فی السنة دون القراٰن،کَفَرَ}

(الفتاوی الحدیثیہ ص 141-دارالفکر بیروت)

توضیح:علامہ ہیتمی کے قول((یختلفان))سے مراد یہ ہے کہ دربار نبوی کے حاضر اور غیر

حاضر کا حکم خبر واحد میں جداگانہ ہے۔

(2)قال الهیتمی: {وَرَدُّ حَدِیْثِہٖ صلی اللّٰه علیه وسلم اِنْ کَانَ مِنْ حیث السند–فَلَا کُفْرَ بِہٖ مُطْلَقًا–اَوْ مِنْ حیث نسبته له صلی اللّٰه علیه وسلم، کُفْرٌ مُطْلَقًا–کَمَا هُوَ ظَاهِرٌ فِیْهِمَا}(الاعلام بقواطع الاسلام ص376)

(3)قال العلامة البدایونی:{یَکْفُرُ الشَّاهِدُ بِاِنْکَارِ اِیْجَابِ صَدَقَةٍ بِسِمَاعِهٖ مِنْ فِیْهِ صلی اللّٰه علیه وسلم–وَیُفَسَّقُ الغائب وَیُضَلَّلُ–لِاَنَّهٗ لَمَّا لَمْ یَسْمَعْهُ من فیه صلی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ–لَمْ یَکُنْ ثُبُوْتُهٗ قَطْعِیًّا–فَلَمْ یَکُنْ اِنْکَارُهٗ تَکْذِیْبًا لَهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم–بَلْ لِلرُّوَاةِ وَتَغْلِیْظًا لَهُمْ–وهو فِسْقٌ وَضَلَالٌ،لَا کُفْرٌ–اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ اِسْتِخْفَافًا لِکَوْنِهٖ انما قاله النبی صلی اللّٰه علیه وسلم–ولم ینزل فی القراٰن صَرِیْحًا–فَیَکْفُرُ لاستخفافه بجناب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم}

(المعتقد المنتقد ص212-مبارک پور)

توضیح:اگر کسی نے حدیث موضوع کو حدیث نبوی اعتقاد کیا اور اسے فرمان نبوی سمجھتے ہوئے اس لیے انکار کیا کہ وہ قول نبوی ہے،فرمان الٰہی نہیں تو استخفاف کے سبب کافر ہوگا۔

امام احمد رضا قادری نے اس کے بارے میں فرمایا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث نبوی کو نہیں سنا، پھر اس تک حدیث نبوی خبر واحد کے طور پر پہنچی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے طور پر حدیث کا انکار کیا تو یہ کفر ہے۔

(4)قال الامام احمد رضا تحت قول الماتن(دون الغائب): {لَا نُکَفِّرُهٗ لاحتمال انه لم یثبت عنده–اَمَّا اِذَا عَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَجِیْءَ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم بهذا الامر–ثُمَّ یُنْکِرُهٗ تَکْذِیْبًا لَهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم–فَهُوَ کَافِرٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی قَطْعًا–وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ حَدِیْثَ اٰحَادٍ–وَلَوْ ضَعِیْفًا–بَلْ وَلَوْسَاقِطًا–بَلْ وَلَوْ مَوْضُوْعًا–کَمَا قَدَّمْنَا–لِاَنَّ الْمَنَاطَ هُوَ تَکْذِیْبُهٗ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِزَعْمِہٖ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم –وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مَا زَعَمَہٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،قَوْلَہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الواقع–وَھٰذَا ظَاھِرٌ جِدًّا}(المعتمد المستند ص211-مبارک پور)

(5)قال الامام احمد رضا القادری: {فمن رد حدیث آحاد صحیحا،بل ولوضعیفا–بل ولو ساقطا–بل ولوموضوعا زعما منہ انہ کلامہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فیردہ قاصدا رد خبرہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فانہ یکفر قطعا بقصدہ السیء–فمناط الکفر ھذا،وان لم یکن الخبر خبرہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم}(المتعمد المستند ص152-153-مبارک پور)

توضیح:اگرکسی نے کسی امرکوضروریات دین میں سے اعتقادکرکے انکارکیاتو کافر ہے، اگرچہ وہ ضروریات دین میں سے نہ ہو،کیوں کہ یہاں ارادۂ کفر،استخفاف بالدین اورضروری دینی کے انکارکا قصدوعزم پایا گیااورعزم کفرواستخفاف بالدین مستقل طورپرکفر ہیں،گرچہ وہاں کسی ضروری دینی کاانکارنہ پایاجائے۔

سوال:اگرفلاں نبی ہوتاتو میں اس کو نبی نہیں مانتا۔ایسا کہنے والامومن ہے یا کافر؟

جواب:ضروریات دین کاانکارکفر ہے۔

(1)اگرحقیقت میں کوئی امرضروری دینی ہے،اورقائل کوعلم قطعی بالمعنی الاخص حاصل ہے کہ یہ امر،ضروریات دین میں سے ہے،پھرانکارکرتاہےتو کافر ہے۔

(2)اگراس کا ضروریات دین میں سے ہونا منکرکومعلوم نہیں تھا،ایسی حالت میں انکار کیا،تو یہ کفرنہیں۔ہاں،بعدانکار جب منکرکواس امرکا ضروریات دین میں سے ہونا معلوم ہوگیا، اس کے باوجودوہ انکارپرمصررہاتو یہ کفر ہے۔

(3)کوئی امر حقیقت میں ضروریات دین میں سے نہیں،لیکن منکر نے اس کوضروری دینی اعتقادکرکے انکارکیاتو ضروری دینی کے انکارکاعزم پایاگیا،اورعزم کفربھی کفر ہے۔

اس سے ظاہر ہو گیا کہ کسی غیر نبی کو اس نے نبی اعتقاد کیا، اب اس نے اس کی نبوت کا انکار کیا تو ضروریات دین کے انکار کا عزم کیا، اور منصب نبوت کی توہین کی، یہی کفر ہے۔

{ومنها:قوله لو كان فلان نبيا ما آمنت به،وقوله:ان كان ما قاله الانبياء صدقا نجونا فيكفر، كذا اقراه}(الاعلام بقواطع الاسلام:ص 27)

توضیح: علامہ ہیتمی کے قول (اقراہ) سے مراد یہ ہے کہ امام نووی وامام رافعی نے اس کو ثابت رکھا ہے، یعنی یہ کفر ہے۔

اس کی توجیہ میں علامہ ہیتمی شافعی نے رقم فرمایا:{وفی الثانية تعليق عدم الايمان به على كونه نبيا ففيه تنقيص لمرتبة النبوة حيث اراد تكذيبها على تقدير وجودها}(الاعلام بقواطع الاسلام:ص 27)

قال الهيتمى: {مسئلة لو كان نبيا لم اؤمن به،فقد مرت ايضا—والتكفير فيها واضح لانه رضى بتكذيب النبى} (الاعلام بقواطع الاسلام:ص 32)

قال العلامة البدايونى:{وَمِنْهُ اَيْضًا—لَوْكَانَ فُلَانٌ نَبِيًّا مَا اٰمَنْتُ به—اَوْ اٰمَنْتُ بِه—اِنْ جَوَّزَ ذلک عَلَی الْاَوْجَه—قَالَ القارى فى شرح الشفاء للقاضى—وَيُمْكِنُ حَمْلُه اَنَّه يُجَوِّزُ كَوْنَ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ يظهربعد نَبِيِّنَا صلى اللّٰه عليه وسلم فَيَكُوْنُ اَمْرُه اَشَدُّ—وَلِهٰذَا قَالَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا—اِنَّ مَن ادعى النُّبُوَّةَ—وَقَالَ لَه قائلٌ—اَظْهِرِ الْمُعْجِزَةَ، كَفَرَ}(المعتقد المنتقد ص 121 -مبارک پور)

قال الامام احمد رضا: {(قوله:لو كان فلان نبيًّا ما اٰمَنْتُ—اَوْاٰمَنْتُ بِه اِنْ جَوَّزَ ذٰلِکَ)قَيْدٌ فى الْاٰخرِ—اَیْ اِنَّمَا يَكُوْنُ الايجاب كفرًا—اِنْ لَوْجَوَّزَ الْمُقَدَّمَ الْاٰنَ—اَعْنِیْ بَعْدَ وجود نَبِيِّنَا صلى اللّٰه عليه وسلم—وَاِلَّا فهوتعليقُ الْمُحَالِ بِالْمُحَال فَلَا كُفْرَ وَلَاضَلَالَ—اَمَّا الاول وهو النفى—فَفِيْهِ بَيَانُ الْعَزْمِ عَلَى الْكُفْرِ بِمَنْ قُدِّرَ نَبِيًّا—وَالْعَزْمُ عَلَى الْكُفْرِ كُفْرٌ—فافهم}

(المعتمد المستند ص 121 - مبارک پور)

قال الخفاجی: {(اَوْمَنْ اِدَّعی النُّبُوَّۃَ لِنَفْسِہ)بَعْدَ نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیہ وسلم-کالمختاربن ابی عبید الثقفی وغیرہ-قَالَ ابن حجر:وَیَظْہَرُ کُفْرُ کُلِّ مَنْ طَلَبَ مِنْہُ مُعْجِزَۃً-لِاَنَّہ بطلبہ منہ مُجَوِّزٌ لِصِدْقِہ مَعَ اِسْتِحَالَتِہ المعلومۃ من الدین بالضرورۃ-نَعَمْ، اِنْ اَرَادَ بذلک تَسْفِیْہَہ وَبَیَانَ کِذْبِہ فَلَاکُفْرَبِہ-انتہٰی}

(نسیم الریاض: ج4 ص 507)

مذکورہ بالا بحث سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح کسی نے غیرضروری دینی کو ضروری دینی اعتقاد کر کے انکار کیا تو اس پر حکم کفر عائد ہوگا، کیوں کہ جب وہ اس کو ضروری دینی اعتقاد کرتا ہے تو اس کا انکار بھی اس کے نزدیک ضروری دینی کا انکار ہوگا۔

ایسی صورت میں اس کے انکار سے حقیقی ضروری دینی کا انکار گرچہ نہیں پایا گیا، لیکن عزم انکار تو پایا گیا اور کفر بھی کفر ہے اور عزم کفر بھی کفر ہے۔اسی طرح اگر احناف کسی امر کو کفر فقہی مانتے ہوں اور کوئی شخص باب تکفیر میں مذہب فقہا پر ہو، اور اسی فقہائے احناف کی پیروی میں اس امر کو کفر فقہی مانتا ہے اور وہ امر کسی سے صادر ہوا، اور مرتکب پر اسی اعتبار سے فقہائے احناف نے حکم کفر عائد کیا تو مذکورہ شخص اگر اس کافر فقہی کو کافر فقہی نہ مانے تو اس پر حکم کفر عائد ہوگا۔

ایسے موقع پر ''من شک:الخ'' کا استعمال وارد نہیں، لیکن یہ حکم اس کے لیے ضرور وارد ہو گا، جو اس امر کو کفر مانتا ہو، اور مرتکب کو کافر نہ مانے، یعنی ایسا شخص مرتکب کو کافر فقہی نہ مانے تو اس پر بھی اسی درجے کا کفر وارد ہوگا۔انکار کفر کا حکم اسی طرح ہے کہ کافر کلامی کو کافر کلامی نہ ماننے والا کافر کلامی اور کافر فقہی کو کافر فقہی نہ ماننے والا کافر فقہی ہوگا۔چوں کہ متکلمین کافر فقہی کو گمراہ کہتے ہیں تو ان کے یہاں کافر فقہی کو گمراہ نہ ماننے والا گمراہ ہوگا۔یہ محض لفظی فرق ہے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

مجلس علمائے جھارکھنڈ کا قیام کب؟ کہاں؟ اور کیوں؟

ہر دور میں ایسے دین کے مجاہد پیدا ہوتے رہے ہیں جن کی انتھک محنتوں اور کاوشوں سے بھٹکے ہوئے لوگ راہ راست پر آئے۔ پریشان حال لوگوں کے پرسان حال بنے۔ اور اپنی قائدانہ صلاحیت کو بروئے کار لا کر زمانے میں انقلاب برپا کیا آج جب کہ ہر شخص اپنی اپنی زندگی میں مگن ہے، دنیاوی خواہشات اور ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کے لیے دین وملت کے اجتماعی حقوق کو یکسر بھول چکے ہیں۔ ایسے وقت میں دینی بے راہ روی اور قوم کی بدحالی کو دیکھ کر اگر کسی کے دل میں درد اٹھتا ہے تو ان میں علمائے کرام کا نام سرفہرست ہے۔ جن کے اذہان وقلوب ہمیشہ فکر دین وملت میں بے چین وبے قرار رہتے ہیں چناں چہ صوبۂ جھارکھنڈ کے کچھ شاہین صفت علمائے کرام نے دینی زوال وملی انحطاط کے پیش نظر کچھ کر گزرنے کا جذبہ لے کر میدان عمل میں آنے کی تیاری کی اور اس اہم کام کے لیے 27 جنوری /2020ء یعنی ابو الفیض حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے 45/ویں عرس کے پر بہار موقع پرا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) میں علمائے جھارکھنڈ کی ایک اہم میٹنگ رکھی گئی، میٹنگ میں وقت کے عظیم مفکر وجید علمائے کرام نے شرکت کی اور دین کی بقا اور ملت کی فلاح کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جھارکھنڈ سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام وطلبۂ اسلام کثیر تعداد میں موجود تھے۔ میٹنگ میں موجود چند مخصوص علمائے کرام کے نام یہ ہیں۔

حضرت مفتی محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی ★ حضرت مفتی انور نظامی مصباحی ★ حضرت مولانا عرفان عالم مصباحی ★ حضرت مفتی ناصر حسین مصباحی ★ حضرت مولانا حسیب اختر مصباحی ★ حضرت حافظ عبد المبین رضوی ★ حضرت مفتی شاہد رضا مصباحی ★ حضرت مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی ★ اس میٹنگ کی بحثوں کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ پہلے جھارکھنڈ سطح پر ایک عظیم تحریک کی بنیاد رکھی جائے اور پھر اس کے بینر تلے تمام علمائے کرام وحفاظ عظام مل کر کام کریں چناں چہ اسی فیصلے کے پیش نظر 6/فروری 2020ء کو مجلس علمائے جھارکھنڈ کا قیام عمل میں آیا مجلس علمائے جھارکھنڈ کے چند اغراض ومقاصد آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

(1) جھارکھنڈ کے تمام مدارس کے درمیان ربط وتعلق پیدا کرنا پورے جھارکھنڈ کے لیے ایک بہترین نصاب تعلیم کی ترتیب اور اس کے نفاذ کی کوشش (2) غریب ونادار طلبہ کی کفالت، چاہے وہ مدرسے میں پڑھنے والے ہوں یا اسکول وکالجز میں (3) عوام کو ضروری دینی مسائل اور عقائد سے واقف کرانا، ساتھ ہی اس کا ایک نصاب مرتب کرنا (4) علمائے کرام، ائمہ مساجد، ومدرسین حضرات کی ضرورتوں کے مواقع پر ان کے لیے مدد فراہم کرنا (5) نو فارغ، نوجوان علمائے کرام کے درمیان باہمی اتحاد واتفاق اور ربط وضبط پیدا کرنا ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے کی کوشش اور ان صلاحیتوں کے صحیح استعمال پر غور (جو جس میدان کا آدمی ہو، جس فلڈ میں مہارت ودلچسپی رکھتا ہو، اس کی فطری صلاحیت کو مزید نکھار کر اسے اس کام میں لگانا) (6) علمائے جھارکھنڈ کو ان کے کارناموں کی بنیاد پر ایوارڈ سے سرفراز کرنا (7) طلبۂ مدارس کو ممتاز اور نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر حوصلہ افزائی کے لیے انعامات سے نوازنا (8) دار الاشاعت کا قیام (9) ایک بڑی لائبریری کا قیام (10) بڑے مدارس، یونیورسٹیز وغیرہ جیسے بڑے امتحانات کی تیاری کے لیے کوچنگ سینٹر کا انتظام ان کے علاوہ چھوٹے بڑے اور بھی کئی مقاصد ہیں جن پر وقت اور حالات کے مطابق کام کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

حضرت مفتی شاہد رضا مصباحی
9693676971

حضرت مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی
7007591756